سازوں کے ساتھ
(مترجم)
قوالی کی شرعی حیثیت
تصنیف
عارف باللہ شیخ علامہ عبدالغنی نابلسی
نقشبندی، قادری رحمہ اللہ تعالیٰ
مترجم
مفتی ضمیر احمد مرتضائی نقشبندی
فرید بک سٹال
۳۸۔اردو بازار لاہور
Marfat.com

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ○

سو جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے تو وہ باغ جنت میں (نغماتِ طرب انگیز سماع سے) مسرور کیے جائیں گے (الروم:۱۵)

عارف باللہ شیخ علامہ عبدالغنی نابلسی نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی مشروط طریقے سے مزامیر کے ساتھ سماع صوفیہ کے جواز پر لکھی جانے والی کتاب

''ایضاح الدلالات فی سماع الالات'' کا اُردو ترجمہ بہ نام

سازوں کے ساتھ قوالی

کی

شرعی حیثیت

(مترجم)

فقہاء کرام، ائمہ محدثین اور صحابہ وتابعین عظام کے اقوال وافعال سے مزامیر کے وجود وعدم کا لحاظ رکھے بغیر، لہو سے خالی ہونے کی شرط کے ساتھ سماع صوفیۂ کرام کے جواز پر لکھی جانے والی فقیہانہ انداز میں ایک منفرد کتاب

مترجم

مفتی ضمیر احمد مرتضائی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
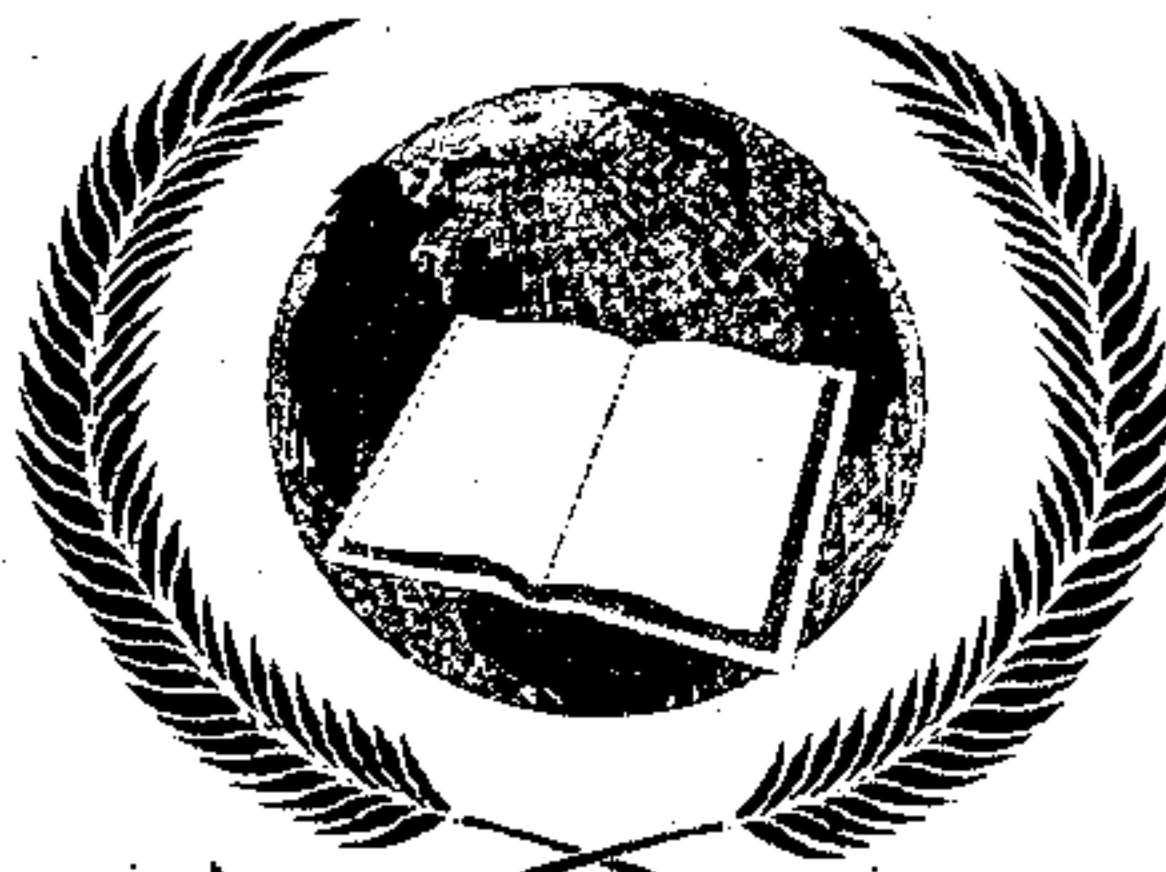
ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

نام کتاب : سازوں کے ساتھ قوالی کی شرعی حیثیت
مترجم و تصحیح : مفتی ضمیر احمد مرتضائی
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : مُحرّم 1436ھ / نومبر 2014ء
قیمت : /- روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

اھداء

بندہ اس کاوش کو اپنے والدین اور تمام اساتذہ کے لیے ھدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

خصوصاً

استاذ العلماء فقیہ کبیر شیخ الفقہ والحدیث مرجع الفضلاء، فخر المدرسین

حضرت علامہ ومولانا **مفتی محمد عبد العلیم سیالوی** حفظہ اللہ تعالیٰ دامت برکاتہم العالیہ

صدر مدرس وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

اور

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حافظ الملۃ والدین

حافظ عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقط

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

انتساب

حضور شیخ المشائخ محقق و مدقق، مناظر اسلام، امام العاشقین، برہان الواصلین

حضرت خواجہ عالم

پیر غلام مرتضیٰ فنائی الرسول رحمۃ اللہ علیہ

اوران کے لخت جگر، نور نظر، حامل علم لدنی، مادرزاد ولی اللہ، مرد حق، مناظر اسلام

شیخ الفقہاء والمحدثین استاذ العلماء

فضیلۃ الشیخ حضرت خواجہ عالم

پیر نور محمد مرتضائی فنائی الرسول رحمۃ اللہ علیہ

اوران کے خلف الرشید، شاگرد حمید، علوم مرتضائیہ کے امین پروردہ آغوش ولایت

حضور فضیلۃ الشیخ قبلہ جہاں حضرت علامہ و مولانا

میاں نذیر احمد نقشبندی مرتضائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی نظر عنایت اور فیضان کامل سے اس ادنیٰ خاکسار کو

دین متین کی خدمت کا موقع میسر آیا۔

(والحمد للہ علی ذلک)

فہرست

عرض مترجم

الحمدللہ "ایضاح الدلالات فی سماع الالات" عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کی تالیف کا یہ پہلا اردو ترجمہ ہے جو ۱۰رصفر المظفر ۱۴۲۹ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اس سے پہلے اس کا اردو ترجمہ نہیں ہوا، بندہ اس ترجمہ کا عربی نام "نور الکمالات فی حق الدلالات" رکھتا ہے اور اس کا اردو نام "سازوں کے ساتھ قوالی کی شرعی حیثیت" مقرر کرتا ہے۔ یہ علمی کام میری زندگی کا پہلا معرکہ ہے جسے بندہ نے ۲۰۰۷ء میں موقوف علیہ کے اسباق پڑھنے کے دوران جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں استاذی واستاذ العلماء حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر شروع کیا تھا۔ پھر ۲۰۰۸ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دورۂ حدیث شریف کے اسباق کی کہنہ مشقت کے باعث کچھ تاخیر کا شکار ہو گیا لیکن حکم کی ادائیگی بھی ضروری تھی بالآخر ۱۸ رفروری ۲۰۰۸ء کو توفیق الٰہی سے بحمداللہ یہ کام انجام پایا۔

ترجمہ کرنے کے ساتھ شغف رکھنے والے احباب اس امر کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ دوران ترجمہ صفحات پر الفاظ کی قطع و برید ایک فنی مسئلہ ہے کبھی لفظ کے محاورہ کو درست رکھنے کی کوشش ہوتی ہے، کبھی عرفی معانی و مطالب کا لحاظ مقصود ہوتا ہے اسی طرح کبھی التزامی معنی کے پیش نظر ترجمہ کیا جاتا ہے، کبھی اصطلاحات فن کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور کبھی ایک مکمل تفسیر کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ لغوی معنی و وجہ تسمیہ کی ادائیگی بھی ہو جائے اور دائرہ ادب وعقیدہ بھی بگڑنے نہ پائے۔ مختصر یہ کہ ترجمہ کرتے وقت کئی امور و مقاصد کو پیش نظر اور پس نظر رکھ کر دوسری زبان کو اپنی زبان میں جامہ

الفاظ پہنایا جاتا ہے۔ اس تبدیلی میں خطاء کا وقوع ممکن امر ہے، مطلب یہ ہے کہ ترجمہ کرنے میں الفاظ لکھنے کے بعد جب دوسرا لفظ سامنے آیا اور وہ بہتر لگا تو پہلے کو کاٹ کر دوسرا لفظ لکھ دیا جاتا ہے چونکہ بندہ ترجمہ کرتے وقت ان تمام مراحل سے گزرا ہے اس واسطے اس معاملے کے ادراک کی صحیح طرح پہچان رکھتا ہے۔ پہلے سے ترجمہ موجود ہو تو ترجمہ سے ترجمہ کرنا آسان اور جلدی ہو جاتا ہے آغاز میں یہ کام نہایت مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔

میرے پاس اب قطع و برید کیے ہوئے الفاظ کا مسودہ تو تیار ہو گیا لیکن استاذ گرامی کو اس طرح پیش کرنا نامناسب تھا اس مسودہ کو بندہ نے اپنے پاس محفوظ کر لیا دوبارہ خود اپنے ہاتھ سے اس ترجمہ کی صاف نقل تیار کی البتہ اس نقل کی فوٹو اسٹیٹ میں نے نہ کروائی بلکہ اسی طرح وہ صاف ترجمہ کی نقل استاذ محترم کو پیش کر دی چونکہ اس ترجمہ کو کروانے کا آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے کہا گیا تھا جس کے لیے استاذ گرامی نے بندہ کا انتخاب فرمایا اور ساتھ کئی ایک اصول و ضوابط سے پردہ کشائی فرمائی نیز دورانِ ترجمہ کئی ایک کٹھن راہوں کو عبور کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ بھی سکھایا۔

مختصر یہ کہ استاذ محترم نے نظر ثانی کے لیے موقعہ نہ ہونے کے باعث وہ ترجمہ کا مسودہ اسی طرح گولڑہ شریف سے تشریف لائے ہوئے محترم و مکرم جناب حبیب اختر صاحب کو دے دیا۔ مجھے ان صاحب سے کچھ تعلق و واقفیت نہ تھی صرف اس قدر علم تھا کہ اس نام کے ایک صاحب گولڑہ شریف سے آئے اور میرا ترجمہ والا مسودہ لے گئے، اب چھپنے سے پہلے ایک مرتبہ مترجم و مصنف کو مسودہ دکھایا جاتا ہے تا کہ رہی سہی غلطی درست کی جائے اور لفظی غلطی سے مسودہ کو صاف کر لیا جائے۔

کافی عرصہ گزر گیا بندہ ناچیز تدریسی اور تحریری مشاغل میں مصروف ہو گیا، کچھ دوست احباب جو مجھے ترجمہ کرتے دیکھتے تھے یا جن کو اس ترجمہ کا علم تھا وہ بار بار اصرار کرتے کہ اس کو چھپوا دیا جائے۔ بندہ انہیں یہ کہہ کر دلاسا دے دیتا کہ گولڑہ شریف سے میرا ترجمہ چھپنے گیا ہوا ہے لیکن عرصہ

گزر گیا میرا ترجمہ مجھے چھپا ہوا نہ ملا، بعض احباب سے مجھے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ گولڑہ شریف سے آپ کا ترجمہ چھپ گیا ہے لیکن مجھے نہیں ملا۔ واللہ اعلم کہیں جناب جبیب اختر صاحب سے وہ گم نہ ہوگیا ہو لیکن میرے پاس اصل قطع و برید والا ترجمہ چونکہ موجود تھا اس سے اب (۱۴۳۴ھ میں) دوبارہ موقعہ ملا تو پھر دوبارہ نقل تیار کرنے کے لیے بندہ نے اس سال کی عیدالفطر کی تعطیلات کو غنیمت جانا تین دن کے مختصر عرصہ میں یہ کام سرانجام دے دیا، تاخیر کا کچھ فائدہ یہ ہوا کہ نظرثانی کا اچھی طرح موقع مل گیا اور مصنف شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کے مختصر حالات لکھنے کا موقعہ فراہم ہوگیا۔

بندہ کا جو ترجمہ گولڑہ شریف چھپنے کے لیے گیا تھا بندہ نے اس میں کچھ مقامات پر حواشی موقعہ کی مناسبت سے لگائے تھے، جس میں ایک حاشیہ میرے جدامجد مناظر اسلام حضور خواجہ عالم پیر نور محمد نقشبندی مجددی مرتضائی قدس سرہ العزیز کی لاجواب کتاب ''تحقیق الوجد'' شریف سے لے کر لگایا تھا اسی طرح اب موقعہ کی مناسبت سے اپنے اس پہلے ترجمہ میں ''تحقیق الوجد'' کی ایک اور عبارت کا اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ علیہ الرحمہ کے اولین خلفاء عظام میں سے حضرت خواجہ جہاں مناظر احناف حضرت علامہ و مولانا محمد عبدالعزیز نقشبندی مجددی مرتضائی علیہ الرحمہ آف قصور شریف جو تادم وصال اپنے مرشد کریم کے ساتھ رہے، ان کی کتاب ''دمغ الدیان لرجم العدوان'' سے سماع وغناء سے متعلق تحقیق کو مقدمہ میں دیگر فوائد کے ساتھ نقل کیا تاکہ منفعت تام ہو جائے۔ جناب جبیب اختر صاحب گولڑوی ایک نیک سیرت انسان ہیں اگر مصائب و نوائب نے آپ کو نہ گھیرا ہوتا تو میرا حسن ظن یہی ہے کہ آپ ہمارا کیا ہوا ترجمہ گولڑہ شریف سے چھپوانے میں کبھی تاخیر نہ فرماتے۔

میں نے اپنے جدامجد کے حاشیہ کا حوالہ اس واسطے بھی دیا تھا کہ کہیں خدانخواستہ میرا ترجمہ اگر کسی ناحق بندے کے ہاتھ لگ جائے تو چھاپنے میں میرے جدامجد کا نام میری اس

محنت کے حق کو ظاہر کر دے گا اور جس امر کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں ایسا ہونا ممکن بھی ہے کیونکہ ایسا سلوک تو داتا صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی ہو گیا تھا چنانچہ آپ اپنی معرکۃ الاراء کتاب بے مثال ''کشف المحجوب'' کی پہلی فصل میں رقمطراز ہیں:

''ابتداء کتاب میں جو میں نے اپنا نام لکھا، اس سے دو باتیں مطلوب ہیں، ایک خواص کے لیے دوسری عوام کے لیے، عوام کے لیے تو یہ کہ جب جاہل بے علم کوئی نئی کتاب دیکھتا ہے اور اس پر مصنف کے نام کا پتا نہیں ملتا وہ اس کتاب کو اپنے نام پر شائع کر لیتا ہے اور اس رویہ سے مصنف کا جو مقصد ہوتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے اور مصنف جو کتاب تالیف و تصنیف کرتا ہے اس سے اس کا پہلا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس تصنیف کے ذریعہ اس کا نام زندہ رہے اور اس کتاب کے پڑھنے والے مصنف کو دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں۔ مجھے یہ تلخ تجربہ دو بار ہوا۔ ایک بار کسی نے میرے اشعار کا دیوان عاریۃً لیا اور چونکہ صرف وہی ایک نسخہ میرے پاس تھا، اس نے میرے تمام دیوان میں میرے نام کی جگہ اپنا تخلص لگا کر شائع کر دیا اور میری تمام محنت ضائع کر دی۔ اللہ تعالیٰ اس کی خطاء کو معاف فرمائے۔ دوسری بار ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے ایک کتاب فن تصوف میں تالیف کر کے اس کا نام ''منہاج الدین'' رکھا۔ ایک متصوف نے اسے لے کر اپنے نام پر شائع کر دیا۔ خدا کرے وہ گمنام ہو۔ اس نے عوام میں اس کتاب کو اپنی تالیف ظاہر کر کے شائع کیا حالانکہ جاننے والے اس کی اس حرکت پر استہزاء کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکت ناموزوں کی وجہ سے برکت سلب فرمائی اور اپنی بارگاہ کے طالبوں میں سے اس کا نام محو فرما دیا۔''

(کشف المحجوب، ص ۷۰، مطبوعہ مکتبہ شمس و قمر لاہور)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدسیہ میں التجاء ہے کہ وہ ذات ہماری لیے بھلائی کی راہ کو ہموار فرمائے، بے شک وہ ہم سب کا نگہبان ہے اور ہمارے کیے پر نظر رکھنے والا ہے کہ کیا کس کا

ہے اور کیا کس کا نہیں، کون حق رکھتا اور کون بے حق، حق مار کر، ناحق طریقے سے کارروائی کرتا پھر رہا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے والے حضرات سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے تاکہ کتاب پر نام لکھنے کا مقصد پورا ہو سکے بیشک بھلائی کی امید اسی دربار عالی سے کی جاتی ہے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام

فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الاحد

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(شعبہ دارالافتاء)

دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

ابتدائیہ

الحمدللہ الذی أعطانا الحق بزھوق الباطل، والصلوٰۃ والسلام علی من شرع لنا سماع الحق بترك اللھو العاطل و علی الہ و اصحابہ المتقین من الخواطل، أما بعد،

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"سَمِعْنَا وَأَطعنا غفرانك ربنا والیك المصیر"

"ہم نے سنا اور اطاعت کی تیری ہی طرف سے بخشش ہے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی جسم میں کچھ قوتیں اور احساسات پیدا فرمائے ہیں، جن کے استعمال کا اختیار بنی آدم کو دے دیا جزاء وسزاء کا معیار اس کے اپنے استعمال ونیت پر ہے اچھائی پر ثواب اور برائی پر عذاب ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "بندہ میں بھوک کی حس نہ ہوتی تو چوری نہ کرتا"، "مردانگی وشہوت نہ ہوتی تو بدکاری نہ کرتا"، "ہاتھ پاؤں نہ ہوتے تو ظلم نہ کرتا" اب ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ جس شئے میں دورُخ ہوں اور اچھائی و برائی کا معاملہ اس کی اپنی نیت وعمل پر موقوف ہو تو وہاں حکم شرع مطلق رکھ کر بیان نہیں کیا جا سکتا بلکہ دونوں جہتوں کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ البتہ اگر عمل میں قرینہ موجود ہو تو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ایسے ہی مسئلہ سماع وغناء کا ہے۔ اگر کیفیت جذب ومستی کے عالم میں ہو تو اس کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں کہ یہ شخص مرفوع القلم ہو چکا ہے۔ البتہ جو شخص سماع وغناء کے ذریعے

تجلیات ربانیہ میں مستغرق ہونے کا ذوق رکھتا ہو تو اس کے جائز ہونے پر عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے یہ رسالہ رقم فرمایا، سماع و غناء کی روایات پر کافی جرح و نقد وارد ہوئی ہیں۔ تا آنکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمادیا "پس معلوم شد کہ ایں حدیث کہ عمدہ است در حرمت تغنی ضعیف است نزد محدثان و خود محدثان میگویند کہ ہیچ حدیث در حرمت غناء ثابت نہ شدہ" یعنی حرمت غناء میں عمدہ دلیل یہی حدیث ہے جو محدثین کرام کے نزدیک ضعیف ہے اور محدثین کا ارشاد ہے کہ "حرمت غناء میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی"۔

گو مزامیر کی حرمت بطریق لہو ثابت ہے۔

علامہ نابلسی علیہ الرحمہ کے رسالہ کا خلاصہ:

لیکن عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے ان سب سے منفرد انداز اپنایا آپ جرح احادیث کی طرف جائے بغیر ایسے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مسئلہ کو حل فرمایا کہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے، یقیناً آپ کا موقف افراط و تفریط سے بالاتر ہے۔ آپ نے اپنے رسالہ میں مزامیر کے ساتھ قوالی سننے کے مسئلہ کو "لہو ولعب" پر موقوف رکھا کہ اگر "لہو ولعب" پایا جائے تو یہ حرام ہے ورنہ جائز و مباح پھر صورتِ جواز میں اگر سادات صوفیہ کرام ہیں تو یہ عمل مستحب ہو جائے گا۔

آپ نے لہو کی نہایت نفیس تحقیق فرمائی کہ اگر "لہو" سے مراد یاد الٰہی سے غافل کرنا ہے تو یہ کسی ایک مباحات میں بھی ہو جاتا ہے اور اگر "لہو" سے مراد فرضی طاعات و عبادات سے غافل کرنا ہے تو اس کے مراد لینے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں اور یہ بات بھی بیان فرمائی کہ ان آلات سے لہو کا زائل ہونا ممکن ہے اگر سارا ماحول ہی "لہو ولعب" پر ہو مثلاً ڈانس اور ناچ گانے کا پروگرام ہو تو اب نیتوں کا معاملہ مؤخر ہوگا کہ اگر سننے والا عشق الٰہی میں آنسو بہانا شروع کر دے تو یہ خاص اس کے حق میں جواز ہوگا ورنہ ماحول کے مطابق ناجائز اور اگر ماحول صوفیہ کرام اور دینی رجحان کے اعتبار سے ہے تو اب جو برے خیالات دل میں

جمائے بیٹھا ہو تو خاص اسی کے حق میں یہ ناجائز ہو گا بقیہ کے لیے جائز ہو گا۔ پھر صحابہ و تابعین اور ائمہ سلف صالحین اور فقہاء مجتہدین کے افعال و اقوال سے عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے جواز فراہم کیا ہے کیونکہ ان کا ہمہ حال ماحول خیر اور بہتر ہی تھا۔ ہمیں بھی تعصب کی دنیا سے نکل کر تحقیق کی دنیا میں آنا چاہیے۔

عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی اور قادری سلسلہ کے بزرگ ہیں لیکن تحقیقی دنیا میں تعصب سے پاک نظر رکھتے ہیں۔

فیصلہ ہفت مسئلہ سے سماع کی گفتگو:

دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل انبیٹھوی، قاسم نانوتوی وغیرہ کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ میں سماع سے متعلق رقمطراز ہیں:

"رہا مسئلہ سماع کا یہ بحث از بس طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے سماع محض میں بھی اختلاف ہے جس میں محققین کا یہ قول ہے کہ اگر شرائط جواز مجتمع ہوں اور عوارض مانعہ مرتفع ہوں تو جائز ورنہ ناجائز کما فصلہ الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ اور سماع بالالات میں بھی اختلاف ہے بعض لوگوں نے احادیث منع کی تاویلیں کی ہیں اور نظائر فقہیہ پیش کئے ہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سماع میں اس کا ذکر فرمایا ہے مگر آداب شرائط کا ہونا با جماع ضروری ہے جو اس وقت کثرت مجالس میں مفقود ہے مگر تاہم

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

بہر حال وہ احادیث خبر واحد ہیں اور محتمل تاویل گو تاویل بعید ہے اور غلبہ حال کا بھی احتمال موجود ہے ایسی حالت میں کسی پر اعتراض کرنا از بس دشوار ہے۔ مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا

کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخشد یا جاتا ہے اور زوائد امور فقیر کی عادت نہیں نہ کبھی سماع کا اتفاق ہوا نہ خالی نہ بالآت مگر دل سے اہل حال پر کبھی اعتراض نہ کیا ہاں جو محض ریاکار و مدعی ہو وہ برا مگر تعیین اس کی کہ فلاں شخص ریاکار ہے بلا حجت شرعیہ نادرست ہے اس میں بھی عملدرآمد فریقین کا یہی ہونا چاہیے جو اوپر مذکور ہوا کہ جو لوگ نہ کریں ان کو کمال اتباع سنت کا شائق سمجھیں جو کریں ان کو اہل محبت میں سے جانیں اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں جو عوام کے غلو ہوں ان کا لطف اور نرمی سے انسداد کریں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸۲، ۸۳ (بہ تحقیق محمد رضی عثمان) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

مجلس سماع کے لیے تین بنیادی شرطیں:

محکمہ اوقاف، مغربی پاکستان لاہور سے چھپے ہوئے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کے حاشیہ میں جناب شہید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

جن بزرگوں کے مسلک میں سماع جائز ہے، ان کے ہاں سالک مبتدی کو سماع میں شرکت کے لیے اجازتِ شیخ پہلی شرط ہے۔ کیونکہ سماع کس کے لیے مفید ہے تو کسی کے لیے سخت نقصان دہ ہے چشتیہ سلسلہ میں بھی عام اجازت ہے اس کے علاوہ مجلس سماع کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔ زمان، مکان، اخوان۔ جس کی مختصر تعریف یہ ہے۔

زمان: وقت ایسا ہو جبکہ دل یکسو ہو۔ سماع کے لیے اضطراب بڑھا ہوا ہو۔ اپنے مولیٰ کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے کی خواہش مجبور کر رہی ہو۔ کوئی ایسی وجہ نہ ہو کہ جس سے جمعیت خاطر کی پراگندگی کا اندیشہ ہو۔ نماز کا وقت نہ ہو۔

مکان: ایسی جگہ ہو جہاں ہم دوسروں کے لیے یا دوسرے ہمارے لیے تکلیف کا باعث نہ بن سکیں۔ عام راستہ نہ ہو بازار نہ ہو، تماشوں اور تفریح گاہوں کے میدان نہ ہوں۔ جگہ ایسی ہو کہ اہل سماع تمام شرائط کی پابندی بآسانی کر سکیں۔

اخوان: سماع میں شریک ہونے والے سب کے سب ہم مشرب، ہم مذاق اور ہم رنگ ہونے چاہئیں۔ وہ ایسے لوگ ہوں جو غلبہ نفسانی سے آزاد ہو چکے ہوں۔ تمام بری خصلتوں پر غلبہ حاصل کر چکے ہوں۔ نرے دنیادار، ریاکار، مغرور اور وجاہت ذاتی کے طلبگاروں کی ایسی مجلسوں میں کوئی گنجائش نہیں۔ صرف ایسے لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو متوجہ الی اللہ ہونے کی نیت سے باوضو آئے ہوں۔ ان کے سینوں میں کھوٹ نہ ہو۔ وہ ایسے بھائی ہوں جو انوار و معارف کے حاصل کرنے میں باہم شریک ہوں۔ اخوان کی شرط میں قوال بھی شریک ہیں قوال ذاکر و شاغل ہوں۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں حریص دنیا نہ ہوں۔ متقی اور پرہیزگار ہوں۔ اگر سماع کی کسی محفل میں مذکورہ بالا شرائط موجود نہ ہوں تو صوفیائے کرام کے نزدیک ایسے سماع میں شریک ہونا مناسب نہیں ہے۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ، محکمہ اوقاف، مغربی پاکستان لاہور، ص ۲۸ تا ۳۰)

امام شامی علیہ الرحمہ کا قوالی کے بارے حکمِ شرعی:

علامہ سید ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ رد المحتار علی الدر المختار معروف بہ فتاویٰ شامی' میں شیخ نابلسی علیہ الرحمہ کے موقف کی ہی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

أقول و هذا يفيد أن آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة ألا ترى ان ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة و حرم أخرى باختلاف النية بسماعها والأمور بمقاصدها و فيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها أمورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كى لا يحرم بركتهم فانهم السادات الأخيار أمدنا الله تعالى بإمداداتهم وأعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم

''میں کہتا ہوں یہ اضافت اس امر کا فائدہ دیتی ہے کہ'' آلۃ اللھو'' حرام لعینہ نہیں بلکہ لہو کے قصد و ارادہ کی وجہ سے حرام ہے خواہ یہ حرمت سماع آلات کی وجہ سے ہو یا اس میں مشغول ہونے کے سبب ہو اور اسی کے بارے اضافت اشارہ کر رہی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ بذاتہ ان آلات کو بجانا کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام کیونکہ اس کے سننے میں نیتیں مختلف ہوتی ہیں اور تمام امور کا حکم ان کے مقصد و نیت پر موقوف ہوتا ہے اور اس میں ہمارے ان سادات صوفیہ کرام کے لیے دلیل ہے جو ان کے سننے میں ایسے امور کا ارادہ کرتے ہیں جسے وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں۔ (اور یقیناً صوفیہ عظام کا قصد و ارادہ ستھرے ماحول کے باعث اچھا ہی ہے) سو معترض کو ان صوفیہ عظام (کی صالح حالت پر اعتراض کر کے) انکار کے درپے نہیں ہونا چاہیے تاکہ کہیں ان کی برکات سے محروم نہ ہو جائے، بیشک وہ ہمارے سردار اور چنیدہ شخصیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے کے ساتھ ہماری مدد فرمائے اور ہم پر اس شخصیت کا رجوع کروائے جس نے ان کی دعوات و برکات کے ساتھ مصالحت کی اور مستفیض ہوا ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۹ ص ۵۷۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کا یہ کلام اس مسئلہ میں سب سے آخر میں ہے اور آپ کا اپنا ذاتی عندیہ ''فتاویٰ شامی'' کا مطالعہ فرمانے والے علماء کرام بہ خوبی سمجھتے ہیں کہ آخر میں ہی ہوتا ہے۔

شرائط سماع:

اس سے قبل آپ ''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کے حوالے سے شرائط سماع اور صوفیہ کرام کے سماع سے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

ان كان السماع سماع القران والموعظة يجوز وان كان سماع

غناء فهو حرام بإجماع العلماء، ومن أباحه من الصوفية فلمن تخلى عن اللهو و تحلى بالتقوىٰ و احتاج إلى ذلك احتياج المريض إلى الدواء، وله شرائط ستة: أن لايكون فيهم أمرد، وأن تكون جماعتهم من جنسهم وأن تكون نية القول الإخلاص لاأخذ الأجر والطعام وأن لايجتمعوا لأجل طعام أوفتوح وأن لايقوموا إلا مغلوبين، وأن لايظهروا وجداً إلاصادقين، والحاصل: أنه لارخصة في السماع في زماننا؛ لأن الجنيد رحمه الله تعالىٰ تاب عن السماع في زمانه اھ

یعنی اگر سماع قرآن مجید اور وعظ کے سماع کی صورت میں ہو تو جائز ہے اور اگر غناء کا سماع ہے تو یہ اجماع علماء کرام حرام ہے اور صوفیہ کرام میں سے جس نے مباح قرار دیا تو وہ یقیناً لہو سے خالی ہونے اور تقویٰ وطہارت سے مزین ہونے کے ساتھ ہے اور اس کی طرف ان کی محتاجی ایسی ہے، جیسے دواء کی طرف مریض کی محتاجی ہوتی ہے۔ نیز سماع کی چھ شرائط ہیں۔(۱) محفل سماع میں کوئی امرد لڑکا نہ ہو۔(۲) محفل سماع میں لوگ ہم جنس اور ہم ذہن ہوں۔(۳) قول (کرنے والے) کی نیت اخلاص ہو کمائی اور کھانا مقصد نہ ہو۔(۴) سامعین کھانے کے لیے اکٹھے نہ ہوئے ہوں۔(۵) وجد اور مغلوب ہو کر ہی کھڑے ہوں۔ (۶) صادقین کے علاوہ کوئی اور اپنے وجد کو ظاہر نہ کرے۔ نتیجتاً یہ کہ ہمارے زمانے میں سماع کے اندر رخصت نہیں ہے کیونکہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے اپنے زمانہ میں سماع سے توبہ فرمائی تھی۔(فتاویٰ شامی ج ۹، ص ۵۷۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

''عوارف المعارف'' میں شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے ترک سماع کی وجہ نقل فرماتے ہیں:

قيل ان الجنيد ترك السماع فقيل له كنت تستمع فقال مع من

قیل له تسمع لنفسك فقال ممن؟ لانهم كانوا لايسمعون إلا من اهل مع أهل فلما فقد الاخوان ترك

یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے سماع چھوڑ دیا تھا ان سے عرض کی گئی آپ تو سماع فرماتے تھے (وجہ ترک کیا ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا کن لوگوں کے ساتھ ہو کر سنتا تھا۔ (یہ نہ دیکھا کرتے تھے) پھر ان سے کہا گیا آپ اپنی ذات کے لیے ہی سماع فرما لیا کریں۔ آپ نے فرمایا کس سے سنوں؟ کیونکہ وہ سماع صرف اہل سے اور اہل کے ساتھ ہو کر سنا کرتے تھے۔ پھر جب ایسے افراد ناپید ہو گئے تو آپ نے سماع چھوڑ دیا۔

(عوارف المعارف: الباب الثالث والعشرون، ص ۱۱۴ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ)

میرے نانا جان سیدی و مرشدی فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ مولانا میاں نذیر احمد نقشبندی مجددی مرتضائی علیہ الرحمہ کے خسر اور بزرگوار مناظر احناف استاذ العلماء خواجہ جہاں حضرت علامہ مولانا محمد عبد العزیز نقشبندی مجددی مرتضائی قصوری علیہ الرحمہ اپنی لاجواب کتاب "رمح الدیان لرجم العدوان" میں بدمذہبوں کا رد کرتے ہوئے **"سماع و غناء"** پر گفتگو کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

ہمارے مکرم و محترم جناب مولانا ملک حسن علی صاحب شرقپوری نے جو رقص و سرور کی حرمت حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس سے آپ کا استدلال صحیح نہیں، کیونکہ اس سے مراد مکار ملحد غیر شرع متصوفہ کا سرود و رقص ہے جو صوفیہ اہل حق کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔ ملک صاحب کی پیش کردہ عبارت میں حضرت امام ربانی غوث صمدانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے الفاظ صوفیائے خام ایں وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند، ہمارے دعوے کی دلیل ہیں۔ عبارت مذکورہ سے بتصریح ثابت ہے کہ آپ کا یہ ارشاد صوفیانِ خام کے رد میں

ہے۔اس عبارت سے کچھ اوپر اسی مکتوب شریف میں حسب ذیل ارشاد ہے:

احوال ومواجید کہ بر اسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات است چہ اہل استدراج رانیز احوال و اذواق دست می دہد کہ کشف توحید و مکاشفہ معائنہ در مرایاء صور عالم بظہور می آمد حکماء یونان و جوگیہ و براہمہ ہند دریں معنی شریک اند۔

ملک صاحب زاد عنایتہ نے اپنے ٹریکٹ میں اپنے مخالف عبارت کو چھوڑ دیا ہے مگر اپنی پہلی تصنیف حیات جاوید ص ۴۲ میں دیوبندی عقیدہ اختیار کرنے سے پہلے اس عبارت کا ترجمہ لکھا ہے جو ہم انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

وھو ھذا ”وہ احوال ومواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدارج کی قسم سے ہیں، کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال و اذواق حاصل ہوتے ہیں اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف وتوحید اور مکاشفہ ومعائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔اس امر میں حکماء یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے“۔

مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے ارشادات مذکورۃ الصدر سے بہ تصریح ثابت ہو گیا ہے کہ آپ سچا حال جو شریعت کے موافق ہو، اس کے قائل ہیں اور صوفی خام استدراجی غیر شرع جوگی شعبدہ بازوں برہمنوں کا رد فرما رہے ہیں۔نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ملک صاحب نے حضرت سید الطائفہ مجدد الف ثانی قدس سرہ کی پوری عبارت نقل نہیں کی اور اپنے مطلب کے خلاف جان کر کسی عبارت کو چھوڑنا از روئے علم مناظرہ اور شریعت اسلام جرم ہے۔علم مناظرہ کی مشہور درسی کتاب رشیدیہ میں ہے **النقل ھو الاتیان بقول الغیر علے ماھو علیہ بحسب المعنی**......الخ نقل قول غیر میں صرف تغیر الفاظ ہی جرم نہیں بلکہ تغیر معنی

اور تغیر ایراد بھی جرم ہے۔ مکتوبات شریف جلد ۱ ص ۳۶۷ مکتوب دویست و ہشتاد و پنجم ملاحظہ ہو جس سے ہم چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جن سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وجد نہ صرف حق بلکہ منتہیوں کو بھی ضروری ہے۔ ارشاد ہے آرے قسمے از منتہیا نند کہ سماع باوجود استمرار وقت ایشاں نیز نافع است۔ یعنی ایک قسم منتہیوں کو باوجود استمرار وقت کے بھی سماع نافع ہے بلکہ باوجود دوام وصل از برائے ترقی منازل وصول است از یں قبیل است۔ سماع و وجد منتہیاں وواصلاں آرے بعد از فنا و بقا ایشاں را ہر چند جذبہ عطا فرمائیند۔ لیکن چوں برودت قوت دارد جذبہ بہ تنہا در تحصیل ترقیات منازل عروج کفائت نمے کند محتاج بہ سماع می گردند پھر بفاصلہ چند سطور ارشاد ہے۔ سماع و رقص ہر چند نسبت بعضے منتہیاں نیز درکار است۔

تو جب سماع اور رقص حسب ارشادات مذکورۃ الصدر یعنی بعض منتہیوں کے لیے بھی ضروری اور باعث ترقیات منازل ہے تو حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ اس کی حرمت کا فتویٰ کس طرح دے سکتے تھے اور ناممکن ہے کہ حضورؒ کے کلام میں یہ تناقض ہو۔ مذکورۃ الصدر مکتوب میں آپ نے سماع و وجد کے احکام مفصل بیان فرمائے ہیں۔ مکتوب شریف طویل ہے لہٰذا ہم نے چند اقتباسات اور خلاصہ نقل کر دیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے اہل اللہ کی ہر جماعت مبتدی متوسط منتہی وغیرہ کے لیے سماع اور رقصا جس قدر مفید ہے بیان فرما دیا۔ یہ مکتوب شریف ص ۳۶۷ سے شروع ہو کر ص ۳۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ ہر صاحب انصاف پورا مکتوب شریف مطالعہ کر کے محترم ملک صاحب کی دیانت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ ملک صاحب نے جو عبارت مکتوب شریف کی پیش کی ہے۔ اس کا صحیح مطلب ہم بیان کر چکے ہیں۔ نیز اس میں جابجا غنا کی تردید ہے اور سماع و غنا کا فرق حضرت خواجہ فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کی کتاب اصول السماع میں

ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

سماع از روئے لغت و اصطلاح مغائر غنا است کہ غنا عبارت از شنیدن شعر ہائیکہ درذکر غوانی باشد باواز نیکو وغوانی زنانے ہستند کے بے پردہ باشد بہ سبب حسن از زینت پس سماع حرام نباشد بہ حرام شدن غنا زیرا کہ آں آمور قبیحہ در معنی غنا است و اگر بجائے سماع در عبارتے غنا واقع شدہ باشد و بالعکس درانجا معنی از قرینہ باشد کمالو قسم احدان لایاکل اللحم فاکل لحم السمک لایحنیث عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ فالسماع مطلق و الغناء مقید و المطلق خارج عن حکم المقید پس در کتب فقہ رد غنا عوام بدکاراں است۔

خلاصہ یہ کہ سماع از روئے لغت واصطلاح غنا کا غیر ہے، کیونکہ غنا ان اشعار کے سننے سے عبارت ہے جو غوانی عورتوں کی یاد میں ہوں اور غوانی وہ بدکار عورتیں ہیں جو بہ سبب حسن و جمال بے پردہ ہوں۔ پس غنا کے حرام ہونے سے سماع حرام نہ ہوگا اس لیے کہ وہ امور قبیحہ غنا کے معنی میں ہی ہیں اور اگر کسی عبارت میں بجائے سماع کے غنا یا بالعکس واقع ہو وہاں قرینہ کے لحاظ سے معنی لئے جائیں گے جیسے اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر مچھلی کا گوشت کھالے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حانث (قسم توڑنے والا) نہ ہوگا۔ پس سماع مطلق ہے اور غنا مقید ہے اور مطلق مقید کے حکم سے خارج ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی جو عبارت محترم ملک صاحب نے سنداً ارقام فرمائی ہے۔ اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں:

آیات واحادیث وروایات فقہیہ در حرمت غنا بسیار است............الخ

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس میں رد غنا مقید کا ہے نہ مطلق سماع کا اسی طرح الفاظ و از غنا نیز اجتناب ضروری است بھی اس دعویٰ پر روشن دلیل ہیں اگر کسی عبارت میں سماع بمعنی غنا یا بالعکس ہو تو وہاں بہ لحاظ قرینہ معنی متحقق ہوں گے۔ کما مر اسی تفریق کو ملحوظ رکھ کر صوفیائے کرام حلت سماع کے قائل ہیں۔ علامہ محقق عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمتہ ایضاع

الدلالات میں اسی تفریق کو بیان فرما کر رقمطراز ہیں: **ولسنا نحرم مطلق السماع** یعنی "ہم سماع مطلق کو حرام نہیں کہتے"۔ سماع مطلق از روئے لغت بھی غنا کے معنی سے تغایر رکھتا ہے، کیونکہ سماع عند البعض اسم جامد بمعنی مسرت اور عند الاکثر مصدر بمعنی شنیدن مفعول یعنی مسموع کے معنی میں مستعمل ہے۔ پس سماع لغتاً اصطلاحاً کسی طرح بھی غنا سے نسبت تساوی یا ترادف نہیں رکھتا۔ پس بہ قرائن مذکورہ بالا ثابت ہوگیا کہ سیدنا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی عبارات میں غنا ہی مراد ہے نہ مطلق سماع، رسالہ تحقیق السماع میں بھی بحوالہ قوت القلوب اسی طرح مرقوم ہے کہ جس نے مطلق سماع کو حرام کہا، اس نے ستر (۷۰) صدیقوں کا انکار کیا۔ اس کتاب پر بہت سے علماء اہل حق خصوصاً سید عبدالحق صاحب [1]

---

[1] سید عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ موصوف مسئلہ حیات اولیاء واستمداد وندا کے بھی قائل تھے۔ دیکھو اخبار الفقیہ امرت سر مجریہ ۲۲ راپریل ۱۹۲۲ء۔ افسوس آج اس بزرگ کی اولاد دیوبندیت کا شکار ہو چکی ہے، کتاب آفتاب صداقت مصنفہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی جو دیوبندیوں کے رد میں ہے اور اس میں دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے اس پر بھی سید عبدالحق شاہ صاحب کے تصدیقی دستخط ہیں۔ اسی طرح مولانا مولوی کرم الدین صاحب سکنہ بھین ضلع جہلم کی اولاد بھی دیوبندی ہوگئی ہے۔ موخر الذکر کے خلف الرشید نے تو یہ غضب کیا ہے کہ اپنے والد بزرگوار کی تصنیفات میں دست اندازی کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔ مولانا کرم الدین صاحب علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب آفتاب ہدایت انتساب طبع اول کے وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمتہ کے نام نامی سے کیا تھا۔ مگر مولانا مرحوم کے صاجزادہ مظہر حسین نے اپنی قلم سے یہ انتساب طبع ثالث کے وقت مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بنام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و ازواجہ وسلم کر دیا ہے اور نیچے اپنے والد مولانا کرم الدین علیہ الرحمتہ کا نام لکھ دیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ صاجزادہ صاحب عالم برزخ میں مولانا مرحوم کے پاس گئے یا مولانا مرحوم عالم دنیا میں آکر دستخط کر گئے۔ یہ ہر دو امر محال ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد صاجزادہ صاحب کی طرف سے اپنے والد بزرگوار پر کذب محض اور صریح افتراء و بہتان ہے۔ صاجزادے نے لکھا ہے کہ مولانا مرحوم آخر عمر میں دیوبندی ہو گئے تھے اور اکابر دیوبند سے حسن عقیدت ہوگئی تھی اور مولوی حسین احمد مدنی سے بذریعہ درخواست غائبانہ بیعت کی درخواست کی۔ جواب آیا کہ آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ >>> (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

قصوری کوٹ مراد خان کے بھی دستخط ہیں۔

کتاب تحقیق الوجد مصنفہ حضرت خواجہ عالم پیر نور محمد فنافی الرسول رضی اللہ عنہ میں مسئلہ وجد و سماع بدلائل قاہرہ قرآن و حدیث و اقوال صوفیہ کرام ثابت کیا گیا ہے۔ طبع اول و طبع ثانی کے وقت کتاب مذکور ملک صاحب کو بھیج دی گئی ہے۔ ہم ملک صاحب کی خدمت میں پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اگر ہمت ہے تو اس کا جواب لکھیں۔ کتاب مذکور میں ملک صاحب کی ہر دو پیش کردہ دلیل کا مفصل جواب ہے۔ مگر افسوس کہ ملک صاحب ہر کتاب سے اپنے موافق عبارت پیش کر کے مخالف حصہ چھوڑ دیتے ہیں، یہ انصاف نہیں، بلکہ انصاف کا خون ہے۔ ملک صاحب نے اپنی کتاب حیات جاوید میں بھی حرمت سماع پر جو حوالے دیے ہیں ان میں غنا موجود ہے نہ کہ سماع مطلق بلا مزامیر قاعدہ ہے کہ جو لفظ از روئے لغت یا شرع معانی متعددہ میں مستعمل ہو۔ اس کی تقسیم کر کے ہر ایک قسم کا حکم الگ الگ بیان کرنا چاہیے تاکہ مضمون غلط مبحث سے مبرا ہو۔ مثلاً شرعی اصطلاح میں لفظ طہارت جو شرعاً معانی متعددہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب اس کی تفصیل سنیے:

۱) مسلمان بمقابلہ مشرک انما المشرکون نجس (التوبۃ:۲۸)

۲) جنب سے طہارت وان کنتم جنبا فاطھروا (المائدہ:۶)

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) >>> پر عمل کریں۔ اس کے بعد جلد ہی آپ کا انتقال ہو گیا وغیرہ۔ یہ جو کچھ صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی تردید کی ضرورت نہیں۔ فقیر کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عالم پیر نور محمد فنافی الرسول رضی اللہ عنہ اور مولانا کرم الدین مرحوم مولانا معوان حسین صاحب رام پوری مولانا محمود گنجوی انجمن معین الاسلام اور انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور وغیرہ کے جلسوں میں رافضیت، وہابیت، دیوبندیت، مرزائیت کی تردید فرماتے رہے۔ آخر عمر تک ملاقاتیں ہوئیں۔ دیوبندی عقیدہ سے آپ کو کلی نفرت تھی۔ آپ کے صاحبزادہ صاحب اگر سچے ہیں تو آپ کے عقیدہ کی تبدیلی پر آپ کی کوئی تحریر پیش کریں۔ ورنہ یہ ان کا افترا اپنے والد ماجد پر کذب صریح ہے۔ ہمارے پاس مولانا مرحوم کے تحریری ثبوت موجود ہیں۔ (۱۲ منہ)

۳) حدث سے طہارت پر یعنی وضو۔

۴) نجاست حقیقۃ مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ سے طہارت پر۔

اب اگر کوئی شخص اس لفظ کی تقسیم کیے بغیر یہ دعویٰ کرے کہ مومن مسلمان کو بہ سبب اسلام کے بحکم حدیث المومن لا ینجبس طہارت حاصل ہے لہٰذا اس کو غسل و وضو کرنے کی حاجت نہیں تو ایسا شخص بے انصاف ہے، کیونکہ اس نے غلط مبحث کیا۔ اس کو چاہیے تھا کہ پہلے لفظ طہارت کی تقسیم کرتا۔ اس کے بعد اپنے دعویٰ کی تعیین کرتا تاکہ تقریب تام ہوتی۔

دوسری مثال لفظ امام ہے جو از روئے شریعت چار قسم ہے:

۱) نبی کے لیے انی جاعلك للناس اماما (البقرہ:۱۲۴)

۲) غیر نبی رہنما کے لیے واجعلنا للمتقین اماما۔

۳) امیر المومنین کے لیے الامام جنۃ یقاتل من ورائہ (الحدیث)

۴) امام نماز اجعلوا ائمتکم خیارکم (الحدیث)

تیسری مثال عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے انجیل کی تصدیق کی ہے، پھر تم اس کی تکذیب کیوں کرتے ہو۔ ہمارا جواب ہے کہ وہ انجیل مسیحی تھی، نہ انجیل متی وغیرہ۔ پس تمہارے دعوے میں تقریب تام (ایسی طرز دلیل سے بات کرنی جو مطلب کو لازم ہو جائے) نہیں اور منافی تقریب تام ہے۔ تفصیل مذکور میں بہت فوائد ہیں لہٰذا اس کو امثلہ واضحہ سے بیان کر دیا گیا۔ امید ہے، ہمارے مقابل آئندہ اس علمی اصول کی پابندی کریں گے۔

(رمح الدیان لرجم العدوان، ص ۱۱تا ۱۷ مطبوعہ تنظیم علماء مرتضائیہ عثمان گنج لاہور)

مناظر اہلسنت و جماعت ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر صاحب علیہ الرحمہ (رئیس بھین۔ ضلع جہلم) کے بارے میں آج کل کے دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ مولانا کرم الدین پیر علیہ الرحمہ ہمارے دیوبندی بھائی تھے۔اس کارد "رح الدیان" کے حاشیہ میں خواجہ جہاں علیہ الرحمہ نے فرما دیا ہے اور ہمارے موجودہ دور کے متحرک ساتھی محترم میثم عباس رضوی قادری صاحب نے "آفتاب ہدایت" کے شروع میں تفصیلاً گفتگو کر کے ثابت کیا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ پکے سنی حنفی تھے، دیوبندی نہ تھے بلکہ عقائد دیوبند سے انہیں کلی نفرت تھی۔چونکہ آپ ایک قابل استناد شخصیت ہیں اس واسطے آپ کے حوالے سے "سماع" کے متعلق لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ "سماع وغناء" پر گفتگو کرتے ہوئے "ھدیۃ الاصفیاء فی مسلۃ سماع الصلحاء" میں پیر ظہور کارد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

پیر صاحب کا استدلال

پیر صاحب نے استدلال میں اولاً تین آیات قرآن پیش کی ہیں۔ پہلی آیت وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ پارہ پندرہ، سورہ بنی اسرائیل۔ دوسری آیت وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ پارہ ۱۹ سورہ فرقان۔تیسری آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ پارہ ۲۱ سورہ لقمان۔

آپ کہتے ہیں کہ آیت اولیٰ میں صوت شیطان سے مراد غناء و مزامیر ہیں۔ دوسری آیت میں "زُوْر" سے مراد مجلس غناء اور تیسری آیت میں لہو الحدیث غناء ہے۔سو ظاہر ہے کہ نفس آیات ثلثہ میں غناء یا مجلس غناء یا مزامیر کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی قرآن کریم کی کسی آیت سے حرمت غناء کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

پہلی دو آیتوں میں مزامیر یا غناء کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔نہ کسی ترجمہ کرنے

والے نے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہلی آیت میں حق تعالیٰ شیطان لعین کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ تو اپنی ساری طاقت بھی باتوں سے ان کو بہکانے پر خرچ کر دے۔ اپنی ساری فوج سوار و پیادہ بھی امداد کے لیے لے آئے۔ ان کے اموال و اولاد میں بھی شرکت کر لے۔ ان سے جھوٹے وعدے بھی کر لے، جو سراسر مکر و فریب ہوتے ہیں۔ میرے پاک بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چل سکتا۔

اس آیت میں صوت الشیطان سے مراد غناء و مزامیر لینا اس روشنی کے زمانہ میں جگ ہنسائی کرانا ہے۔ کیا شیطان طبلہ و سارنگی لئے ہر ایک بندے کے پیچھے دوڑا پھرتا ہے کہ میرا راگ منکر مست ہو کر میرے تابع حکم ہو جاؤ۔ اگر جیسا کہ پیر ظہور فرماتے ہیں صوت شیطان سے مراد سماع ہی ہے تو پھر تو شیطان کہہ سکتا ہے کہ میرا داؤ بڑے بڑے عباد صلحین (مشائخ کرام) پر چل گیا۔ جو سماع کو اپنا معمول سمجھتے ہیں۔ پھر قول رحمان اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر: ۴۲) کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پیر جی عقل بڑی یا بھینس۔ کیا ایسی بے تکی ٹانکنا اپنی علمی پردہ دری کرانا نہیں ہے۔ اس وقت قرآن کریم کے تین ترجمے میرے پاس موجود ہیں سنئے مولوی حافظ نذیر احمد دہلوی نے آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ان میں سے جسے اپنی (چکنی چپڑی) باتوں سے (بہکاتے) بن پڑے بہکا۔" مولینا فتح تائب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔" ہلا دے جسے ہلا سکے ان میں سے اپنی آواز سے۔" مولنا شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ہے اور بہکا جس کو بہکا سکے ان میں سے ساتھ اپنی آواز کے۔" تعجب ہے کہ کسی ترجمہ کرنے والے کو پیر ظہور والی بات نہ سوجھی کہ خلوط وحدانی میں ہی (غناء و مزامیر سے) لکھ دیتے۔

لو اب میں ایک مستند تفسیر بیضاوی کی عبارت ہی لکھ دوں **واستفزز واستخف من استطعت منهم ان تستفزه بصوتك بدعائك الى الفساد** کیا قاضی

بیضاوی کو پیر ظہور جتنا فہم و ادراک نہ تھا کہ وہ بصوتك کی تفسیر میں بالغناء و المزامیر لکھ دیتے۔ ایسا ہی آیت وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان: ۷۲) کو بھی اس مسئلہ سے مطلق لگاؤ نہیں ہے۔ مترجمین اور مفسرین نے لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ سے مراد وہی لوگ رکھے ہیں جو جھوٹی گواہی نہ دیں۔ (دیکھو ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی)

تفسیر بیضاوی ص ۱۰۳ میں ہے والذین لایشهدون الزور۔ اے لا یقیمون الشهادة الباطلة اولا یحضرون محاضر الکذب فان مشاهدة الباطل شرکة فیه قاضی بیضاوی کو یہاں بھی شہادۃ الزور کی تفسیر غناء و مزامیر نہ سوجھی۔ بھلا شہادۃ الزور اور غناء مزامیر میں کیا نسبت۔ کیا یہ تفسیر بالرای نہیں۔ تیسری آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ پارہ ۲۱ سورہ لقمان پیر صاحب کہتے ہیں کہ لہو الحدیث سے مراد بھی غناء و مزامیر ہیں سو اس آیت میں بھی غناء و مزامیر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے لهو الحدیث ما یلهی عما یعنی کالاحادیث التی لا اصل لها والاساطیر التی لا اعتبار فیها و المضاحیك وفضول الکلام والاضافة بمعنی من وهی تبیینیة ان اراد بالحدیث المنکر و تبعیضیة ان اراد به الاعم منه وقیل نزلت فی النضر ابن الحارث اشترے کتب الاعاجم وکان یحدث بها قریشا و یقول ان کان محمد یحدثکم بحدیث عاد و ثمود فانا احدثکم بحدیث رستم واسفندیار والاکاسرة وقیل کان یشتری القیان ویحملهن علی معاشرة من اراد الاسلام و منعه عنه (ترجمہ) لہو الحدیث سے مراد لایعنی باتیں ہیں ایسی باتیں جن کی کوئی اصل نہیں اور ایسی کہانیاں جس کا کوئی اعتبار نہیں اور ہنسی مخول کی باتیں اور لغو الکلام۔

بعض نے کہا ہے کہ آیت نضر ابن حارث کے بارہ میں نازل ہوئی جو عجمیوں کی کتابیں خرید کر قریش کو قصے سناتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر حضرت محمد (ﷺ) تمہیں عاد و ثمود کے قصے سناتا ہے تو میں تمہیں رستم و اسفند یار وغیرہ سلاطین کی حکائتیں سناتا ہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ گانیوالی لونڈیاں خرید کر ان کو کہتا کہ اسلام لانے کا جو ارادہ کریں ان سے صحبت کر کے اسلام سے روکیں (ایسا ہی دیگر تفاسیر خازن وغیرہ نے بھی لکھا ہے) ایسی آیت جس کے کئی احتمال بیان ہوئے ہیں معرض استدلال میں پیش نہیں ہو سکتی۔ بعض نے لہو الحدیث سے مطلق لغو اور فضول لایعنی باتیں مراد لی ہیں۔ بعض نے نضر بن حارث کے قصے کہانیاں مراد رکھی ہیں اور کسی نے لونڈیاں گانیوالیاں جو نضر بن حارث نے خرید کی تھیں قرار دی ہیں۔ پھر اس سے صرف غناء مزامیر مراد رکھنا پیر ظہور کی نافہمی ہے۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ نضر بن حارث کی خرید کردہ گانے والی لونڈیوں کی طرح رنڈیوں کا گانا سننا بالاتفاق حرام ہے۔ کلام تو اس میں ہے کہ مجلس صلحاء میں جیسا کہ اعراس پر ہوتا ہے۔ پہلے تلاوت قرآن کریم ہوتی ہے۔ پھر نعتیہ اشعار اور اولیاء کرام کے اوصاف اور عشق الٰہی کے بھڑکانے والی غزلیں پڑھی جاتی ہیں، اس میں کیا قباحت ہے۔ یہ اس آیت کا مصداق کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس میں اضلال عن سبیل اللہ یا استہزاء وغیرہ کا کہاں وجود ہے۔ فقہاء کی اس تصریح سے ہم بھی متفق ہیں کہ مجلس فساق میں فحش گیت، عورتوں کے خدوخال کی تعریف یا عشقیہ اور مذاقیہ غزلیات بالخصوص رنڈیوں یا امردوں کے منہ سے سننا بالکل حرام ہے۔ جہاں کہیں فقہ و حدیث کی کتابوں میں حرمت غناء کا ذکر آتا ہے اس سے مراد اس قسم کا غناء ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کا گانا بجائے خود نامحرموں کی مجلس میں اونکو آکر بیٹھنا یا اون سے مردوں کا اختلاط بھی سخت ممنوع ہے۔ لیکن اس سے جناب پیر ظہور مانع بھی نہیں ہوتے بلکہ حسین عورتیں خلوت اور جلوت میں پیر صاحب کی مجلس کی زینت رہتی ہیں اور تنہائی میں ان کو تلقین کی جاتی ہے۔ پیر صاحب اگر پیر فرتوت ہوتے یا بوڑھی

عورتیں آپ کے پاس آکر مستفیض ہوتیں تو اور بات تھی۔ ماشاء اللہ آپ بھی حسین جوان اور عورتیں بھی بالعموم حسن کی دیویاں ہوتی ہیں۔ پھر اگر لیضل عن سبیل اللہ اور یتخذھا ھزوا کا یہاں مضمون صادق آجائے تو جائے تعجب نہیں ہے۔ میں پیر صاحب کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان غارتگران دین حسین عورتوں کی مخالطت سے مطلق پرہیز کریں۔ پھر اگر کوئی شخص آپ کے وعظ و بیان اور تبلیغ و تذکیر پر معترض ہو تو اس کی جواب دہی میرے ذمہ ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ

احادیث سے استدلال

آیات کا جواب تو ہو چکا۔ پیر جی نے استدلال میں چند احادیث بھی پیش کی ہیں۔ ان کا جواب بھی سن لیجیے۔

پہلی حدیث عن ابی عامر و ابی مالک الاشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیکونن من امتی أقوام یستحلون الخز والحریر و الخمر والمعازف الخ (بخاری) یعنی حضور نے فرمایا کہ میری امت سے ایسی اقوام ہوں گی جو ریشم، شراب اور معازف کو حلال سمجھیں گی۔ حالانکہ وہ حرام ہیں۔ وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے کہ المعازف کا الف لام استغراقیہ ہے جس سے جمیع اقسام معازف کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پیر جی چونکہ علم نحو سے نابلد ہیں انہوں نے استدلال میں یہ نہیں کہا لیکن رسالہ خیر النواہی میں اس کا ذکر ہے۔ سو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ الخز الخمر، المعازف کا لام استغراقی قرار دیں گے تو معنی صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ ریشم کا استعمال بالعموم حرام نہیں ہے بلکہ عورتوں کے لیے مباح، مردوں کے لیے جہاد میں اس کا استعمال جائز ہے۔ نیز اگر کسی کپڑے کا علم ریشم کا ہو تو بقدر اربع اصابع جائز ہے۔ ایسا ہی اگر تانا ریشم اور بانا سوت کا ہو تو بھی مباح ہے۔ ایسا ہی صاحب قبلہ کے لیے بھی مباح ہے۔ ایسا ہی

المعازف کالام بھی استغراق کا فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ معازف میں دف بھی داخل ہے اور وہ اعلان نکاح کے لیے بالاتفاق مباح ہے۔ ایسا ہی غازیوں کے ابھارنے کے لیے ڈھول، باجا بجایا جاسکتا ہے تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ المعازف سے مراد خاص معازف ہیں۔ جن کا استعمال مجلس فساق میں ہو اور فحش گیت اور عشقیہ مذاقیہ غزلیں گائی جائیں یا عورتوں کی زبانی گیت سنے جائیں۔ سو ایسے معازف ہمارے نزدیک بھی حرام ہیں۔ البتہ جو قوالی اور نعت خوانی مجلس اولیاء و اصفیاء میں ہوتی ہے جس میں خدا اور رسول کی تعریف اور اولیاء و صلحاء کے محاسن اور عشق الٰہی کے جذبات بڑھانے کے لیے اشعار پڑھے جاتے ہیں یہ ہرگز ممنوع نہیں ہے۔ کماسیاتی ذکرہ۔ علاوہ ازیں نقاد فن حدیث نے اس حدیث پر جرح کرکے اس کو منقطع قرار دیا ہے، جو قابل حجت نہیں ہوتی۔ والجرح مقدم علی التعدیل۔ دوسری حدیث ترمذی میں ہے تکون فی امتی خسف و مسخ اذا ظھرت القینات والمعازف (ترجمہ) میری امت میں بعض لوگ زمین میں دھنس جائیں گے اور بعض کی شکلیں مسخ ہو جائیں گی۔ یہ اس وقت ہوگا جبکہ گانے والی عورتیں آلات لہو (باجا وغیرہ) سے گانا کریں گی۔ سو اس حدیث میں اس غناء کی حرمت بیان کی گئی ہے جو مغنیہ عورتوں سے سنا جائے اس کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

تیسری حدیث سنن ابوداود میں ہے عن نافع قال سمع ابن عمر مزماراً فوضع اصبعیہ فی اذنیہ و نای عن الطریق و قال یانافع ھل تسمع شیئا فقلت لا فوضع اصبعیہ عن اذنیہ وقال کنت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فسمع مثلھا فصنع مثل ھذا (ترجمہ) نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بنسری کی آواز سنی اور اپنے دونوں کانوں میں انگلی کرلی۔ اور راستہ چھوڑ دیا اور کہا اے نافع کیا اب بھی آواز سنائی دیتی ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر آپ

نے انگلیاں نکال لیں اور فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے اسی طرح آواز سنی اور ایسا ہی کیا۔

پیر ظہور نے مزمار کا معنی بنسری کیا ہے۔ حالانکہ مزمار ساز کو کہتے ہیں کوئی ہو۔ اس سے بھی جمیع مزامیر کی نہی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مزمار میں دف بھی داخل ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دف کی آواز سنی کانوں میں انگلیاں نہیں رکھیں بلکہ اس کے بجانے کی اجازت بھی دی۔ سو یہ مزمار کوئی جاہلیت کا مزمار ہوگا جس پر گانے والا جاہلیت کے فحاش گیت گا رہا ہوگا۔ اس لیے آپ نے اس کے سننے سے کراہت فرمائی۔ سو ایسے مزامیر اور ایسی غناء کی حرمت کے ہم بھی قائل ہیں۔

علاوہ ازیں جیسا کہ کیمیائے سعادت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کانوں میں انگلیاں کر لینا اس وجہ سے بھی ہوسکتا ہے کہ حضور والا پر اس وقت کوئی عظیم الشان حالت (استغرق) طاری ہو اور مزمار کا شور اس کا مخل ہو ورنہ حضور علیہ السلام کا ابن عمرؓ کو اس کی آواز سنتے رہنے کی اجازت دینا صاف دلیل ہے کہ اس کا سننا ممنوع نہ تھا۔ ورنہ ایک صحابی کو ممنوع مزمار کی آواز سننے کی اجازت دینا شانِ رسالت کے منافی ہے۔ اس واقعہ کو حضرت امام شافعیؒ نے مزامیر کی آواز سننے کی حلت کی دلیل قرار دیا ہے۔ (دیکھو کیمیائے سعادت)

چوتھی حدیث سنن ابن ماجہ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا یعزف علی رؤسھم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بھم الارض و یجعل منھم القردۃ والخنازیر (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے البتہ ضرور ہے میری امت میں سے لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ اور رکھ دیں گے اور ان کے روبرو آلات لہو (باجا طبلہ، سارنگی وغیرہ) بجائے جائیں گے اور گانے والی عورتیں ان کے سامنے

گائیں گی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ زیر زمین غرق کرے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنائے گا۔

اس حدیث میں بھی اس گانے بجانے کا ذکر ہے جو عورتوں کے گانے میں ہوتا ہے یہی مضمون حدیث نمبر ۲ کا ہے۔ سو ایسے گانے بجانے کی حرمت میں کوئی کلام نہیں ہے۔

اب احادیث کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا اب فتاویٰ کی باری آتی ہے۔ پیر ظہور نے استدلال میں عبارت درمختار اور شامی کی نقل کی ہے ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلا اذنهم لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات قلت وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوة والسلام ادخل اصبعیه فی اذنیه (درمختار) میں کہتا ہوں کہ پیر ظہور ایسی عبارات کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیا ان الملاهی کلها حرام سے آپ یہ سمجھے ہیں کہ تمام کھیلیں حرام ہیں۔ آپ نے یہ عبارت درمختار سے نقل نہیں کی نہ آپ نے درمختار یا شامی خواب میں بھی دیکھی ہوگی۔ ورنہ اس عبارت کے اخیر میں لقوله علیه الصلوة والسلام ادخل اصبعیه فی اذنیه تحریر کرکے اپنی لاعلمی کا پردہ فاش نہ کرتے اصل عبارت میں بجائے ادخل اصبعیہ الی آخرہ کے استماع الملاهی معصیة درج ہے نیز اسی موقع پر علامہ شامی نے تصریح کردی ہے کہ تین کھیلیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ قال علیه السلام لهو المومن باطل الا فی ثلث تادیبه فرسه وفی روایة ملاعبته بفرسه ورمیه بقوسه وملاعبته مع اهله (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام کھیلیں باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے۔ (۱) شاہسواری کا کھیل (۲) تیراندازی کا کھیل (۳) اپنی عورت سے دل لگی۔ ایسا ہی اسی موقعہ پر علامہ شامی

نے بعض غناء بھی مستثنٰی کر دیئے ہیں۔ حیث قال۔ وقیل ان تغنی یستقیم نظم القوافی و یصیر فصیح اللسان لاباس بہ وقیل ان تغنی وحدہ لنفسہ لدفع الوحشۃ لا باس بہ (ترجمہ) کہا گیا ہے کہ اگر اس غرض سے گانا کرے کہ قوافی درست طور پر ادا ہوں اور اس کی فصاحت لسانی ثابت ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تنہائی میں دفع وحشت کے لیے گانا کرے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں پیر ظہور نے اگر اصلی کتاب شامی دیکھی ہوتی تو ان کو معلوم ہو سکتا کہ کونسا سماع ناجائز اور کون سا جائز ہے۔ چنانچہ شامی ص ۲۴۳ جلد ۵ میں تصریح ہے قال فی التتارخانیۃ قراءۃ الاشعار ان لم یکن فیھا ذکر الفسق والغلام و نحوہ لاتکرہ وفی الظھیریۃ قیل معنی الکراھۃ فی الشعر ان یشتغل الانسان عن الذکر والقراءۃ والا فلا باس بہ الا وقال فی تبیین المحارم واعلم ان ما کان حراما من اشعر ما فیہ فحش او ھجو مسلم او کذب علی اللہ تعالی ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوعلی الصحابۃ اوتزکیۃ النفس اوالکذب اوالتفاخر المذموم او القدح فی الانسان و کذا ما فیہ وصف امرد اوامرأۃ بعینھما اذا کانا حیین فانہ لا یجوز وصف امرأۃ معینۃ حیۃ ولا وصف امرد حی حسن الوجہ بین یدی الرجال (ترجمہ) تتارخانیہ میں ہے کہ اشعار کا پڑھنا اگر ان میں فحش نہ ہو یا کسی لڑکے کے حسن کی تعریف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ کراہت فی الشعر کا یہ مطلب ہے کہ یہ شعر خوانی اسکو ذکر اور تلاوت قرآن سے روک دے۔ ایسا نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور تبیین المحارم میں ہے کہ حرام شعر وہ ہے جس میں فحش ہو یا کسی مسلمان کی ہجو ہو یا خدا تعالیٰ پر افتراء ہو۔ یا رسول خدا یا صحابہ کرام پر یا جھوٹ ہو یا مذموم تفاخر ہو یا کسی انسان کی عیب گیری ہو یا کسی امرد معین

زندہ کی یا عورت معینہ زندہ کی مردوں کے سامنے وصف وثنا کی جائے۔

سو پیر جی سماع حرام اس قسم کے اشعار کا سننا سنانا ہے جس کو آپ نے مطلق سماع سمجھ رکھا ہے ایسے سماع کو ہم بھی حرام کہتے ہیں لیکن سماع جو مجالس صوفیہ کرام میں ہوتا ہے اس قسم کا نہیں ہوتا بلکہ اس میں خدا و رسول کی تعریف اولیاء کرام کی مدح وثناء عشق حقیقی کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس کو کون حرام کہتا ہے۔

پیر ظہور نے اس موقعہ پر شامی کی یہ عبارت بھی لکھی ہے قال الشارح زاد فی الجوھرۃ ومایفعلہ متصوفۃ زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیہ الخ سو اس عبارت سے صوفیہ کے سماع کی ممانعت نہیں ہے بلکہ متصوفہ کی جو نقلی فقیر ملنگ دھڑنگ داڑوں اور تکیوں میں بیٹھ کر تبرابازی یا بکواس کیا کرتے ہیں سو ایسے سماع کو ہم بھی سخت حرام اور برا کہتے ہیں۔ البتہ اصلی صوفیہ کرام کے سماع کو برا کہنا لاعلمی کی دلیل ہے۔ دیکھو اس کے متعلق فاضل شامی یوں تحریر فرماتے ہیں الاتری ان ضرب تلک الالۃ بعینھا حل تارۃ وحرم اخری باختلاف النیۃ والامور بمقاصدھا وفیہ دلیل لساداتنا الصوفیۃ الذین یقصدون بسماعھا امورا ھم اعلم بھا فلا یبادر المعترض بالانکار کیلا یحرم برکتھم فانھم السادات الاصفیاء امدنا اللہ تعالی بامداداتھم واعاد علینا من صالح دعواتھم (ترجمہ) تم دیکھتے نہیں کہ نوبت ونقارہ کا بجانا کبھی حلال ہوتا ہے کبھی حرام۔ بسبب اختلاف نیت اور مقاصد کے اور اس میں دلیل ہے ہمارے صوفیہ عظام کی جن کا مقصود امور اہم ہوتے ہیں۔ پھر معترض کو انکار کی جرأت نہ کرنا چاہیے تاکہ ان پاک نفوس کی برکت سے حرمان نہ ہو کیونکہ وہ ہمارے بزرگان دین ہیں۔ اللہ تعالی ان کی امدادات اور صالح دعوات سے ہماری امداد فرمائے۔

دیکھا پیر صاحب علامہ شامی نے کس وضاحت سے صوفیائے عظام اور مشائخ کرام پر نکتہ چینی اور اعتراض کرنے سے روکا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ایسے معترض ان کی برکات اور دعوات سے محروم رہتے ہیں

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطف رب

اگر پیر ظہور میں کچھ انصاف کا مادہ ہے تو اس تحقیق سے ان کی تسلی ہوگئی ہوگی اور آئندہ ان پاک نفوس (مشائخ کرام) کے افعال و اقوال پر ایسی لایعنی اور بیجا نکتہ چینی سے باز آکر اپنی عاقبت درست کریں گے۔ کیا آپ نے خواجہ حافظ کا یہ شعر نہیں سنا ہے

بمئے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

سنا گیا ہے کہ پیر ظہور اپنی مجالس وعظ میں غنیۃ الطالبین کی ایک عبارت کا حوالہ دے کر اپنے مریدوں پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر بھی کس صراحت سے حرمت غناء و مزامیر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ عبارت یوں ہے فان حضر منکر کالطبل والمزمار والعود والشاهين والرباب والمعازف والطنابير والشبن والشابة والجعران الذى يلعب بها الترك لايجلس هناك لان جميع ذلك محرم۔ یعنی جہاں کوئی بری چیز ڈھول، مزمار، عود، شاہین، رباب و دیگر آلات سرود و طنبور وغیرہ ہوں جو ترک لوگ بوقت لعب استعمال کرتے ہیں۔ ایسی مجلس میں بیٹھنا بھی نہ چاہیے کیونکہ یہ جملہ مزامیر حرام ہیں۔

سو واضح ہو کہ کتب فقہ اور اقوال و افعال صحابہ و تابعین وغیرہم سے ثابت ہے کہ خاص حالات میں خاص اغراض سے مجالس صلحاء میں بعض مزامیر استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔

دف کا بجانا حضور علیہ السلام کے روبرو نذر ماننے والی عورت سے جس نے نذر مانی تھی کہ میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کے سر پر دف بجاؤں گی اور حضور نے اجازت فرمائی تھی حدیث سے ثابت ہے۔ایسا ہی اعلنوا بالدف والی حدیث سے بھی اعلان نکاح کے لیے دف بجانا جائز ہے۔فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ طبل غزاۃ طبل قافلہ طبل العرس سب جائز ہیں (کما سیأتی) ایسا ہی دیگر بعض مزامیر کا سننا بھی بعض صحابہ کبار اور علماء نامدار سے ثابت ہے۔پھر اس عبارت سے سوائے اس کے کیا مراد ہو سکتی ہے کہ یہ سب چیزیں جب کہ بطور لہو ولعب ہوں (جیسا کہ الذی یلعب بہا الترك میں صریح اشارہ ہے) یا مجلس فساق میں فحش گیتوں کے وقت استعمال کئے جائیں حرام ہیں۔اس کے ہم بھی قائل ہیں اور فقہاء نے بھی اس کے ممانعت بیان کی ہے۔پھر پیر ظہور کی یہ دلیل بھی باقی دلیلوں کی طرح ہباءً منثوراً ہو جاتی ہے۔

اب پیر جی کے دلائل کا حشر ہو چکا ہے اور ان کے سارے دلائل کی کافی تردید ہو چکی ہے۔ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی دلیل باقی نہیں ہے۔البتہ رسالہ خیر النواہی میں اس مسئلہ پر کافی بحث کی گئی ہے اور دلائل مذکورہ کے علاوہ اور دلائل بھی اس میں بیان کئے گئے ہیں۔چونکہ ان کی تردید رسالہ ضیاء شمس الانوار میں کافی سے زیادہ موجود ہے۔اس لیے یہاں ان کے دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے من شآء فلیرجع الیہ۔

جوازسماع کے دلائل

اب ہم پیر ظہور صاحب کو دلائل جواز غناء سنائیں تاکہ ان کو تصویر کا دوسرا رخ بھی نظر آجائے۔ واضح ہو کہ اسی مسئلہ پر جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور امام محمد غزالی رحمہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کافی روشنی ڈالی ہے۔محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ناقہ پر سوار

ہو کر قرآن کریم کی تلاوت ترجیع کے ساتھ فرمائی۔ ترجیع کا معنی ہے قرآن کریم کو خوش الحانی سے راگ میں پڑھنا۔ نیز احادیث ذیل سے تغنی بالقرآن کی ترغیب ثابت ہوتی ہے۔ زینوا القران باصواتکم یعنی قرآن کی زینت اپنی خوش الحانی سے بڑھاؤ۔ یہی غنا رہے (۲) حدیث میں ہے لیس منامن لم یتغن بالقران۔ یعنی جو قرآن کو حسن صوت راگ کے بغیر پڑھے وہ ہم سے نہیں ہے۔ اس حدیث کو علامہ شامی نے ردالمحتار میں بھی ذکر کیا ہے (۳) لکل شی حلیۃ وحلیۃ القران حسن الصوت۔ ہر ایک چیز کے لئے زیور ہے اور قرآن کا زیور خوش الحانی ہے (۴) ایک رات ابوموسیٰ اشعری قرآن کریم کی تلاوت خوش الحانی سے کر رہے تھے۔ حضور علیہ السلام خوش ہو کر سنتے رہے اور ان کے حق میں فرمایا اعطی مزمارا من مزامیر ال داود یعنی ابوموسیٰ کو مزامیر ال داود سے حصہ ملا ہے۔

احادیث بالا سے سماع کا جواز ثابت ہے اس کو جواز غناء کی پہلی دلیل سمجھنا چاہیے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے ربیع بنت معوذ سے روایت کیا ہے کہ جب میری شادی ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ اسی اثناء میں دو لڑکیاں آکر دف بجانے لگیں اور شہداء بدر کے محاسن گانے شروع کئے۔ ان میں ایک مصرع یہ بھی آگیا۔ وفینا نبی یعلم مافی الغد۔ آپ نے فرمایا کہ اس لفظ کو چھوڑ دو اور پہلا مضمون گاتی ہو۔

تیسری دلیل امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک لڑکی کی شادی ایک انصاری سے ہوئی آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ لہو یعنی گانا بجانا کیوں نہیں کیونکہ انصار لوگ لہو پسند کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے موقعہ پر ایسا کرنا جائز ہے۔

چوتھی دلیل امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز صدیق

اکبر تشریف لائے اور میرے پاس دو لڑکیاں گاتی اور دف بجاتی تھیں اور حضور علیہ السلام نے منہ مبارک پر چادر ڈال رکھی تھی۔ صدیق اکبرؓ نے ان کو منع کیا تو حضور نے فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ عید کے دن ہیں۔ ثابت ہوا کہ عید کی تقریب میں بھی دف بجا کر گانا منع نہیں ہے۔

پانچویں دلیل امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے محمد بن خاطب سے روایت کیا ہے کہ فصل مابین حلال وحرام کے (نکاح میں) آواز گانا اور دف بجانا ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس نکاح میں گانا اور بجانا شہرت کی غرض سے ہو وہ مکمل نکاح ہے۔ جس میں ایسا اعلان نہ ہو وہ نکاح کالعدم ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ ابن ماجہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ میں نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کی شادی ایک انصاری سے کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو فرمایا کیا تم نے عورت کو بھیج دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ ان کے ساتھ کوئی گانے والیاں لڑکیاں بھی گئیں۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ قوم انصار گانے کو پسند کرتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ یہ اشعار گانے والا ہوتا تو اچھا ہوتا۔ شعر

اَتَیْنَا کُمْ اَتَیْنَا کُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّا کُمْ

اس کا پنجابی ترجمہ یوں ہے۔ اسیں آیاں اسیں آیاں لالہ اسیں آیاں ہو دن لکھ و دہایاں بنیاں ہو دن لکھ و دہایاں۔

ساتویں دلیل ابن ماجہ نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ کی گلیوں میں تشرف لے جارہے تھے وہاں عورتیں یہ شعر دف بجا کر گا رہی تھیں۔ شعر:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

یعنی ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمدؐ ہمارے عجیب پڑوسی ہیں حضور نے فرمایا خدا جانتا ہے کہ

میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں۔

آٹھویں دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس روز مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو انصار کی لڑکیوں نے آپ کا حسن و جمال دیکھ کر فرط خوشی میں یہ اشعار گائے:

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا وَاخْتَفَتْ مِنْهُ الْبُدُوْرُ

مِثْلَ حُسْنِكَ مَا رَأَيْنَا قَطُّ يَا وَجْهَ السُّرُوْرِ

ترجمہ: چڑھیا چن مکے تھیں سیو چھپتے چن آسمانی

ایسا بڑا کوئی نہ ڈٹھا صورت والا ثانی

اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ بَدْرٌ اَنْتَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ

اَنْتَ اِكْسِيْرٌ وَغَالِيْ اَنْتَ مِصْبَاحُ الصُّدُوْرِ

ترجمہ: توں سورج توں چن مہرا جہ توں ہیں نور الٰہی

توں اکسیر اساڈے کارن دلاندی روشنائی

یہ اشعار پیر صاحب نے ظہور ہدایت ص ۴۴ پر نقل کئے ہیں۔ پھر ص ۴۷ پر آپ نے پنجابی گیت عورتوں کے کامن اس موقعہ کے مناسب حال لکھے ہیں جن کے ابتدائی اشعار یوں ہیں:

چڑھ چناں دے کر روشنایاں، رَل مل سیاں ویکھن آیاں، چانن جھلک دکھائیں دے ہادیا۔الخ

ایس اکھیاں نہ کم کاج دے، تینوں سب شرماں رکھ لئیں لاج دے، روندیاں شام صباحیں وے ہادیا الخ

چڑھیائی چڑھیا چن چودھویں راتدا، اوہ لگا آوندائی نوشہ برات دا، گاون سیاں چائیں چائیں دے ہادیا

کیا پیر صاحب ایسے گیت لکھ کر جن کو مرد اور عورتیں ڈھولک سارنگی پر گایا کرتی ہیں اپنے فتویٰ کی رو سے گمراہ کنندہ اور ملحد بنیں گے اور یہ کہنا درست ہوگا کہ ایسے گیت بنانے والے کی بات بھی نہ سننی چاہیے۔ اس سے محبت کرنا ناروا۔ اس سے میل جول رکھنا گناہ اس

سے بیعت تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی ناجائز اس کو مقتدائے عالم اور پیر مرشد تصور کرنا حرام ہے۔

ناویں دلیل بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک سے مظفر و منصور واپس تشریف لائے تو لڑکیوں نے یہ شعر گائے

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَىٰ لِلّٰهِ دَاعِ

یعنی ثنیۃ الوداع سے ہم پر چاند طلوع ہوا ہمیں اس حد تک اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جہاں تک دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکے۔

دسویں دلیل انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ خندق کی کھدائی کے وقت صحابہ یہ شعر خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ترجمہ: اساں بیعت کیتی نال نبی دے سچی دلوں بجانوں، نال کفار جہاد کرانگے توڑے جائیے جانوں

اوسکے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَةَ

عیش سچی عقبی دی مولیٰ کریں نصیب اسانوں
انصار مہاجر بخشیں سارے بحرمہ دے ایمانوں

اور خندق کے روز یہ اشعار بھی پڑھے:

لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَ لَاتَصَدَّقْنَا وَ لَاصَلَّيْنَا
جیکر فضل خدا نہ ہوندا پاندا کون ہدایت
صدقہ نفل قبول نہ ہونداناں کوئی ہور عبادت
رَبَّنَا أَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا
یارب کرتوں فضل اساں تے رحمت نازل ہووے
ثابت قدم لڑائی اندر چھوٹا بڑا کھلووے
إِنَّ الْأُوْلٰى قَدْبَغَوْا عَلَيْنَا
كُلَّمَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا
خواہ مخواہ بغاوت کیتی ساڈے نال کفاراں
کرد فساد نہ فتنہ ہرگز کر دے رہے پکاراں

احادیث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ شادی کے وقت دف کا بجانا جائز بلکہ مستحسن ہے اعلنوا بالدف نیز خوشی کی تقریب میں بطور مبارکباد۔ احباب کی ملاقات کے وقت کسی اچھے کام کی تحریص وترغیب کے لیے اور بطور دلالۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ولیمہ، عقیقہ، ختنہ، عرس بزرگان، تلاوت وختم قرآن پر اور تولد فرزند کی خوشی میں بھی گانا بجانا مباح ہے۔

قول فیصل

اسبارہ میں قول فیصل یہ ہے کہ بحکم الاصل فی الاشیاء الاباحۃ غناء اور مزامیر میں ذاتی طور پر کوئی حرمت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ ہاں عوارض ذمیمہ کی وجہ سے حرام ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسے عوارض نہ ہوں تو مباح ہے۔ روایات حرمت اور حلت میں تطبیق اس طور پر

ہو سکتی ہے کہ جن روایات میں حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ وہ عوارض ذمیمہ کی وجہ سے ہے۔ جو ایسے عوارض سے معزی ہو۔ اس کی اباحت میں کلام نہیں ہے۔ عوارض ذمیمہ یہ ہیں کہ فحش گیت اور گندے اشعار مجلس فساق میں گائے جائیں۔ یا یہ گانا بجانا بطور لہو ولعب ہو اور اس کی وجہ سے سامعین ذکر اللہ یا قراۃ قرآن یا نفل و نماز سے غافل ہو جائیں اور اگر یہ باتیں نہ ہوں۔ بلکہ اشعار حمد الٰہی اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اقوال و افعال اولیاء اللہ کے متعلق ہوں اور سامعین صلحاء عشق الٰہی سے مخمور ہوں اور ہر ایک کا خیال نیک ہو یا وعظ و تذکیر کے طور پر اشعار عبرت انگیز خوش آوازی اور غناء سے پڑھے جائیں تو یہ جائز اور مستحسن ہے۔

دیکھئے مزامیر میں دف اور طبل بھی داخل ہے حالانکہ دف کا بجانا اعلان نکاح کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایسا ہی خاص مواقع پر طبل کا بجانا۔

جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار مطبوعہ مصر ص ۵۲ میں لکھا ہے والطبل اذا کان لغیر اللهو فلا باس به کطبل الغزاۃ والعرس کما فی الاجناس ولا باس ان یکون لیلة العرس دف یضرب به یعلن به النکاح وفی الولولجیة وان کان للغزو او القافلة یجوز اتقانی ملخصا (ترجمہ) طبل (ڈھول) اگر کھیل کود کے لیے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ غازیوں (مجاہدین) کا ڈھول اور شادی کا ڈھول اجناس میں ہے کچھ حرج نہیں کہ شادی کی رات کو دف بجایا جائے تا کہ نکاح کی تشہیر ہو اور ولولجیة (کتاب) میں ہے کہ اگر غازیوں اور قافلہ کے لیے ہو تو جائز ہے۔ خلاصہ اتقانی۔

ایسا ہی فتاوی ہندیہ میں ہے۔ رجل استاجر رجلا للطبل ان کان للهو لا یجوز وان کان للغزو والقافلة یجوز کذا فی غایة البیان۔ انتہی ایسا ہی ولولجیہ میں ہے رجل استاجر رجلا یضرب به الطبل ان کان للهو لا یجوز وان کان للغزو والقافلة یجوز لانه طاعة انتہی۔ ونقل من القفاف قال

ابو الوزاق لکل قوم مزامیر و مزامیر العرب و العراق والخراسان الدف وما یلتوی به کالفج والناء ومزامیر البدوی الدھل وما یلتوی به ومزامیر اھل الھند الدخص وھو شی یتخذ من الخذف مجوف مطول له طرفان یمینه اشد صوتا من الیسار یقال له بالفارسیة مندل وھو دھل الھند وما یلتوی به والشرع اباحه حالة التزوج اما قبله وما بعده فحرام کذا فی ملتقط النسفی انتھی (ترجمہ) فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کو ڈھول بجانے کے لئے اجیر بنایا۔ تو یہ اگر صرف لہو ولعب کے لئے ہے تو ناجائز ہے۔ جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے اور رولوالجیہ میں ہے کہ اگر کسی نے کسی کو طبل بجانے کے لئے اجیر بنایا تو اگر کھیل کود کے لیے ہو تو ناجائز ہے۔ غزار اور قافلہ کے لیے ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ طاعت میں داخل ہے اور قفاف سے منقول ہے کہ ابو بکر وزاق نے فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لیے مزامیر ہتے ہیں اور عرب، عراق، خراسان کا مزامیر دف ہے یا اس کے مشابہ، جیسا فج اور ناء۔ اور ہندیوں کا مزامیر دخص ہے وہ خذف سے بنی ہوئی درمیان سے خالی ہوتی ہے جس کی دو طرفیں ہوتی ہیں دائیں کی آواز بائیں سے تیز ہوتی ہے۔ اس کو فارسی میں مندل کہتے ہیں اور یہ ہندیوں کا ڈھول ہے یا اس کے مشابہ ہوتا ہے۔ شریعت نے نکاح کے وقت اس کی اجازت دی ہے۔ آگے پیچھے حرام ایسا ہی ملتقط النسفی میں ہے۔

عبارات بالا سے ثابت ہوا کہ مزامیر کی حرمت بھی بذاتہ نہیں بلکہ عارضی ہے جو برے عوارض سے لاحق ہوتی ہے۔ ورنہ دف ڈھول وغیرہ سب ایسے عوارض کے نہ ہونے پر مباح ہو جاتے ہیں۔

محدث دہلوی نے اس مسئلہ کی تشریح مدارج النبوۃ میں کی ہے کہ اباحت سماع صحابہ تابعین تبع تابعین، علماء صلحاء و محدثین اور فضلائے دین متقی اہل زہد سے منقول ہے جو بطور

حکایات وروایات کتابوں میں مذکور ہے۔

جناب امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ابو طالب مکی نے اباحت سماع کو ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور کہا ہے اصحاب کبار سے عبداللہ بن جعفر عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہم نے سماع کو مباح جان کرسنا ہے اور کہا ہے کہ اسی طرح بہت سلف کرام نے بھی سنا اور کہا کہ سماع کو اہل حجاز سے مکہ معظمہ میں ان ایام میں سنا جاتا تھا جو سال بھر میں تمام ایام سے افضل ہیں۔ یعنی وہ ایام معدودات جن میں ذکر وعبادت کا حکم دیا گیا ہے (وہ ایام تشریق ہیں) احیاء العلوم ملخصاً۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ سعد بن مسیب بھی غناء کو سنا کرتے اور قاضی شریح بھی سنا کرتے تھے۔ ایسا ہی سعید بن جبیر اسی طرح عبدالمالک بن جریج جو کہ علماء حفاظ اور فقہائے جیاد سے ہیں اور بالاجماع عادل ہیں نہ صرف راگ سنتے بلکہ اس سے واقف بھی تھے۔ ابراہیم بن سعد جو اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ تھے طلباء کو حدیث کا درس نہ دیتے تھے جب تک غناء نہ سن لیتے۔ آپ نے خلیفہ ماموں رشید کی مجلس میں اباحت غناء کا فتویٰ دے دیا تھا۔ احیاء العلوم میں ہے کہ قاضی ابومروان کی کنیز مغنیہ تھی۔ ایسا ہی عطاء بن ابی رباح کی دو لونڈیاں گانے والی تھیں۔ خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت کو منبر پر بٹھا کر وہ اشعار سنے جو اس نے رسول پاک کی مدح اور کفار کی ہجو میں لکھے تھے اور حضور نے اس کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ اللھم ایدہ بروح القدس (اے خدا اس شاعر کی تائید روح القدس سے فرمائیو)۔

(ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۵ تا ۷ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

علامہ کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے کافی شرح و بسط سے سماع کے جواز پر کلام فرمایا۔ اگرچہ یہ مشروط طریقے پر آلات سے سماع کے جواز پر ہے۔

اس رسالہ کے آخر میں خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کی تقریظ بھی موجود ہے جو درج ذیل ہے:

تقریظ

از حضرت سجادہ نشین صاحب سیال شریف

بسم الله الرحمن الرحيم الحمدلله الذى احرق قلوب اوليائه بناد محبته واسترق همهم وارواحهم بالشوق الے لقائه و مشاهدته ووقف ابصارهم وبصائر هم على ملاحظة جمال حضرته حتى اصبحوا من تسنم روح الوصال سكرى و اصبحت قلوبهم من ملاحظة سبحات الجلال حيرى فلم يروا فى الكونين شيئا سماه ولم يذكروا فى الدارين الااياه ان سخت لابصارهم صورت عبرت الى المصور اخبارهم وان قرعت اسماعهم نغمت سبقت الى المحبوب سرائرهم فمنه سماعهم والى الله استماعهم فقد اقفل عن غيره ابصارهم واسماعهم اولئك الذين اصطفاهم الله لولايته و استخلصهم من بين أصفيائه و خاصته والصلوة على سيدنا و مولنا محمد المبعوث برسالته و على اله و اصحابه ائمة الحق وقادته وسلم كثيرا

امابعد فقد تعلقت انظارنا بهذالرد والمردود و بجميع مالهما و عليهما فرايناالصواب كل الصواب فى ان هذا الرجل المهتلس يكفر بتكفير اعاظم الامة وخيارهم كيف ويكفر الرجل بتكفير احدمن المسلمين فضلا عن تكفير اصحاب كرامة باهرة وارباب ولاية ظاهرة

رضی الله تعالی عنهم ورضوا عنه فنعم مانمق فی رده الفاضل العالم المولوی ابو الفضل محمد کرم الدین الساکن بهین جزاه الله خیر الجزاء فلاحاجة لنا بعد ذالك الى تحرير سواه وتقرير الا اياه ولعله سلمه ربه اشارا الى ما فى احياء العلوم حيث جاء الامام فيه بشرحها و بسطها و تركها المسئلة و هى مفروغة عنها، الله الهادی الکریم بحرمة نبيه سيد المرسلين و انا عبده المسكين الشهير قمر الدين غفر له سجاده نشین سیال شریف بقلمه

بسم اللہ الرحمن الرحیم سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اپنے عشاق کے قلوب کو عشق الٰہی کا سوز و گداز بخشا۔ انکی ہمتوں کو اور ان کے ارواح کو شوق مشاہدہ جمال کبریائی کا جذبہ عطا فرمایا۔ ان کی نگاہوں اور بصیرتوں کو ملاحظہ حسن و جمال بارگاہ احدیت کا جلوہ دکھایا حتی کہ وہ مئے عرفان الٰہی کے نشہ سے مخمور اور دیدار تجلیات ربانی سے معمور ہو گئے۔

ان کو ہر دو عالم میں سوائے جلوہ ذات الٰہی کے کچھ نظر نہیں آتا اور دونوں جہان کی سعادت اس کے ذکر وفکر میں مستغرق رہنے کو ہی سمجھتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی بری تمثال صورت نظر آجائے تو ان کا خیال اس کے مصور (خلاق حقیقی) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ان کے کانوں میں کوئی نغمہ دلکش سنائی دے تو محبوب حقیقی (ذات احدیت) کی طرف ان کا تصور دوڑ جاتا ہے۔ ان کا سننا سنانا اسی کے لیے ہے ان کی آنکھیں نگاہ غیر سے بند۔ ان کے کان دوسری آواز سننے سے معذور۔ ان ہی پاک ہستیوں کو ایزد متعال نے رتبہ ولایت بخشا اور انہیں مقدس نفوس کو منصب خاص عطا ہوا۔ صلوۃ وسلام ہو جو ہمارے سید و مولی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے خاتم المرسلین کا اعزاز حاصل کیا اور آپ کی آل اطہار اور اصحاب کبار پر جو ائمہ دین پیشوایان شرع متین ہیں اس کے بعد واضح ہو کہ جس نے اس رد (هدية الاصفياء) اور

مردود (ظہور ہدایت) کو دیکھا اور ان کے محاسن و معائب پر نگاہ دوڑائی۔ہم نے حق اس میں پایا کہ یہ شخص (مصنف ظہور ہدایت) بسبب تکفیر اکابرامت اور اعاظم ملت (مشائخ کرام) کے کافر ہو گیا ہے۔اور کیوں نہ ہو جب (بحکم حدیث) کسی نے مسلمان کو کافر کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔تو اس شخص کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے جو اولیائے کرام اصحاب کرامت اور ارباب ولایت کی تکفیر کا فتویٰ دے۔اس بطال کے رد میں فاضل عالم مولوی ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب ساکن بھین نے کیا خوب لکھا ہے۔خدا ان کو نیک اجر بخشے۔اب اس رسالہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسری تحریر و تقریر کی حاجت باقی نہیں رہتی۔مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں وہ دلائل بھی ذکر کر دیے ہیں جو حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں شرح و بسط سے جواز سماع کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔منکرین کو خدا ہدایت کرے۔بحرمت سید المرسلین۔

راقم

حضرت اقدس حامی الملت قامع البدعۃ مولنا خواجہ محمد قمر الدین صاحب

سجادہ نشین دربارہ عالیہ سیال شریف

(ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۲۶، ۲۷ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

سماع صوفیہ اور موجودہ قوالی

یقیناً سماع صوفیہ عظام خاص کیفیت خاص ماحول اور خاص مقام میں ہوتا تھا جس میں شرائط کے لحاظ رکھنے کی وجہ سے لہو و لعب نام کی کوئی شی نہ ہوتی تھی ان شرائط سے ہٹ کر سماع و غناء کئی ایک خرابیوں کا جامع ہو سکتا ہے لہذا عام رکشوں اور گاڑیوں میں اونچی آواز میں ایک میوزک نما ماحول بنا کر محض خود کو مست کر کے گاڑی چلانے کے لیے سب

سواریوں پر ایسے غناء کو مسلط کرنا جہاں نہ مکاں کا لحاظ ہے نہ زماں کی کیفیت کی پروا اور نہ اخوان کی شرط کا وجود۔ بیشک اس کے ناجائز ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ قرینہ اس کے لہو ہونے پر دلیل ہے ورنہ آداب سماع کے تقاضے کچھ اور ہیں۔

سو "سماعِ صوفیہ" صرف صوفیہ عظام کے لیے ان کی مجلس اور ماحول میں جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا کلام ہے نہ کرنا چاہیے، جہاں کہیں بھی ممانعت کا حکم وارد ہوا وہاں ان عوارض ممنوعہ اور فسقاء لوگوں کے لحاظ سے ہے جو اس مجلس خاص میں وارد ہو گئے۔ نفس سماع کے کچھ اپنے تقاضے ہیں۔ مجذوبیت اور فیضانِ بسطامیت سے نقشبندیت میں بھی کچھ کیف و سرور وجود پکڑ لیتا ہے پھر یہ فیض قلندریت وجد و حال کی طرف داعی ہو جاتا ہے۔

اب ہم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ سماعِ صوفیہ بطور دواء ہے غذا نہیں ورنہ سلاسل میں بطور غذا قرآن مجید کی تلاوت اور درود شریف و دیگر وظائف ہیں۔ خود چشت اہل بہشت کے خلفاء عظام فرقہ خلافت دینے سے پہلے اپنے مرید کو چند پارے بطور تبرک پڑھاتے اور تمہید ابو شکور سالمی وغیرہ کتب کی اجازت دیتے۔ یہ تو آج لوگوں نے قوالی کو بطور فیشن علی العموم اور شرائط کا لحاظ کیے بغیر سننا شروع کر دیا ہے کوئی دکان کھولے تو قرآن مجید کی تلاوت کی بجائے قوالی کی کیسٹ لگا دیتا ہے۔ گاڑیوں میں صبح سویرے قوالی کی آوازیں پوری آب و تاب سے سر پر برس رہی ہوتی ہیں، اسی طرح رمضان المبارک میں تقریباً تمام چینلز پر بطور تبرک قوالی لگائی ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری قوم کا مزاج کیسا بن چکا ہے۔ جبکہ ہمارے صوفیہ کرام سماع وغیرہ سے اپنے مریدین و سالکین میں ایک شمع روشن کر دیتے تھے تو پھر وہ سالک اس کا لحاظ رکھ کر تلاوت قرآن مجید و احادیث طیبہ میں کیف و سرور کے ساتھ مشغول رہتا اور کبھی اس شمع میں سماع کا تیل ڈالتا تو نماز میں قرآن مجید کی تلاوت سننے سے وجد حال کے باعث بے ہوشی تک معاملہ جا پہنچتا۔ خدائے ذوالجلال ہم سب پر رحم

فرمائے اور آپس میں اتحاد و اتفاق کی دولت نصیب فرمائے۔آمین

مظہر اعلیٰ حضرت غزالی زمان محقق اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ "مزیلۃ النزاع الموسومہ باثبات السماع" میں مسئلہ سماع پر گفتگو کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے غنا کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "نہ انکار مے کنم نہ ایں کارمے کنم" یعنی نہ میں انکار کرتا ہوں نہ سنتا ہوں، انکار تو اس لیے نہ فرمایا کہ رسول کریم آپ کے خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام و تابعین و آئمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے غنا کو سنا ہے جیسا کہ نہایت تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اور نہ ایں کارمے کنم اس لیے فرمایا کہ بوجہ ضوابط امور خفیہ کے یہ طریقہ اس سلسلہ مبارکہ میں نہیں ہے حتیٰ کہ ذکر جہر تک نہیں کیا جاتا اور مشائخ نقشبندیہ کا یہ معمول نہیں اس انکار کی وجہ معصیت نہیں جیسا کہ کم فہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔(مکتوبات نقشبند)

خلاصۃ الکلام

عبارات فقہا سے لکھا جا چکا ہے کہ ضروریاتِ شرعیہ کے لیے غنا اور آلاتِ غنا کا استعمال جائز ہے اور لہو ولعب کے لیے ناجائز ہے اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ضروریات شرعیہ کون کون سی باتیں ہیں اور لہو ولعب کیا چیزیں ہیں تاکہ حلت و حرمت کا فرق بین ہو جائے۔رقتِ قلب، نکاح، برات، ولیمہ، ختنہ، عرس، جہاد، قدوم مسافر، عیدین، اعلانِ شادی، اعلانِ صوم، قطع فصل، وقت حدی، قطع سفر، تسکین طفل، گھوڑ دوڑ، وقت تولد، وقت کشتی وغیرہا من ضروریان شرعیہ (مزیلۃ النزاع الموسومہ اثبات السماع ص ۴۵ مطبوعہ ناظر مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان)

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (بھارت) شارح بخاری کے فتاویٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش

مزامیر کے ساتھ قوالی سننا

کان پور کے ایک صاحب نے آپ سے یہ سوال کیا کہ مزامیر حرام ہیں حرام کا مرتکب پکا فاسق فاجر ہے۔ حرمت کے ثبوت میں انھوں نے بخاری شریف کی ایک حدیث، ہدایہ، فوائد الفوائد اور مکتوبات شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پیش کی ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"اب غور کیجیے کہ مزامیر مطلقاً حرام ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نلیے حلال ہیں اس کے باوجود ان کی خلافت و اجازت باقی رہنا کیا معنیٰ؟"

جواب میں حضرت نائب مفتی اعظم نے پہلے عدل کے تقاضے کے ملحوظ رکھنے کی تلقین کی ہے، پھر انھیں اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ کچھوچھہ شریف کے علما مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے تھے جیسے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ، ان کے فرزند ارجمند محبوب المشائخ حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور یہ بات حضرت مجدد اعظم کے علم میں تھی اس کے باوجود ان دونوں بزرگوں کی اعلیٰ حضرت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اعلیٰ حرت کی عادت کریمہ تھی کہ وہ کسی فاسق کی تعظیم نہیں کرتے تھے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے کبھی غفلت نہیں برتتے تھے۔ آپ اس رخ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

اس کے بعد آپ نے سائل کی خطا اور اس مسئلے کی حقیقت پر یوں روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں خود علمائے اہل سنت میں اختلاف ہو تو یہ درست نہیں کہ ایک دوسرے کو فاسق کہیں، یہاں یہی معاملہ ہے حضرات کچھوچھہ مقدسہ ہمارے معتمد علماے اہل سنت ہیں وہ مزامیر کے ساتھ قوالی کو جائز کہتے ہیں۔ ان کا فرمانا یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے: ان الملاهي كلها حرام "ملاہی" ان آلات کو کہتے ہیں جو لہو ولعب کے ہوں اس کی بنا پر ان کا کہنا ہے کہ لہو ولعب مزامیر سننا حرام ہے لیکن اگر کسی مقصد صحیح کے لیے سنا جائے جو عند الشرع مطلوب ہو تو جائز ہے۔ اگرچہ ان کا یہ کہنا اس لیے صحیح نہیں کہ احادیث کریمہ میں مزامیر اور معازف کو مطلقاً حرام فرمایا ہے اور کسی معنی میں تخصیص عقل سے جائز نہیں مگر مجوزین بھی معتمد علما میں سے ہیں اور وہ بتاویل اس کو جائز کہتے ہیں اس لیے ان کی تفسیق جائز نہیں، البتہ ان کے قول کا رد کیا جائے گا، بناء علیہ جو سنی علماء اور مشائخ مزامیر کے ساتھ قوالیاں سنتے ہیں ان کو فاسق کہنا درست نہیں۔" (فتاویٰ شارح بخاری)

(مقدمہ فتاویٰ شارح بخاری، ج ا، ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایوانی علیہ الرحمہ قوالی کی نفیس تحقیق کرتے ہوئے کتاب لاجواب "جاء الحق" میں رقمطراز ہیں:

قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے۔ جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور امردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے۔ یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لیے جائز فرمایا اور نااہل کو حرام۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب المناقب عمر میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک لونڈی دف بجا رہی تھی۔ صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی۔ عثمان غنی آئے بجاتی رہی مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر

بیٹھ گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم سے شیطان خوف کرتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا یا کہ نہیں۔ اگر تھا تو کیا حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے کیا معنی ہیں؟ جواب وہ ہی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل یہی کام شیطانی نہ تھا ہوتا رہا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہو گیا۔ اسی لیے صوفیا کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو۔ ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی۔ جیسے کہ مجلس طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دے تو شیطان بھی اس میں شریک ہو جاتا ہے اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابہ کرام کے مشرب علیحدہ علیحدہ ہیں بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبہ محبت غالب اس لیے اثرات مختلف تھے اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس سے اس غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللبس سے کچھ قبل ہے۔

آلة اللھولیست محرمة لعینها بل لقصد اللھومنها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة ألا ترى ان ضرب تلك الآلة بعینها حل تارة و حرم أخرى باختلاف النية بسماعها والأمور بمقاصدها و فيه دليل لسادا تنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها أموراً هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كى لا يحرم بركتهم فانهم السادات الأخيار

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تفسیرات احمدیہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان زیر آیت ۶ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔ آخر فیصلہ یہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لیے حلال ہے اور نااہل کو حرام۔ پھر فرماتے ہیں:

وبه ناخذ لانا شهدنا انه شئ من قوم كانوا عارفين ومحبين لرسول الله وكانوا معذورين لغلبة الحال ويستكثرون السماع للغناء وكانوا يحسبون ذلك عبادة اعظم وجهادا اكبر فيحل لهم خاصة انتهى ملخصا۔ (التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں محققین کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہو جاویں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ مولوی رشید احمد صاحب فتاوی رشیدیہ جلد کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔ بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے۔ اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لیے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نااہل کے لیے حرام ہے۔ قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اسی کتاب الکراھیۃ میں چھ بیان فرمائی ہیں۔ مجلس میں کوئی امرد، بے داڑھی کے لڑکا نہ ہو اور ساری جماعت اہل کی ہو اس میں کوئی نااہل نہ ہو۔ قوال کی نیت خالص ہو اجرت لینے کی نہ ہو۔ لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے جمع نہ ہوں۔ بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں۔ اشعار خلاف شرع نہ ہوں اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلوار مارے تو خبر نہ ہو۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جاوے۔ پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی سنیں بلکہ ہم نے

بہت سے مخالفین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیائے عظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثل زنا کے حرام کہتے ہیں اس لیے عرض کرنا پڑا کہ خود قوالی نہ سنو مگر اولیاء اللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو برا نہ کہو۔ قوالی ایک درد کی دوا ہے۔ جس کو درد ہو وہ پیئے۔ جس کو نہ ہو وہ بچے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نہ ایں کاری کنم ونہ انکاری کنم"۔ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خود سنا کہ حدیث میں چونکہ گانے کی برائیاں آگئیں۔ لہٰذا اس کے مقابل خواجہ اجمیری و امام غزالی کے قول کا اعتبار نہیں یہ سب فاسق تھے۔ معاذ اللہ ان کلمات سے دکھ پہنچا۔ مختصر یہ مسئلہ لکھ دیا۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، حصہ اول ص ۶۳۱، ۶۳۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

آپ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں قوالی کے بارے کچھ یوں رقمطراز ہیں:

یہ ہیبت فاروقی تھی کہ اس بی بی نے وہ کام بند کر دیا جو جائز بلکہ عبادت تھا مگر لہو ولعب کی صورت میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گھبرا گئی جیسے بعض ہیبت والے آدمیوں کو دیکھ کر بیٹھے ہوئے باتیں کرنے والے لوگ ادھر ادھر ہو جاتے ہیں، جگہ خالی کر جاتے ہیں حالانکہ وہاں ان کا بیٹھنا باتیں کرنا حرام نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر یہ کام جائز تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اس بی بی نے بند کیوں کر دیا اور اگر حرام تھا تو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیوں ہوا؟ مگر حضرات صوفیا فرماتے ہیں کہ یہ کام ان حضرات کے لیے درست تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے درست نہ تھا اس لیے ان حضرات کے سامنے ہوتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر بند ہو گیا کہ اب لہو ولعب بن گیا قوالی درد والے کے لیے درست ہے مگر جو اس زمرہ کا نہ ہو جس کے عشق پر اطاعت کا غلبہ ہو اس کے لیے درست نہیں اور اگر قوالی میں ایک شخص غیر اہل آجائے تو سب کے لیے لہو بن جاتی ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ یہ واقعہ ایسا ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

حریرہ بنایا اور بی بی سودہ سے کہا کہ کھاؤ انہوں نے انکار کیا آپ نے حریرہ ان کے منہ سے مل دیا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سودہ سے فرمایا کہ تم بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر مل دو انہوں نے بھی مل دیا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرما رہے تھے، وہ دونوں ہنس رہی تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازے کے باہر سے آواز دی حضور صلی اللہ عیلہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم دونوں جلدی اپنے منہ دھولو عمر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دن سے میں جناب عمر رضی اللہ عنہ سے ہیبت کرتی ہوں۔دیکھو مرقات۔

(مراۃ المناجیح، ج۸،ص ۳۰۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ۳۸ اردو بازار لاہور)

میوزیکل نعت خوانی کا شرعی حکم

نعت خوانی کا مقصد عظمت مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا بیان ہوتا ہے۔لہو و باطل سے خالی کوئی بھی عظمت پر دلالت کرنے والا طریقہ اپنایا جائے تو وہ ممدوح ہے اور جو طریقہ اس عظمت کو پستی میں تبدیل کرنے کی جسارت کرتا ہو وہ مذموم ترین ہے۔آج کل بعض مقامات پر نعت خوانی عجیب منظر پیش کرتی ہے جسے دیکھ کر شرم آنے لگتی ہے۔کیا یہ نعت خوان ہیں؟ اولاً تو ایسی محافل کے جواز کی کچھ شرائط ہیں۔(۱) نعت خوانی کی محفل سے صبح کی نماز و جماعت نہ رہے۔(۲) نعت خواں خود شرع شریف کے پابند ہوں کم از کم پانچ نمازیں اور باشرع چہرہ ضرور ہو۔(۳) کلام معیاری ہو بازاری شاعروں کا کلام نہ ہو یا حد کفر کو پہنچا ہوا کلام نہ ہو۔(۴) روٹ بلاک کر کے یا لوگوں کی عام گزرگاہ کو بند کر کے محفل نعت نہ کی جائے کہ جب جنازہ شارع عام پر مکروہ ہے جو فرض کفایہ ہے اور یہ ایک مستحب امر ہے، یہ کیسے جائز ٹھہرایا جائے۔(۵) کوئی غیر شرع کام اس محفل میں نہ ہو مثلاً بجلی چوری کر کے محفل کی لائیٹنگ کرنا یا راستہ روک کر زبردستی چندہ لینا یا فاسق کی زیر صدارت محفل کرنا اس سے اس کے فسق کو یا اس فاسق کو شہرت ملتی ہے۔روپوں پیسوں کی بوچھاڑ اس قدر نہ ہو کہ نعت مصطفیٰ

علیہ الصلاۃ والسلام کی کیفیت اٹھ جائے اور لوگوں کی توجہ نعت سے ہٹ کر روپوں کی طرف لگ جائے۔

افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ نعت خوانی صوفیہ کرام کی محفل میں ایک روحانی ووجدانی کیفیت کو دوبالا کرنے کے لیے ہوتی تھی تاکہ احکام خداوندی کو اسی محبت کے جذبے سے ادا کیا جاسکے۔لیکن آج کل یہ ایک شہرت کا ذریعہ بن گیا ہے، نعت خوانی کی محافل کے باقاعدہ اشتہار چھپتے ہیں جس میں مقدس ناموں کی توہین سرعام اور سربازار ہوتی ہے اور شرم کی بات یہ ہے کہ یہ حرکت بار بار ہوتی ہے۔کوئی اس کو روکنے والا نہیں ایک دوسرے کے خلاف لکھ کر ذاتی رنجش کو تو پورا کیا جارہا ہے لیکن ''اسماء مقدسہ'' کی تعظیم کے لیے یہ لوگ کیا اقدام کرسکتے ہیں جو اشتہاروں پر خود اپنا نام بڑے کروفر سے لکھواتے ہیں اور اشتہار نہ چھپنے پر ناراض ہوجاتے ہیں۔بس حضرت صاحب کی مشہوری ہونی چاہیے خواہ وہ کیسے ہو، اکثر آپ نعت خوانی کے اشتہارات کے آخر میں دیکھیں گے لکھا ہوتا ہے، الداعی الی الخیر عاشق رسول فلاں صاحب پھر ہمارے لوگ بھی بڑے سیدھے سادھے ہوتے ہیں، سودی کاروبار کرنے والا، ناجائز قبضے کرنے والا، حق مارنے والا اور کئی ایک حرام لقموں کو اکٹھا کرنے والا جب نعت خوانی کی یا میلاد شریف کی محفل کروادے تو کہتے پھرتے ہیں بھائی یہ شخص بڑا عاشق رسول ہے۔حق یہ ہے کہ ایسا شخص بے کار اور فضول ہے جو حرام مال سے نیک امور کی توہین کرتا پھر رہا ہے اور کوئی اس کی محفل سے بائیکاٹ کرنے کو تیار نہیں یہ تو عمل میں مشرکین مکہ سے بھی بڑھ گیا ہے۔انہوں نے خانہ کعبہ کو باوجود حرام مال ہونے کے اپنے حلال مال سے تعمیر کیا جس کی وجہ سے حطیم کعبہ کی جگہ خانہ کعبہ میں شامل نہ ہوسکی۔دل دکھ جاتا ہے جب ایسے مال سے عمرے کے ٹکٹ رکھے جارہے ہوتے ہیں، آخر ایسے ٹکٹ لینے والے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچ کر کیا منہ دکھائیں گے۔بہرکیف ایسی محافل سے ہمیں بچنا

ضروری ہے جس میں شریعت سے ٹکرآئے اور ایسے امور پیش آجائیں جس کا جواب ہمارے علماء کرام کے پاس بھی نہ ہو بلکہ وہ الٹا اس کی مخالفت فرمائیں۔

آج کل تو باقاعدہ نعت خوانوں کے گروپ بنے ہوتے ہیں جس میں ان کے چست کپڑے اور عورتوں کے دوپٹے کی طرح چمکدار دستار، ان کا لباس نعت خوانی ہوتا ہے کبھی دور تھا کہ نعت خواں داڑھی منڈواتے تھے، پھر معیار بنا کہ داڑھی والے نعت خواں عاشق رسول ہوتے ہیں تو یہ نعت خواں داڑھی رکھ کر میدان میں اتر آئے لو اب کیا اعتراض ہوگا، لیکن دیگر خرابیوں کا حل نہ یہ کریں گے اور نہ یہ کرسکتے ہیں۔ کئی ایک نعت خوانوں کے ذاتی پٹرول پمپ، میرج ہال وغیرہ صرف نعت خوانی کی کمائی سے بنے ہیں۔ دین کے نام پر سنیوں کا روپیہ اس طرف جارہا ہے جدھر کئی ایک خرابیاں تو موجود ہیں، ہدایت بہت کم ہے جبکہ دیگر مکاتب فکر کا روپیہ مدارس پر، تنظیم سازی پر، عوامی فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ ہو رہا ہے۔ کبھی ان محافل نعت پر روپیہ لگانے والے اور جائز کمائی کرنے والے حضرات نے کبھی سوچا ہے کہ ہماری ایک محفل میلاد کے روپے سے ایک مدرسۂ اسلام کا سالانہ خرچ چل سکتا ہے۔ کئی غریبوں کی بیٹی کی شادی ہوسکتی ہے۔ جنہیں محفل میلاد کی آڑ میں شہرت اور جیب خرچ وافر مقدار میں ملے گا وہ تو کہے گا "اور فضول خرچیوں کے وقت مدارس یا غریبوں کی مدد یاد کیوں نہیں آتی"۔ تو بندہ ناچیز ان حضرات کے سامنے درخواست پیش کرتا ہے کہ ہم کب محفل میلاد کے مخالف ہیں کیا لائٹنگ اور لنگر شریف کے علاوہ پیشہ ور خطباء اور نعت خواں اور قراء حضرات کو لاکھوں روپے کا ہدیہ دینا بہتر ہے یا غرباء اور دینی مدارس کی خدمت بہتر ہے؟ ادھر ایک دن محفل ہوئی لنگر کھایا پیا اور ختم اور دوسری طرف دینی مدارس کے طلباء روزانہ قرآن و حدیث پڑھ کر سارا سال میلاد منائیں اور غریبوں کی بیٹیوں کا فرض ادا کروا کر اس جوڑے کو برائی سے بچالینا یہ اس پرفتن دور میں اہم ہے یا نہیں؟ فرض رہتے جائیں اور مستحبات فرض سمجھ

کرادا کرتے جائیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ خدارا کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔

پھر آپ نے ان نعت خواں حضرات کی نعت خوانی بھی ملاحظہ کی ہوگی لفظ "اللہ" جو کہ ذکر میں خود مقصود ہوتا ہے اس کو صرف نعت خوانی چمکانے کے لیے بطور آلہ اور غیر مقصودی حیثیت دے کر اس طرح پڑھتے ہیں جس میں گانے کی طرح دھنیں پیدا ہوتی ہیں اور اللہ کے لفظ کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ نعت خوانی کے اندر اس طرح کا میوزیکل بگاڑ لہو پر مبنی ہے اور یاد الٰہی سے غافل کر دینے والا کام ہے۔ اسی طرح نعت خوانی میں بھنگڑا، تالیاں اور آلات موسیقی جو واضح طور پر اس دور کی عام محافل میں لہو پر مبنی امور ہیں، یہ سب کام ناجائز ہیں اور ہم نے علامہ شامی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے پہلے وضاحت پیش کر دی ہے کہ جب تک ان امور میں لہو موجود ہے یہ ناجائز ہیں، ہاں اگر لفظ "اللہ" کو نعت خوانی کے ساتھ اس طرح پڑھا جائے کہ وہ میوزیکل انداز میں نہ ہو، لفظ اللہ کی توڑ پھوڑ نہ ہو اور بطور آلہ ذکر نہ ہو تو دیگر موانع مذکورہ کے معدوم ہونے کے ساتھ نعت خوانی میں لفظ اللہ کا ذکر، ذکر مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ ہو تو یہ ایک مستحسن امر ہوگا جیسے دوران نعت خوانی سبحان اللہ ماشاء اللہ کے کلمات بول دیے جائے، اللہ رب العزت ہمیں افراط وتفریط سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام واللہ اعلم بالصواب)

شادی برات میں نعت خوانی کا شرعی حکم

حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے آپ میرے گھر میں اس وقت داخل ہوئے جب مجھے خاوند کی طرف سپرد کیا جا رہا تھا۔ آپ میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھے جس طرح تو (راوی حدیث حضرت خالد ابن ذکوان) بیٹھا ہے، سو بچیوں نے ہمارے لیے دف بجانا اور جنگ بدر کے روز شہید ہونے والوں کے مرثیہ خوانی شروع کر دی۔ اچانک ان میں سے

ایک بچی نے کہا: وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ یعنی ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل ہونے والے معاملے کو جانتے ہیں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس بچی کو ارشاد فرمایا: یہ بات چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہہ۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۵۱۶۲،(۹/ ۲۲۵) بحوالہ مرقاۃ ج ٦،ص ۲۷۵،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترمذی شریف کے سبق میں اس حدیث کے تحت استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث مبارک کو پڑھاتے وقت فرماتے تھے، بچیوں نے شادی کے موقعہ پر دف کے ساتھ مرثیہ خوانی کے کلام میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح سرائی کا بیان شروع کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس بچی کو روک دیا تاکہ واضح ہو جائے کہ شادی کے کھانے سے میلادِ مصطفیٰ اور شانِ مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی محفل منعقد نہ کی جائے بلکہ دونوں کی محفل کا بندوبست الگ الگ اور ان کا کھانا و لنگر بھی الگ الگ ہونا چاہیے۔"[1]

بندہ نے قبلہ استاد گرامی کو عرض کی کہ بعض مقامات ایسے ہیں وہاں شادیوں کی محافل میں برات کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کرتے ہیں تو کیا یہ معاملہ اس حدیث شریف کے تحت منع ہو گا یا نہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارا بے جا تشدد کرنا ہی عوام کی بدعملی کا دروازہ کھولتا ہے، جو رخصت ہو اسے ضرور بیان کرنا چاہیے۔" اس پر آپ نے دوسری حدیث شریف ارشاد فرمائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبیلۂ انصار سے اپنی رشتہ دار خاتون کا نکاح کروایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے لڑکی کی رخصتی کر دی؟ گھر والوں نے عرض کی جی ہاں! آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد

---

[1] سبحان اللہ یہ تقریر ایسی ہے جس میں ذہن حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب کے ملنے یا نہ ملنے کی بحث کی طرف جاتا ہی نہیں ہے۔ (مرتضائی غفرلہ)

فرمایا کیا تم نے ان کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے۔ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "بیشک انصار ایسی قوم ہے جس میں گانے کی طرف رغبت ہے اگر تم اس کے ساتھ بھیجتے جو کہتا۔

اتینا کم اتینا کم فحیانا وحیا کم (ابن ماجہ)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس شعر کا مکمل فقرہ یوں بیان فرمایا:

لو لا الحنطۃ السمراء لم تسمن عذارا کم

(اگر سرخ گندم تمہاری غذا نہ ہوتی تو تمہاری کنواری لڑکیاں بھی موٹی نہ ہوتیں)۔

(مرقاۃ، ج ۶، ص ۲۸۸، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تو کیا یہ فقرہ غزل کے قبیل سے نہیں ہے، جسے اس شادی کی مجلس میں بیان کیا جا رہا ہے۔ یہاں ایک خیال انگڑائی لے سکتا ہے کہ برائی کو دور کرنے کے لیے نعت خوانی کی جاتی ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو معاملہ منصوص ہو اس میں تبدیلی کرنا بدعت ہوتی ہے۔ جب شادی میں غزل و غناء ہی مسنون ہے تو یہ برائی کیسے رہی جسے نعت خوانی کے ذریعے دور کیا جا رہا ہے اور اگر کوئی اس کے علاوہ برائی اس کے ساتھ مل گئی ہے تو اسے بھی غزل و غنا کے رنگ میں ڈھال دیا جائے تا کہ وہ بھی مسنون ہو جائے اور اگر اس غزل و غنا کو شادی کے موقعہ پر برائی تسلیم کیا جا رہا ہے تو اس پر دلیل کیا ہے؟ اور بفرض تسلیم اگر یہ برائی ہے تو کیا نعت خوانی جسے ایک مقصودی عقیدت سمجھا جاتا ہے اس کو ایک ذریعہ اور آلہ کی حیثیت دینا کہاں کا انصاف ہے۔ حالانکہ بفرض تسلیم اس برائی کو ختم کرنے کا طریقہ اس کے علاوہ بھی موجود ہے کہ یہ برائی نہ کی جائے اور نعت خوانی بھی نہ ہو۔ ہاں مہندی کی رات گندی غزلیں نہ گائی جائیں مرد و عورت کا اختلاط نہ ہو اس رات اگر نعت خوانی کی محفل ہو تو باعث برکت ہے اور بدعت نہیں کیونکہ منصوص غناء نکاح کے لیے جاتے ہوئے غزل و

غنا کرنا ہے، شادی کے پورے پروگرام میں بے پردگی اور خلافِ شرع کام سے بچنا ہمارا اسلامی حق ہے۔ یقیناً خاص ماحول میں خاص افراد کے ساتھ خاص کیفیت پر نعت خوانی کو ہم درجہ مستثنٰی میں سمجھتے ہیں کہ مقصود مسرت ہے اور ان خاص افراد کو وہ ایسے ہی حاصل ہوتی ہے۔ علی العموم حکم وہی ہے جو دلیل شرع سے مفہوم ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک اشکال اور اس کا حل

اس مقام پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ سیر الاولیاء میں مزامیر کی حرمت کے بارے لکھا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نباشد

"یعنی حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں میں نے منع کیا ہے کہ محفلِ سماع میں مزامیر اور حرام آلات نہ ہوں۔"

(سیر الاولیاء باب نہم، سماع و وجد و رقص، ص ۵۳۲، مطبوعہ موسسۃ انتشارات اسلامی لاہور)

اسی طرح فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے:

"فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ ان پیروان ہوائے نفس کا حضرات اکابر چشت قدست اسرارہم کی طرف سماع مزامیر نسبت کرنا محض دروغ بیفروغ ہے ان کے اعاظم اجلہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتراء ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۴ ص ۱۵۰، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

جب اس قدر واضح بیانات مشائخ چشت قدست اسرارھم کے حرمت مزامیر پر ملتے ہیں تو کیا ان بزرگوں کی طرف جوازِ سماع بالمزامیر کی نسبت کرنا درست ہے؟

اس اشکال کے حل سے قبل تمہیداً یہ گزارش ہے کہ

ایک ہوتا ہے شئی کا حقیقۃً وجود اور ایک ہوتا ہے شئی کا تقدیراً و فرضاً وجود۔ کبھی شئی کا

حقیقۃً وجود ثابت کیا جاتا ہے اور شئی مفروض کی نفی ہو جاتی ہے اور کبھی شئی مفروض کا وجود ثابت کیا جاتا ہے تو اس کا حقیقۃً وجود کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

''بہرے گونگے اندھے تو پھر وہ آنے والے نہیں۔''

اس آیہ کریمہ کے تحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

إعلم أنه لما كان المعلوم من حالهم أنهم كانوا يسمعون و ينطقون و يبصرون امتنع حمل ذلك على الحقيقة فلم يبق إلا تشبيه حالهم لشدة تمسكهم بالعناد وإعراضهم عما يطرق سمعهم من القران و ما يظهره الرسول من الأدلة والايات بمن هو أصم في الحقيقة فلا يسمع وإذا لم يسمع لم يتمكن من الجواب فلذلك جعله بمنزلة الأبكم وإذا لم ينقفع بالأدلة ولم يبصر طريق الرشد فهو بمنزلة الأعمٰى

یعنی تو جان کہ جب منافقین کی ظاہری حالت کا علم ہے کہ وہ سنتے تھے، بولتے تھے اور دیکھتے تھے تو آیہ کریمہ کے مفہوم کو حقیقت پر محمول کرنا ممتنع اور محال ٹھہرا سو ان کا دامن عناد کو مضبوطی سے تھامنے اور ان سماعتوں پر دستک دینے والے قرآن اور جو ادلہ اور آیات بینات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر فرمائیں سے اعراض کرنے کی وجہ سے ان منافقین کی حالت کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دینا ہی باقی رہا جو حقیقت میں بہرا ہو۔ لہٰذا وہ نہ سننے والے ثابت ہوئے اور جو نہ سنتا ہو وہ جواب کی قدرت نہیں رکھتا، پھر اسی وجہ سے بہرے کو گونگے کے درجہ میں اتارا گیا اور جب اس نے دلائل سے نفع حاصل نہ کیا اور راہِ

ہدایت کو نہ دیکھا تو وہ اندھے کے مرتبہ میں ہے۔

(التفسیر الکبیر، ج ا،ص ۳۱۵،مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور)

ایسا ہی مفہوم دیگر تفاسیر میں اور کئی دوسری آیات میں بھی موجود ہے کہ بادی النظر اور مادی لحاظ سے حقیقتہً معاملہ اور ہوتا ہے اور مفروضاً مقدراً اور ہوتا ہے۔ چنانچہ مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی علیہ الرحمہ اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔" معلوم ہوا کہ جس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی آیات نہ دیکھی جائیں وہ اندھی ہے جن کانوں سے رب کا کلام نہ سنا جائے وہ بہرے ہیں۔ جس زبان سے حمد الٰہی نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ادا نہ ہو وہ گونگی ہے کیونکہ ان اعضاء نے اپنا حق پیدائش ادا نہ کیا اسی لیے رب نے زندہ کافروں کو مردہ اور مقتول شہداء کو زندہ فرمایا یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کا ہدایت پر آنا بہت مشکل ہے۔ رب نے خبر دے دی کہ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔

(نور العرفان،ص ۵،حاشیہ نمبر ۷،مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

تفسیر کے بعد اسی طرح کی ایک اور مثال تصوف سے ملاحظہ ہو۔

فتح الربانی میں حضور محی السنہ محبوب سبحانی غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (الاحزاب:۴)

قلب یحب الخالق و الخلق لایصح قلب یکون فیه الدنیا و الأخرة لایصح إذا کان القلب للخالق و الوجه إلی الخلق یجوز لفتته إلی الخلق نظراً فی مصالحهم رحمة لهم یجوز للجاهل بالله عزوجل أن یرائی وینافق والعالم به لایفعل ذلك. الأحمق یعصی الله عزوجل و العاقل یطیعه. الحریص علی جمع الدنیا یرائی وینافق والقصیر الأمل لایفعل

ذلك، المؤمن يتقرب إلى الله عزوجل بأداء الفرض و يتحبب إليه بالنوافل ولله عباد لانوافل لهم بل يأتون بالفرائض ثم يفعلون النوافل ويقولون هذه فرائض علينا لأجل إقدارنا عليها اشتغالنا بالعبادة أبد الدهر فرض علينا. لايعدون لأنفسهم نافلة فى الجملة أولياء الله عزوجل لهم منبه ينبههم ومعلم يعلمهم يهيئ الحق عزوجل لهم أسباب التعليم

یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے، (اس آیہ کریمہ کی تفسیر صوفیانہ کرتے ہوئے حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں) ایک ایسا دل جو خالق اور مخلوق دونوں سے محبت کرے صحیح نہیں ہے، ایک ایسا دل جس میں دنیا اور آخرت دونوں موجود ہوں صحیح نہیں ہے کیونکہ دل خالق کے لیے ہو اور چہرہ مخلوق کی طرف رکھنے کے لیے ہو تو جائز ہے کیونکہ اسے مخلوق کی طرف موڑنا ان کی مصلحتوں میں نظر شفقت کرتے ہوئے ان کے لیے بطور رحمت جائز ہے جاہل باللہ ریاء کاری کرے گا اور نفاق کرے گا۔ لیکن اس کی تجلیات کو جاننے پہچاننے والا ایسا نہیں کرے گا، احمق، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور عقل منداس کی اطاعت گزاری کرتا ہے۔ دنیا جمع کرنے پر حریص، ریاء کاری کرے گا اور منافقت کرے گا۔ دنیا کی امیدوں سے کوتاہ نیک بخت ایسا نہیں کرے گا، مومن فرض کی ادائیگی کے باعث اللہ عزوجل کے قریب ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے نوافل نہیں ہوتے بلکہ وہ فرض ادا کرتے ہیں پھر نوافل کا عمل کر کے کہتے ہیں یہ ہم پر فرائض ہیں۔ ہمارے اس کو مقدر و مقرر کرنے کی وجہ سے، ان نوافل پر ابد الدھر تک عبادت میں مشغول ہونے پر ہم پر فرض ہو گئے فی الجملہ وہ خود کے لیے نفل شمار کرتے

ہی ہیں (اگرچہ وہ حقیقت میں نفل ہی ہوں فرض نہ ہوں) اللہ عزوجل کے اولیاء عظام کے لیے ایک منبہ (تنبیہ کرنے والا) ہوتا ہے جو انہیں معاملات پر تنبیہ کرتا ہے اور ایک معلم (سکھانے والا) ہوتا ہے جو انہیں تعلیم دیتا ہے۔ حق عزوجل ان کے لیے تعلیم کے اسباب مہیا کرتا ہے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی المجلس التاسع والخمسون ص ۲۲۴ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ محلہ جنگی پشاور)

سو تصوف کی اس گذشتہ گفتگو میں حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اولیاء کرام کے حوالے سے فرمایا کہ وہ اپنے نوافل کو فرض سمجھتے ہیں۔ اب حقیقت ان فرائض کی نفل ہوتی ہے لیکن ان نوافل کے حوالے سے ان کی توجہ اس قدر مضبوط اور ہمیشہ عبادت کرنے کے ارادے کا کیف اس درجہ محفوظ ہوتا ہے کہ وہ ان نوافل کو فرض سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

اسی طرح ایک مثال فقہ سے ملاحظہ ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ "فتاویٰ رضویہ" میں فرماتے ہیں۔

أقول ومن علم الفقه والحكمة فى اشتراط الشهادة فى عقد النكاح اتقن بهذا التوفيق فان من علم أن هذا نكاح فقد شهد العقد وإن لم يقف على خصوص ترجمة الالفاظ ومن لم يفهم فكأنّ لم يسمع و من لم يسمع فكأنّ لم يحضر و بتقريرى هذا يتضح لك أن الإجتزاء بذكر الحضور أوبه وبالسماع اوذكرهما مع الفهم كل يودى مودى واحد عند التدقيق والله ولى التوفيق۔

اقول جس کو عقد نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نکاح ہے تو نکاح کا

گواہ ہوگیا اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہوا گویا اس نے سنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا یا گواہوں کی حاضری اور سماع یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱، ص ۱۳۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اسی طرح کئی ایک مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں اختصاراً یہی ہے کہ جب یہ امر ثابت ٹھہرا کہ ایک ہی شئی کے اندر حقیقت اور مقدر وفرض کا علیحدہ علیحدہ لحاظ رکھ لیا جاتا ہے۔ سو اسی طرح مشائخ چشت نے مزامیر کو حرام فرمایا اور مزامیر کے محفل سماع میں نہ ہونے کا ذکر فرمایا جس کا مفہوم علامہ نابلسی علیہ الرحمہ کی فکر کے مطابق یہ بنتا ہے کہ "حقیقۃً تو ان مزامیر کا وجود محفل سماع میں ہوتا تھا لیکن عدم لہو وملاہی کی وجہ سے ان مزامیر کے وجود کو کالعدم ٹھہرادیا اور وجود لہو وملاہی کے اعتبار سے ان مزامیر کی حرمت بیان فرمادی۔"

اس وضاحت کو جب بندہ ناچیز نے اجمالاً فقیہ کبیر استاذی واستاذ العلماء مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے کچھ اور فوائد یوں ارشاد فرمائے:

"چشتی بزرگ اس لیے قوالی سنتے تھے تاکہ اپنی توجہ کو ایک مقام پر مرکوز کرسکیں پھر جب توجہ مرکوز کرلیتے تو اس سے آگے ہوجاتے اور سماع چھوڑ دیتے پھر اس سماع والی حالت کو یاد کرتے تو حسنات الأبرار سیأت المقربین کے قبیل سے اسے برا سمجھتے، جیسا کہ ایک عام فوجی جرنل کے عہدہ پر ترقی کرجائے تو جرنلی کی حالت میں گذشتہ عام فوجی والے دن اسے بڑے عجیب لگتے ہیں اور سوچے گا کہ میں بھی کبھی اس مقام پر ہوتا تھا تو قوالی ایک وقت تک کے لیے ہوتی ہے دوام واستمرار سے نہیں ہے۔"

بندہ نے قبلہ استاذی المکرم کی گفتگو کے مفہوم کو شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کا

عوارف المعارف میں سماع اور علامہ ابن عابدین سامی علیہ الرحمہ کا "العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" کی مسائل شتی کی بحث میں سماع کے متعلق کلام کی طرح پایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے رنگ اور محفل میں مزامیر وغیرہ رکھ کر سماع کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہ تھا اگر ہوتا تو اس کا انکار کر دیا جاتا۔

(العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ، ج ۲، ص ۳۵۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

سو معلوم ہوا کہ ایک مقام پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ایک خاص حالت میں رہنا ایک حالت اور وقت کے اعتبار سے ہوسکتا ہے دائمی طور پر ایسا نہیں۔ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور دیگر صوفیہ کرام کا مرشد کو منوانے یا کوئی خاص رنگ اپنانے میں ایک توجہ کو حاصل کرنا ہوتا تھا اور مرشدِ گرامی کے کیف سے رب قدوس کی قربت کا حصول مقصود ہوتا، لیکن یہ طریقہ علی الدوام والاستمرار نہیں تھا۔ اسی واسطے شرائط قوالی ایں مکان، زمان اور اخوان کی شرائط ذکر کی گئیں ہیں تاکہ حصول کیفیت کا ماحول ہم جھولیوں اور وقت وموقعہ سے ثمریاب ہو جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

صاحبزادہ حضرت مولانا احمد علی فریدی مدظلہ العالی (خطیب ومہتمم عیدگاہ نوریہ فریدیہ جتوئی) اپنی کتاب "اسلام میں قوالی کا تصور" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

قوالی کے چند آلاتِ مزامیر کے نام اور اس کی وضاحت

زیر و بم: (فارسی لفظ) طبلے یا نقارے کا دایاں بایاں رخ۔ ۲۔ دو چھوٹے نقاروں کی جوڑی جس میں ایک سے مدہم اور دوسرے سے بلند آواز نکلتی ہے۔ (فیروز اللغات)

ستار: فارسی کا لفظ ہے طنبورے کی قسم کا ایک باجا۔ (فیروز) شروع میں اس میں صرف تین تار ہوتے تھے اس لیے ستار (سہ تار) کہلایا۔

بربط: ایک قسم کا ساز (فارسی) (فیروز)

سرود: (فارسی) نغمہ۔گیت۔راگ۔ایک قسم کا باجا۔(فیروز)

دف: (فارسی) ایک ہاتھ سے بجانے والا ایک ساز (فیروز)

عود: عربی کا لفظ ہے بربط۔ایک قسم کا ساز۔(فیروز)

یراع: (عربی) بانسری

مطرب: (عربی) گویا قوال۔گانے والا۔میراثی (فیروز)

طبل: (عربی) بڑا ڈھول، نقارہ، دمامہ (فیروز)

رقص: (عربی) اچھلنا، کودنا، ناچ (فیروز)

غنا: (عربی) راگ، نغمہ، گانا (فیروز)

مزامیر: (عربی) مزمار کی جمع (بانسریاں) (فیروز)

جلاجل: (عربی) جلجل کی جمع جھانجھ، دف (فیروز)

شبابہ: (عربی) ایک قسم کی بانسری (المنجد عربی)

معازف: دفوف (معزف کی جمع یعنی دف)

ڈھولک: چھوٹا ڈھول (فیروز)

بانسری: ایک قسم کا منہ باجا۔نے۔مرلی (ہندی لفظ ہے) فیروز اللغات اردو۔

سارنگی: ایک قسم کا ساز جس میں تار لگے ہوتے ہیں، عود (فیروز)

(اسلام میں قوالی کا تصور ص ۳۸، ۳۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ فریدیہ جتوئی ضلع مظفر گڑھ)

آخر میں بندہ اپنے دوست محترم ثاقب رضا قادری صاحب کا نہایت شکر گزار ہے جنہوں نے "ایضاح الدلالات فی سماع الالات" کے دو اصل نسخے نیٹ سے ریسرچ کر کے ہمیں دیے اور محترم محمد فیاض خان صاحب قادری آف شاہدرہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ان دونوں نسخوں کے پرنٹ نکال کر دیے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محترم ثاقب رضا قادری صاحب کافی متحرک ساتھی ہیں کلیات حسن کے بعد کئی ایک نایاب نسخوں کو سامنے لانے کی کوشش میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔آمین

یہ مختصر تحریر مسئلہ "سماع وغناء کو واضح کر دیتی ہے قلت وقت کے باعث اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔اگر ہماری تحریرات پر اعتراض کیا گیا تو تفصیلی کام بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ ہم پھر پیش کریں گے۔یقیناً عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہے اور ناداں کے لیے ہزاروں دفتر بھی بیکار ہیں۔

فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الاحد
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(شعبہ دارالافتاء)
دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

مصنف کی مختصر حالات زندگی

مصنف کانام

عارف باللہ علامہ عبدالغنی ابن اسماعیل ابن عبدالغنی ابن اسماعیل ابن احمد ابن ابراہیم حنفی دمشقی نقشبندی قادری۔

آپ کو امام، عالم، ادیب، فقیہ، اصولی، صوفی اور عارف باللہ شیخ، ضیاء الدین، صدر الائمہ الاعلام، شیخ الاسلام اور نابلسی ایسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ [1]

آپ زیادہ مشہور شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کے نام سے ہیں، آپ کو نابلسی، نابلس شہر کی وجہ سے کہا جاتا ہے نابلس کے بارے تحقیق کرتے ہوئے یاقوت حموی ''معجم البلدان'' میں رقمطراز ہیں:

---

[1] (۱) المرادی، محمد بن خلیل بن علی، ابوالفضل (متوفی سنہ ۱۲۰۶ھ)، سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر دارالبشائر الاسلامیہ بیروت (ط ۳ ۱۴۰۸ھ ۔ ۱۹۸۸م) ۳/۳۰

(۲) البغدادی، اسماعیل پاشا، ھدیۃ العارفین اسماء المولفین واثار المصنفین مکتبۃ المثنی بغداد، ۱/۵۹۰

(۳) محاسب المعارف فی بیروت، جمیل بک عظم، عقود الجوھر فی تراجم من لھم خمسون تصنیفاً فی الدفتر فاکثر، مطبوعہ مطبعۃ الاھلیہ فی بیروت (سنۃ ۱۳۲۶ھ) ۲/۴۶

(۴) نبھانی، یوسف بن اسماعیل، شیخ، قاضی (متوفی ۱۳۵۰ھ) جامع کرامات الاولیاء، دارالکتب العلمیہ بیروت (ط ۲ ۱۴۲۲ھ ۔ ۲۰۰۲م) ۱/ ۱۹۴-۱۹۵

(۵) الراعی، الفتح المبین (ط ۱۳۹۴ھ) الداشر محمد امین دمج، بیروت ۳/ ۱۲۴

(۶) نقشبندی، مرتضائی، نور محمد خواجہ عالم فنا فی الرسول، تحقیق الوجد، انجمن نقشبندیہ مرتضائیہ (ط ۱۴۰۰ھ ۔ ۱۹۸۰م)/ ۵۴-۵۵

(۷) بریلوی، احمد رضا خاں، امام، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

"نابلس: بضم الباء الموحدة واللام والسين المهملة وسبب تسميتها انه كان هناك وادفيه حية قدامتنعت فيه، وكانت عظيمة جداً وكانوا يسمونها بلغتهم "لس" فاحتا لواحتى قتلوها وانتزعوا نابها وعلقوها على باب هذه المدينة فقيل "ناب لس" اى ناب الحية حتى غلب عليها هذا الاسم"

"نابلس: باء، لام اور سین پر پیش کے ساتھ ہے۔ اس کا نام نابلس رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ ایک وادی تھی جس میں سانپ رہتا تھا جو وادی میں داخل ہونے سے لوگوں کو روکے ہوئے تھا چونکہ سانپ کافی بڑا تھا جسے وہاں کے باشندگان اپنی زبان میں "لس" کہتے تھے پھر لوگوں نے حیلہ سازی کر کے اسے قتل کر دیا اور سانپ کے دانت (کچلیاں) نکال کر اسے اس شہر کے دروازہ پر لٹکا دیا سو اسے کہا گیا "ناب لس" یعنی سانپ کے دانت حتی کہ یہ نام شہر پر غالب آگیا۔" (اور اسے نابلس کہا جانے لگا) [1]

یاقوت حموی یہ بھی لکھتے ہیں:

نابلس فلسطین کی سرزمین میں مشہور شہر ہے، نابلس اور بیت المقدس کے درمیان دس فرسخ (۵۴ کلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔

امام بلاذری لکھتے ہیں:

ان عمرو بن العاص فتح مدينة غزة فی خلافة ابی بكر الصديق رضی الله تعالیٰ عنه ثم فتح بعد ذلك سبسطية ونابلس

"حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] حموی، رومی، بغدادی، یاقوت ابن عبداللہ، ابو عبداللہ، شہاب الدین، (متوفی ۶۲۶ھ) معجم البلدان دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۴/۲۵۹

کے دور خلافت میں غزہ کے شہر کو فتح کیا پھر اس کے بعد سبسطیہ اور نابلس کو فتح کیا۔"[1]

شیخ یعقوبی لکھتے ہیں:

ان نابلس مدینة قديمة فيها الجبلان المقدسان وهما طور سيناء و طور تيناء، وقد أقسم الله سبحانه و تعالى بأحدهما حين قال "والتين والزيتون (۱) وطورسينين (۲)" و تحت المدينة مدينة منقورة في الحجر و نابلس فيها أخلاط من العرب والعجم والسامرة

"بیشک نابلس پرانا شہر ہے جس میں دو مقدس پہاڑ ہیں یعنی "طور سیناء" اور "طور تیناء" اور تحقیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں میں سے ایک کی قسم ذکر فرمائی ہے جس وقت اس کا فرمان ہوا "والتين و الزيتون: و طور سينين" اور شہر کے تحت پتھر پر نابلس کو شہر لکھا گیا ہے اور نابلس شہر میں عرب وعجم اور سامرہ کے مخلوط لوگ رہتے ہیں۔"[2]

آپ کی ولادت

آپ کے حالات لکھنے والوں اور صاحب طبقات نے بالاتفاق آپ کی سن پیدائش ۵ ذی الحج ۱۰۵۰ھ لکھی ہے۔

آپ کے والد محترم نے آپ کی پیدائش سے چند ماہ قبل روم کی طرف سفر فرمایا۔ شیخ محمود جو شیخ یوسف قمینی علیہ الرحمہ کی تربت کے پاس کوہ قاسیون کے دامن میں مدفون ہیں، نے آپ کی والدہ محترمہ کو ولادت سے قبل آپ کی بشارت دی اور ایک چاندی کا درہم آپ کی

---

[1] بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ)، فتوح البلدان، تعلیق رضوان محمد رضوان، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ/ ص ۱۴۴،

[2] یعقوبی، کتاب البلدان، مطبوع مع کتاب الاعلاق النفسیہ، مطبعہ ابرل، لندن (۱۸۹۱م) ۳۲۸، والاعلاق الخطیرة فی أمراء الشام والجزیرة، ابن شداد، تحقیق سامی الدھان، نشر المعہد الفرنسی للدراسات العربیة، دمشق ۱۳۸۲ھ/ص: ۲۴۳

والدہ کو عطا فرمایا اور آپ کی والدہ محترمہ کو فرمایا: "اس بچے کا نام "عبد الغنی" رکھنا بیشک اس کی مدد کی گئی ہے۔"

شیخ محمود، شیخ نابلسی کی ولادت سے چند دن پہلے وصال فرما گئے تھے پھر بیان کردہ تاریخ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ [1]

آپ کی زندگی کا آغاز

بچپن میں آپ کے والد محترم نے آپ کو قرآن مجید کی مجالس میں بٹھایا اور طلب علم کی طرف گامزن فرمایا یوں تربیت چلتی رہی ۱۰۶۲ھ میں آپ کے والد محترم وصال فرما گئے آپ یتیمی کی حالت میں پروان چڑھے لیکن اپنے ایک لمحہ کو بھی قرآن مجید کی قرأت اور فقہ سیکھنے سے ضائع نہیں ہونے دیا۔

سلک الدرر، ھدیۃ العارفین، عقود الجوھر اور جامع کرامات الاولیاء میں مرقوم ہے کہ آپ کی زندگی کا اوائل زمانہ بہت انوکھا تھا اس میں آپ سے احوال غریبہ اور اطوار عجیبہ صادر ہوتے تھے۔ مجذوبانہ حالت رہتی تھی جامع اموی کے قریب عنبرانیین کے بازار میں ایک گھر میں سات سال رہے کبھی اس سے باہر نہ آئے بال لمبے ہو گئے ناخن ترشوانے کی طرف توجہ ہی نہ رہی آپ کے حاسدین آپ کے بارے انتہائی نامناسب کلمات کہتے تھے حالانکہ آپ ان سے بری تھے (اور قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنی وفرادی کی عملی تفسیر بن چکے تھے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حالت سے بلند حالت کی طرف ترقی عطا کی آپ کو مقام "صحو" پر فائز کر کے لوگوں کے لیے ظاہر فرمایا اور آپ

---

[1] سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر ۳/۳۱، دار الشائر الاسلامیۃ بیروت)۔ (ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین واثار المصنفین ۱/۵۹۰ مکتبۃ المثنی بغداد)۔ (عقود الجوھر فی تراجم من لھم خمسون تصنیفا فی الدفتر فاکثر ۲/۴۶ مطبعۃ الاھلیۃ فی بیروت)۔ (جامع کرامات الاولیاء، ۲/۱۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت

عوام الناس کے لیے مرجع خلائق بن گئے۔

آپ کی عمر جب بیس سال کی ہوگئی اسباق و دروس کو پڑھنے، بیان کرنے اور تصنیف میں مشغول ہو گئے آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتب اور سادات صوفیہ مثلاً ابن سبعین اور عفیف تلمسانی علیہما الرحمہ کی کتب کا دوام اور ہمیشگی سے مطالعہ فرمایا، انہی دنوں آپ نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ایک فی البدیع نعت لکھی بعض منکر مزاج لوگوں نے اس نعت کو آپ کی کاوش ہونے سے بعید جانا اور آپ کو اس کی شرح لکھنے پر مجبور کیا (تاکہ آپ کو شرح نہ کرسکنے پر سبکی ہو لیکن) آپ نے انہیں ایک ماہ کے مختصر عرصہ میں ایک ضخیم جلد میں انتہائی عمدہ شرح تحریر فرما کر دے دی۔ پھر آپ نے اسی طرح ایک اور فی البدیع نعت بیان فرمائی۔

آپ نے ۱۱۱۵ھ میں درس وتدریس کا باقاعدہ آغاز فرمایا اور جامع اموی میں درس دینے میں شروع ہو گئے۔ آپ دن کے آغاز میں ہی کئی فنون پڑھا دیتے تھے اور عصر کے بعد جامع الصغیر میں درس دیتے پھر دمشق کے دار اسلاف سے صالحیہ دمشق کی طرف ۱۱۱۹ھ میں تشریف لے آئے اور تادم وصال اسی معروف گھر میں رہے آپ تفسیر بیضاوی کا درس صالحیہ دمشق میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کے جوار میں سلیمیہ کے مقام پر دیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی عمر کے آخر میں وفات کے سال کثیر بندوں کو مجمع عام میں بیعت فرمایا۔[1]

آپ کے والد گرامی شیخ اسماعیل ابن عبد الغنی ابن اسماعیل ابن احمد اپنے وقت کے بہت بڑے صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ متبحر حنفی عالم تھے۔ الاحکام شرح الدرر بارہ

---

[1] سلک الدرر: ۳/۳۱، ھدیۃ العارفین: ۱/۵۹۰، عقود الجوھر ۲/۴۶، جامع کرامات الاولیاء ۲/۱۶۱

جلدوں میں تصنیف فرمائی، جس کا حوالہ ''لہو'' کی بحث میں ''ایضاح الدلات'' کے اندر پیش کیا۔آپ کے والد گرامی پہلے شافعی المذھب تھے اور اسی دوران تحفہ حاشیہ علی شرح المنہاج لابن حجر رقم فرمائی پھر اس کے بعد مذہب حنفی پر کاربند ہو گئے۔آپ کو ایک علمی ماحول گھر ہی سے مل گیا تھا جو آپ کی تربیت میں کافی سودمند رہا۔آپ کے والد گرامی ۱۰۱۷ھ کو پیدا ہوئے اور بدھ کی رات ۲۶ ذی قعدہ ۱۰۶۲ھ میں وصال ہوا۔آپ کا مدفن جامع جراح کے قریب باب الصغیر کے مقبرہ میں ہے۔ [1]

آپ کی اولاد

آپ کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا جن کا نام شیخ اسماعیل ابن عبدالغنی نابلسی ہے۔آپ کا شمار بھی اپنے اسلاف کی طرح مشائخ میں سے ہوتا ہے۔علم،تقویٰ میں مثالی شخصیت تھے۔ فقہ،نحو اور دیگر علوم جامع اموی کے محراب مالکیہ میں پڑھے اور صالحیہ دمشق میں مقام سلیمیہ پر ہر منگل کو درس بیضاوی دیتے تھے۔اپنے والد محترم کے ساتھ ۱۱۰۵ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔آپ ۸ ذی قعدہ ۱۱۶۳ھ بدھ کی رات رفیق اعلیٰ سے واصل ہوئے۔ [2]

شیخ اسماعیل ابن عبدالغنی کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام شیخ طاہر ابن اسماعیل اور چھوٹے بیٹے کا نام شیخ مصطفیٰ ابن اسماعیل نابلسی، یہ دونوں بھائی اپنے دادا کی تربیت میں رہے شیخ طاہر ابن اسماعیل کی پیدائش ۱۱۱۱ھ میں اور وصال ۱۱۴۷ھ ربیع الثانی کے آخر میں ہوا۔ [3] جبکہ شیخ مصطفیٰ ابن اسماعیل کی پیدائش ۱۱۱۳ھ میں اور وصال ۱۰ ذی الحجہ کی رات عیدالاضحیٰ کے روز ۱۱۹۱ھ کو ہوئی ،شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کو اپنے اس پوتے سے

---

[1] خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر،محمد محبی: ۱/۲۰۸،دار صادر بیروت

[2] سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر: ۱/۲۵۶،۲۵۸

[3] سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر: ۲/۲۱۸

بہت پیار تھا اسی محبت کے باعث شیخ مصطفیٰ تادم وصال اپنے دادا جان کی خدمت میں رہے اور بعد از وصال اپنے دادا جان کی قبر مبارک کے ساتھ مدفون ہوئے۔آپ اپنے دادا جان اور خاندان نابلسی کی عظیم نشانی تھے۔آپ کے جنازہ پر انبوہ کثیر نے شرکت کی والی حلب وزیر عزت احمد پاشا دمشق سے آپ کے وصال کی خبر سن کر جنازہ میں شریک ہوا (رحمہم اللہ تعالیٰ) [1]

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کے ایک نواسے شیخ عبدالرحمٰن ابن محمد ابن عبدالرحمٰن ابن زین العابدین ابن شیخ الاسلام البدر الغزی عامری دمشقی شافعی علیہم الرحمہ تھے جو ماہر فنون، عالم اور ادیب تھے اپنے نانا جان سے کئی ایک فنون پڑھے اور نظم ونثر میں اجازت حاصل کیں۔آپ کی ولادت ۹ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ کو ہوئی اور وصال ۱۰ ذی الحج عید الاضحیٰ کے دن طاعون کی بیماری میں مبتلا رہ کر ۱۱۴۴ھ کو شہید ہو گئے۔"مرج الدحداح" میں مدفون ہوئے۔(رحمہ اللہ تعالیٰ) [2]

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کے داماد

آپ کے دو داماد تھے جو علم وفضل اور فنون میں ماہر اور تقویٰ وطہارت کے پیکر تھے۔
ایک کا نام شیخ محمد غزی ابن عبدالرحمن ابن زین العابدین الغزی شافعی دمشقی، دمشق میں شافعی مذہب کے مفتی تھے، آپ کا وصال ۱۷ محرم الحرام ۱۱۶۷ھ مغرب سے تھوڑی دیر پہلے ہوا، آپ کا مدفن باب الغرادیس سے باہر "مرج الدحداح" میں ہے۔(رحمہ اللہ تعالیٰ) [3]
دوسرے داماد کا نام شیخ صادق ابن محمد ابن حسین ابن محمد الشہیر الخراط الحنفی دمشقی عالم،

---

[1] سلک الدرر: ۴/ ۱۷۹
[2] سلک الدرر: ۲/ ۳۰۹
[3] سلک الدرر: ۴/ ۲۴۸

فاضل، ماہراورادب وکمال کے میدان میں سبقت لے جانے والے تھے۔

آپ کا وصال ۵ شعبان ۱۱۴۳ھ بروز پیر کو ہوااوراسی ماہ شیخ صادق ابن محمد کے خسر شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کا وصال بھی ہوا۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کے اساتذہ ومشائخ

۱) شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ علم پڑھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے نحو، معانی، بیان، صرف کو قدوۃ العلماء المحققین صالح وزاہد ملامحمود کردی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۰۷۴ھ) سے دمشق میں پڑھا۔

۲) حدیث اوراصول حدیث کا علم شیخ عبدالباقی حنبلی علیہ الرحمہ سے حاصل کیا۔ [1]

۳) علم تفسیر اورنحو کو بھی شیخ علامہ محمد ابن تاج الدین ابن احمد محاسنی دمشقی حنفی، خطیب جامع دمشق سے حاصل کیا۔ ان کی وفات ۱۰۷۲ھ بدھ کی رات، ابتداء شعبان کو ہوئی۔

۴) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ محدث شام علامہ نجم الدین ابوالمکارم محمد ابن محمد غزی عامری دمشقی علیہ الرحمہ کے دروس میں حاضر ہوتے تھے، ان کا وصال ۱۰ جمادی الاخری ۱۰۶۱ھ بروز بدھ دن کے وقت ہوا۔

۵) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ اپنے والد گرامی شیخ اسماعیل نابلسی علیہ الرحمہ کے دروس تفسیراور شرح الدرر کے دروس میں بھی حاضر ہوتے آپ کے والد گرامی نے آپ کو عمومی اجازت میں داخل فرمایااورآپ کو شیخ نجم غزی علیہ الرحمہ نے بھی اجازت عطافرمائی۔

۶) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے شیخ محمد ابن احمد ابن حسین المعروف اسطوانی علیہ الرحمہ دمشقی حنفی فقیہ وواعظ سے بھی پڑھا، آپ کا وصال ۶ محرم بدھ کے دن ظہر سے تھوڑا پہلے ۱۰۷۲ھ میں ہوا۔

---

[1] سلک الدرر: ۳/۱۳۱، عقود الجوھر: ۲/۴۸

۷) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے علامہ محقق اساتذ الاساتذہ شیخ ابراہیم ابن منصور المعروف فتال علیہ الرحمہ دمشقی سے بھی علم حاصل کیا،ان کا وصال ۱۷ ذی قعدہ بروز ہفتہ ۱۰۹۸ھ کو ہوا۔

۸) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے علامہ محدث فقیہ عبدالقادر ابن مصطفیٰ الصفوری الاصل علیہ الرحمہ دمشقی سے بھی علم حاصل کیا ان کا وصال رمضان المبارک ۱۰۸۱ھ کو ہوا۔

۹) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے سید محمد ابن کمال الدین ابن محمد ابن حسین حمزاوی علیہ الرحمہ دمشق میں نقیب الاشراف سے بھی علم حاصل کیا،ان کا وصال صفر ۱۰۸۵ھ کو ہوا۔

۱۰) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے علامہ محمد ابن محمد ابن احمد عیثاوی علیہ ارحمہ دمشقی سے بھی علم حاصل کیا۔ان کا وصال ۴ ربیع الاول بروز جمعرات ۱۰۸۰ھ کو ہوا۔

۱۱) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے حسین ابن اسکندر رومی سے دمشق کے مدرسہ کلاسہ میں رہ کر علم حاصل کیا۔

۱۲) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے علامہ کمال الدین محمد ابن یحیی ابن تقی الدین ابن عبادۃ ابن ھبۃ اللہ حلبی الاصل علیہ الرحمہ دمشقی، فقیہ، شافعی، فرضی، مقری سے علم حاصل کیا جن کا وصال ذی قعدہ ۱۰۸۸ھ کو ہوا۔

۱۳) شیخ نابلسی علیہ الرحمہ نے علامہ شیخ محمد ابن برکات ابن مفرج الشہیر الکوفی حمصی علیہ الرحمہ دمشقی شافعی سے علم حاصل کیا، جن کا وصال ۲۷ شوال ہفتہ کی رات ۱۰۷۷ھ کو ہوا۔

۱۴) اور مصر سے شیخ نابلسی علیہ الرحمہ کو ولی کبیر خاتمۃ المحققین ابو الضیاء نور الدین علی ابن علی شبراملسی مصری علیہ الرحمہ نے اجازت دی جن کا وصال ۱۸ شوال ۱۰۸۷ھ جمعرات کی رات کو ہوا۔

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے طریقۃ قادریہ میں بیعت شیخ سید عبدالرزاق حموی گیلانی سے کی اور طریقہ نقشبندیہ میں بیعت شیخ سعید بلخی علیہم الرحمہ سے کی، (سو آپ نقشبندی

بھی ہیں اور قادری بھی ہیں)۔ [1]

آپ کے تلازمذہ کی تعداد بے شمار ہے۔ [2] میں آپ کے تلامذہ کا ذکر موجود ہے۔

وفات

آپ کے داماد شیخ صادق ابن محمد کے انتقال پر ملال کے ۱۱ دن بعد شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ ۱۶ شعبان ۱۱۴۳ھ کو سخت بیمار رہ کر ۲۴ شعبان المعظم کو اتوار کے دن عصر کے وقت آپ کی روح مبارک قفص عنصری سے پرواز کرگئی، (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپ کی ۲۵ شعبان ۱۱۴۳ھ پیر کو تجہیز و تکفین کی گئی آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے تلمیذ رشید شیخ علی ابن احمد برادعی نے آپ کو غسل دیا، کفن دیا اور آپ کے گھر آپ پر نماز جنازہ ادا کی اور آپ کو اس ''قبہ'' میں دفن کیا گیا جسے آپ نے خود ۱۱۲۶ھ کے آخر میں بنایا اور شیخ علی بردائی کو اپنے دفن کی ذمہ داری سونپ دی۔

آپ کے وصال کے دن پورا شہر بند ہوگیا۔ لوگوں کے جم غفیر کی وجہ سے گھر بھر گیا اور جگہ کے تنگ ہونے کے باعث لوگ ''صالحیۃ'' کے پہاڑ پر چڑھ گئے۔

آپ نے تقریباً ۹۳ سال عمر مبارک پائی، آپ کے پوتے شیخ مصطفیٰ نابلسی نے آپ کی قبر مبارک کے پہلو کی طرف سرخی زردی ملا ہوا تیرہ رنگ کا خوبصورت جامع بنوایا آپ علیہ الرحمہ کی قبر منور سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور زیارت کی جاتی ہے خصوصاً ہفتہ والے دن صبح صبح۔

آپ کے نواسے کے بیٹے شیخ کمال الدین محمد غزی عامری علیہ الرحمہ نے آپ کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام ''الورد القدسی والوارد الانسی'' رکھا۔ اس میں آپ

---

[1] سلک الدرر: ۳/۳۱، عقود الجوہر: ۲/۴۸

[2] سلک الدرر (۴/۸۶

کے حالات بڑی شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں۔ مزید حالات جاننے کے لیے سلک الدرر، عقود الجوهر، ہدیۃ العارفین اور جامع کرامات الاولیاء کتب معتبرہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے کئی ایک فنون پر کتب تحریر فرمائیں، آپ کی کتب حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہیں۔ آپ کے ایک تلمیذ شیخ ابراہیم ابن عبدالرحمن ابن ابراہیم علیہم الرحمہ آپ کے ساتھ سولہ سال رہے، شیخ ابراہیم کی لکھائی اچھی تھی جو آپ کی کتب کو لکھا کرتے تھے۔ آپ کی اطلاع کے مطابق شیخ نابلسی علیہ الرحمہ کی تقریباً دوسو بیس کتب معرض تحریر میں آئیں، جو درج ذیل ہیں:

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کی تالیفات

حرفِ الالف

۱۔ ایضاح المقصود من وحدة الوجود۔

۲۔ إطلاق القيود شرح مرآة الوجود۔

۳۔ انوار السلوك في اسرار الملوك۔

۴۔ إرشاد المتملى في تبليغ غير المصلى۔

۵۔ إيضاح الدلالات في سماع الآلات۔ (جس کا ترجمہ راقم کی طرف سے آپ کے سامنے آئندہ اوراق میں پیش کیا جارہا ہے)۔

۶۔ اشتباك الاسنة في الجواب على الفرض والسنة۔

۷۔ الابتهاج في مناسك الحاج۔

۸۔ الاجوبة الانسية عن الاسئلة القدسية۔

۹۔ إشراق المعالم في أحكام المظالم۔

۱۰۔ إتحاف من بادر الى حكم النوشادر۔

۱۱۔ إبانة النص فی مسالة القص ای قص اللحية۔

۱۲۔ الاجوبة البتة عن الاسئلة الستة۔

۱۳۔ أنوار الشموس فی خطب الدروس وهو مجموع خطب فی التفسير بلغت نيفا والف خطبة۔

۱۴۔ الأجوبة المنظومة عن الأسئلة المعلومة۔

۱۵۔ الأنوار الإلهية شرح المقدمة السنوسية۔

۱۶۔ إسباغ المنة فی أنهار الجنة، إزالة الخفا عن حلية المصطفى ﷺ۔

۱۷۔ إتحاف الساری فی زيارة الشيخ مدرك الفزاری رضی اللہ عنہ مدفون بقرية جيرة من أعمال دمشق۔

۱۸۔ أنس المحاضر فی معنى من قال أنا مومن فهو كافر۔

۱۹۔ أحكام المفتی۔ ۲۰۔ الاستغاثة الاستغفارية۔ [1]

حرف الباء

۱۔ بواطن القرآن و مواطن الفرقان منظوم على قافية التاء وصل فی إلی سورة براءة فبلغ خمسة آلاف بيت۔

۲۔ برهان الثبوت فی تبرئة هاروت و ماروت۔

۳۔ بذل الإحسان فی تحقيق معنى الإنسان۔

۴۔ بسط الذراعين بالوصيد فی بيان الحقيقة و المجاز فی التوحيد۔

۵۔ بغية المكتفی فی جواز المسح على الخف الحنفی۔

---

[1] ينظر: سلك الدرر فی أعيان القرن الثانی عشر: ۳/۳۱، وهدية العارفين أسماء المؤلفين و آثار المصنفين: ۱/۵۹۱، وعقود الجوهر فی تراجم من لهم خمسون تصنيفا فی الدفتر فاكثر: ۲/۵۲، وجامع كرامات الاولياء: ۲/۱۶۱۔

۶۔ بذل الصلات فی بیان الصلاۃ۔

۷۔ بدایۃ المرید ونہایۃ السعید۔

۸۔ بقیۃ اللہ خیر فی الفناء بعد السیر وھو شرح أبیات خمسۃ للشیخ (رحمہ اللہ تعالی)۔ [1]

حرف التاء

۱۔ التحریر الحاوی بشرح تفسیر البیضاوی شیخ نابلسی علیہ الرحمہ ابھی اللہ تعالیٰ کے فرمان عالیشان (من کان عدوا للہ) الآیۃ پر تفسیر کرتے جب پہنچے تو آپ کا وصال ہوگیا۔ یہ تین جلدوں میں ہے چوتھی جلد شروع فرمائی لیکن پوری نہ ہوگی۔

۲۔ تحریک الاقلید فی فتح باب التوحید و ھو شرح رسالۃ العلامۃ احمد بن علی الشناوی المسماۃ بالاقلید۔

۳۔ توفیق الرتبۃ فی تحقیق الخطبۃ۔

۴۔ تحقیق الانتصار فی اتفاق الأشعری والماتریدی علی خلق الاختیار۔

۵۔ تحقیق الذوق والرشف فی معنی المخالفۃ بین اھل الکشف۔

۶۔ تحریک سلسلۃ الوداد فی مسالۃ خلق أفعال العباد۔

۷۔ تعطیر الأنام فی تعبیر الأحلام۔

۸۔ تحقیق النظر فی تحقیق النظر۔

۹۔ تحفۃ الناسک فی بیان المناسک۔

---

[1] ینظر: سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر: ۳۱/۳، وھدیۃ العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین: ۵۹۱/۱، وعقود الجوھر فی تراجم من لھم خمسون تصنیفا فی الدفتر فاکثر: ۵۶/۲، وجامع کرامات الاولیاء: ۱۶۱/۲۔

۱۰۔ تخییر العباد فی سکنی البلاد، تطییب النفوس فی حکم المقادم والروس۔
۱۱۔ تحفة الراکع والساجد فی جواز الاعتکاف فی فناء المساجد۔
۱۲۔ تشحیذ الأذهان فی تطهیر الأدهان۔
۱۳۔ تحقیق القضیة فی الفرق بین الرشوة والهدیة۔
۱۴۔ تقریب الکلام علی الافهام فی معنی وحدة الوجود۔
۱۵۔ تنبیه من یلهو علی صحة الذکر بالاسم هو تکمیل النعوت فی لزوم البیوت۔
۱۶۔ تنبیه الأفهام علی عمدة الحکام وهو شرح منظومة القاضی محب الدین الحموی۔
۱۷۔ التحفة النابلسیة فی الرحلة الطرابلسیة۔
۱۸۔ تحصیل الاجر فی حکم اذان الفجر۔
۱۹۔ التلبیه من النوم فی حکم مواجید القوم۔
۲۰۔ تحقیق معنی المعبود فی صورة کل معبود۔
۲۱۔ تحریر عین الألبات فی تقریر یمین الإثبات۔
۲۲۔ تشریف التغریب فی تنزیه القرآن عن التعریب۔
۲۳۔ التوفیق الجلی بین الاشعری والحنبلی۔ [1]

حرف الثاء

---

[1] ینظر: سلك الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر: ۳/۳۱، وهدیة العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین: ۱/۵۹۱، وعقود الجوهر فی تراجم من لهم خمسون تصنیفا فی الدفتر فاکثر: ۲/۵۶، وجامع کرامات الاولیاء: ۲/۱۶۱۔

ثواب المدرك لزيارة السيدة زينب والشيخ مدرك. السيدة زينب مدفونة فى قرية معروفة اليوم بقرية قبر الست فى دمشق والشيخ مدرك الغزارى مدفون بقرية جيرة وهى قرية مجاورة لقرية قبر الست مسافة مابين القريتين بضع دقائق۔ [1]

حرف الجيم

١۔ الجواب المعتمد عن سوالات أهل صفد۔
٢۔ الجواب المنثور المنظوم عن السوال المفهوم۔
٣۔ جمع الاشكال و منع الاشكال عن عبارة فى تفسير البغوى۔
٤۔ الجواب عن عبارة وقعت فى الاربعين النووية فى قوله: رويناه۔
٥۔ جمع الأسرار فى منع الاشرار عن الطعن فى الصوفية الاخيار۔
٦۔ جواب سوال ورد من بطريرك فى التوحيد۔
٧۔ جواب سوال فى شرط وقف بالمدينة المنورة۔
٨۔ جواب سوال ورد من مكة المشرفة عن الاقتداء من جوف الكعبة۔
٩۔ الجواب الشريف للحضرة الشريفة فى ان مذهب ابى يوسف و محمد هو مذهب ابى حنيفة۔
١٠۔ الجوهر الكلى شرح عمدة المصلى وهى المقدمة الكيدانية۔
١١۔ الجواب العلى عن حال الولى۔
١٢۔ الجواب عن الاسئلة المائة واحدى وستين۔
١٣۔ الجواب التام عن حقيقة الكلام وهو جواب سوال ملغز۔

---

[1] المصادر نفسها۔

۱۴۔ جواھر النصوص فی حل کلمات الفصوص للشیخ الاکبر۔
۱۵۔ الجواب الشریف فی المذھب الحنیف۔ [۱]

حرف الحاء

۱۔ الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة۔
۲۔ الحامل فی الملک والمحمول فی الفلک فی اخلاق النبوۃ والرسالة والخلافة والملک۔
۳۔ حق الیقین وھدایة المتقین فی التوحید۔
۴۔ حلیة الذھب الابریز فی رحلة بعلبک والبقاع العزیز۔
۵۔ الحضرۃ الانسیة فی الرحلة القدسیة۔
۶۔ الحقیقة والمجاز فی رحلة بلاد الشام ومصر والحجاز۔
۷۔ حلة العاری فی صفات الباری۔
۸۔ حلاوۃ الالا فی التعبیر إجمالا نظما۔
۹۔ الحوض المورود فی زیارۃ الشیخ یوسف والشیخ محمود۔ [۲]

حرف الخاء

[۱] ینظر: سلک الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر: ۳/۳۱، وھدیة العارفین أسماء المولفین وآثار المصنفین: ۱/۵۹۱، وعقود الجوھر فی تراجم من لهم خمسون تصنیفا فی الدفاکر فا کثر: ۲/۵۶، وجامع کرامات الاولیاء: ۲/۱۶۱۔
[۲] ینظر: سلک الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر: ۳/۳۱، وھدیة العارفین أسماء المولفین وآثار المصنفین: ۱/۵۹۱، وعقود الجوھر فی تراجم من لهم خمسون تصنیفا فی الدفاکر فا کثر: ۲/۵۶، وجامع کرامات الاولیاء: ۲/۱۶۱۔

١۔ خمرة الحان ورنة الالحان شرح رسالة الشيخ أرسلان (رحمه الله تعالى)۔

٢۔ خلاصة التحقيق فی حكم التقليد والتلفيق۔

٣۔ خمرة بابل وغناء البلابل وهو ديوان غزلياته۔ [١]

حرف الدال

١۔ دفع الاختلاف عن كلامی القاضی والكشاف۔

٢۔ ديوان الحقائق وميدان الرقائق۔

٣۔ ديوان المدائح المطلقة والمراسلات۔

٤۔ دفع الضرورة عن حج الصيرورة۔

٥۔ دفع الايهام رفع الابهام۔ وهی جواب سوال۔ [٢]

حرف الذال

١۔ ذخائر المواريث فی الدلالة على مواضع الاحاديث وهو أطراف للكتب السبعة أعنی كتب الحديث الستة والموطا للإمام مالك۔

٢۔ ذيل نفحة الريحانة۔ ونفحة الريحانة للمحبی الدمشقی۔ [٣]

حرف الراء

---

[١] ينظر: سلك الدرر فی أعيان القرن الثانی عشر: ٣١/٣، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ٥٩١/١، وعقود الجوهر فی تراجم من لهم خمسون تصنيفا فی الدفكر فاكثر: ٥٦/٢، وجامع كرامات الاولياء: ١٦١/٢۔

[٢] المصادر نفسها۔

[٣] المصادر نفسها۔

۱۔ رائحة الجنة شرح إضاءة الدجنة وهو شرح منظومة المقری المسماة إضاءة الدجنة فی عقائد أهل السنة۔
۲۔ روض الأنام فی بیان الإجازة فی المنام۔
۳۔ رفع الریب عن حضرة الغیب فی دفع الوسواس عن القلب۔
۴۔ رد التعنیف علی المعنف وإثبات جهل هذا المصنف۔
۵۔ ریع الإفادات فی ربع العبادات فی الفقه۔
۶۔ رفع الکسا عن عبارة البیضاوی فی سورة النساء۔
۷۔ رفع الستور عن متعلق الجار والمجرور فی عبارة الملا خسرو۔
۸۔ رسالة فی سوال عن حدیث نبوی۔
۹۔ رفع الاشتباه عن علمیة اسم الله۔
۱۰۔ رسالة فی تعبیر رویا سئل عنها۔
۱۱۔ رسالة فی حل نکاح المعتقة علی الشریعة۔
۱۲۔ الرد الوفی علی جواب الحصکفی فی مسألة الخف الحنفی۔
۱۳۔ رنة النسیم وغنة الرخیم۔
۱۴۔ الرد المتین علی منتقص العارف محی الدین۔
۱۵۔ رسالة فی الحث علی الجهاد۔
۱۶۔ رسالة فی احترام الخبز۔
۱۷۔ رسالة فی جواب سوال من بیت المقدس۔
۱۸۔ رفع العناد فی حکم التفویض والاسناد فی نظم الوقف۔
۱۹۔ رسالة فی حکم التسعیر من الحکام۔
۲۰۔ رسالة فی معنی البیتین رأت قمر السماء فاذکرتنی۔

۲۱۔ رشحات الاقلام شرح کفایۃ الغلام۔

۲۲۔ رسالۃ فی العقائد۔

۲۳۔ رسالۃ فی کی الحمصۃ۔

۲۴۔ وله رسالة أخرى فی ذلك سماها المقاصد الممحصة تاتی فی حرف الميم۔

۲۵۔ ردالجاهل الی الصواب فی جواز اضافة التاثير الی الأسباب۔

۲۶۔ ردالمفتری عن الطعن فی الششتری۔

۲۷۔ رکوب التقييد بالإذعان فی وجوب التقليد فی الإيمان۔

۲۸۔ ردالحجج الداحضة علی عصبة الغی الرافضة۔

۲۹۔ رسالة فی قوله ﷺ: من صلی علی واحدة صلی الله عليه عشرا۔

۳۰۔ الروض المعطار فی روائق الاشعار۔

۳۱۔ رسالة فی فضائل العرب والرد علی من طعن فيهم۔

۳۲۔ رسالة فی ان الانسان هل هو هذا الهيكل المخصوص او غيره۔ [1]

حرف الزای

۱۔ زهر الحديقة فی ترجمة رجال الطريقة۔

۲۔ زبد الفائدة فی الجواب عن الابيات الواردة وهی اربعة ابيات للشيخ الاكبر۔

---

[1] ينظر: سلك الدرر فی أعيان القرن الثانی عشر: ۳۱/۲، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فی تراجم من لهم خمسون تصنيفا فی الدفتر فاكثر: ۵۶/۲، وجامع كرامات الاولياء: ۱۶۱/۲۔

۳۔ زیادۃ البسطۃ فی بیان ان العلم نقطۃ۔ [1]

حرف السین

۱۔ السر المختبی فی ضریح ابن العربی۔

۲۔ سرعۃ الانتباہ لمسالۃ الاشتباہ۔

۳۔ سلوی الندیم و تذکیرۃ العدیم۔ [2]

حرف الشین

۱۔ الشمس علی جناح طائر فی مقام الواقف السائر۔

۲۔ شرح اوراد الغوث الاعظم سیدی عبد القادر الجیلانی۔

۳۔ شرح الاشباہ والنظائر۔

حرف الصاد

۱۔ صفوۃ الاصفیاء فی بیان التفضیل بین الانبیاء۔

۲۔ صرف العنان الی قراءۃ حفص بن سلیمان وھو شرح منظومۃ لہ سماھا القول العاصم تاتی فی حرف القاف۔

۳۔ صرف الأعنۃ الی عقائد اھل السنۃ۔

۴۔ الصراط السوی شرح دیباجۃ المثنوی۔

۵۔ الصلح بین الاخوان فی حکم اباحۃ الدخان۔

---

[1] المصادر نفسھا۔

[2] المصادر نفسھا۔

۶۔ صفوة الضمير فى نصرة الوزير۔[1]

حرف الطاء

۱۔ طلوع الصباح على خطبة الضوء شرح المصباح۔

۲۔ الطلعة البدرية شرح القصيدة المضرية۔[2]

حرف الظاء

الظل الممدود فى معنى وحدة الوجود۔[3]

حرف العين

۱۔ العقود اللؤلؤية فى طريق المولوية۔

۲۔ علم الملاحة فى علم الفلاحة۔

۳۔ العقد النظيم فى القدر العظيم۔

۴۔ عذر الائمة فى نصح الامة۔

۵۔ العبير فى التعبير۔ منظومة من بحر الرجز۔

۶۔ عيون الامثال العديمة المثال۔[4]

---

[1] ينظر: سلك الدرر فى أعيان القرن الثانى عشر: ۳۱/۳، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فى تراجم من لهم خمسون تصنيفا فى الدفكر فا كثر: ۵۶/۲، وجامع كرامات الاولياء: ۱۶۱/۲۔

[2] المصادر نفسها۔

[3] المصادر نفسها۔

[4] ينظر: سلك الدرر فى أعيان القرن الثانى عشر: ۳۱/۳، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فى تراجم من لهم خمسون تصنيفا فى الدفكر فا كثر: ۵۶/۲، وجامع كرامات الاولياء: ۱۶۱/۲۔

حرف الغین

۱۔ غیث القبول همی فی معنی جعلاله شرکاء فیما آتاهما۔

۲۔ الغیث المنبجس فی حکم المصبوغ بالنجس۔

۳۔ غایة الوجازة فی تکرار الصلاة علی الجنازة۔

۴۔ غایة المطلوب فی محبة المحبوب۔[۱]

حرف الفاء

۱۔ فتح المعید المبدی شرح منظومة سعدی افندی۔

۲۔ الفتوحات المدنیة فی الحضرات المحمدیة۔

۳۔ الفتح المکی واللمح الملکی۔

۴۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی۔

۵۔ فتح العین و کشف الغین عن الفرق بین البسملتین و ایضاح معنی التسمیتین یعنی تسمیة المسلمین و تسمیة النصاری۔

۶۔ فتح الکبیر لفتح لاء التکبیر۔

۷۔ فتح الانغلاق فی مسالة علی الطلاق۔

۸۔ الفتح المدنی فی النفس الیمنی۔

۹۔ فیض الأرحم فی شرح الحزب الأعظم لملا علی القاری۔[۲]

---

[۱] المصادر نفسها۔

[۲] ینظر: سلک الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر: ۳۱/۳، وهدیة العارفین أسماء المولفین وآثار المصنفین: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فی تراجم من لهم خمسون تصنیفا فی الدفکر فا کثر: ۵۶/۲، وجامع کرامات الاولیاء: ۱۶۱/۲۔

حرف القاف

۱۔ قطرة السماء ونظرة العلماء۔
۲۔ القول الأبين فى شرح عقيدة أبى مدين۔
۳۔ القول العاصم فى قراءة حفص عن عاصم وهى منظومة على قافية التاء وله شرح عليها سماه صرف العنان وقد تقدم ذكره فى حرف الصاد۔
۴۔ قلائد المرجان فى عقائد الإيمان۔
۵۔ قلائد الفرائد وموائد الفوائد فى فقه الحنفية على ترتيب ابواب الفقه۔
۶۔ القول السديد فى جواز خلف الوعيد والرد على الرجل العنيد۔
۷۔ القول المعتبر فى بيان النظر۔
۸۔ القول المختار فى الرد على الجاهل المحتار۔ [1]

حرف الكاف

۱۔ كنز الحق المبين فى أحاديث سيد المرسلين۔
۲۔ كشف السر الغامض شرح ديوان ابن الفارض۔
۳۔ الكوكب السارى فى حقيقة الجزء الاختيارى۔
۴۔ كتاب الوجود الحق والخطاب الصدق۔
۵۔ كشف الستر عن فرضية الوتر۔
۶۔ كشف النور عن أصحاب القبور وفيه كرامات الأولياء بعد الموت۔

---

[1] المصادر نفسها۔

۷۔ كفاية المستفيد فى علم التجويد۔

۸۔ الكشف والبيان عما يتعلق بالنسيان۔

۹۔ الكشف عن الأغلاط التسعة فى بيت الساعة من القاموس۔

۱۰۔ الكواكب المشرقة فى حكم استعمال المنطقة من الفضة۔

۱۱۔ كفاية الغلام فى أركان الإسلام منظومة مائة و خمسون بيتا وله شرح عليها سماه رشحات الأقلام تقدم فى حرف الراء۔

۱۲۔ كوكب الصبح فى ازالة ليل القبح۔

۱۳۔ الكوكب الوقاد فى حسن الاعتقاد۔

۱۴۔ الكوكب المتلالى شرح قصيدة الغزالى۔

۱۵۔ الكتابة العلية على الرسالة الجنبلاطية۔

۱۶۔ كوكب المبانى وموكب المعانى شرح صلوات الجيلانى۔

۱۷۔ الكشف والبيان عن اسرار الأديان۔

۱۸۔ الكاشف شرح الحزب الأعظم۔ [1]

حرف اللام

۱۔ لمعات البرق النجدى شرح تجليات محمود أفندى۔

۲۔ لمعان الأنوار فى المقطوع لهم بالجنة والمقطوع لهم بالنار۔

۳۔ لمعة النور المضية فى شرح الأبيات السبعة الزائدة من الخمرية الفارضية۔

---

[1] ينظر: سلك الدرر فى أعيان القرن الثانى عشر: ۳۱/۲، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فى تراجم من لهم خمسون تصنيفا فى الدهر فا كثر: ۵۶/۲، وجامع كرامات الاولياء: ۱۶۱/۲۔

۴۔ اللؤلؤ المكنون فى حكم الأخبار عما سيكون۔

۵۔ اللطائف الأنسية على نظم السنوسية۔ [1]

حرف الميم

۱۔ المعارف الغيبية شرح العينية الجيلية۔

۲۔ مفتاح المعية شرح الرسالة النقشبندية۔

۳۔ مجالس الشامية فى مواعظ أهل البلاد الرومية۔

۴۔ المقام الأسمى فى المتزاج الأسماء۔

۵۔ المطالب الوفية شرح الفرائد السنية "الفرائد السنية منظومة فى الفقه للشيخ أحمد الصفدى۔

۶۔ مليح البديع فى مديح الشفيع و هى بديعيته التى ذكر فيها اسم النوع۔

۷۔ المقاصد الممحصة فى بيان كى الحمصة۔

۸۔ مخرج المتقى و منهج المرتقى۔

۹۔ منظومة فى ملوك آل عثمان نصرهم الله۔

۱۰۔ مناغاة القديم و مناجاة الحكيم۔

۱۱۔ مفتاح الفتوح فى مشكاة الجسم وزجاجة النفس و مصباح الروح۔

۱۲۔ المسلك الأذفر فى وصايا الشيخ الاكبر۔

۱۳۔ المعراج وغاية الانتاج۔ [2]

---

[1] المصادر نفسها۔

[2] ينظر: سلك الدرر فى أعيان القرن الثانى عشر: ۳۱/۳، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فى تراجم من لهم خمسون تصنيفا فى الدفتر فا كثر: ۵۶/۲، وجامع كرامات الاولياء: ۱۶۱/۲۔

حرف النون

۱۔ نهاية السول فی حلية الرسول ﷺ۔
۲۔ النظر المشرفی فی معنی قول ابن الفارض عرفت أم لم تعرف۔
۳۔ النفحات المنتشرة فی الجواب عن الأسئلة العشرة فی أقسام البدعة۔
۴۔ نفحة القبول فی مدحة الرسول ﷺ۔
۵۔ نبوة القدمین فی سؤال الملکین۔
۶۔ نخبة المسالة شرح التحفة المرسلة فی التوحید۔
۷۔ النعم السوابغ فی إحرام المدنی من رابغ۔
۸۔ نقود الصرر و عقود الدرر فیما یفتی به علی قول زفر۔
۹۔ النسیم الربیعی فی التجاذب البدیعی۔
۱۰۔ نتیجة العلوم و نصیحة علماء الرسوم فی شرح مقالات السرهندی المعلوم۔
۱۱۔ نور الأفئدة شرح المرشدة۔
۱۲۔ نزهة الواجد فی الصلاة علی الجنائز فی المساجد۔
۱۳۔ نهاية المراد شرح هدیة ابن العماد۔
۱۴۔ النوافح الفائحة بروائح الرؤیا الصالحة۔
۱۵۔ النسمات الأسحار فی مدح النبی المختار و هی بدیعیته المجردة من اسم النوع۔
۱۶۔ نفحات الأزهار شرح نسمات الأسحار۔

۱۷۔ نفحة الصور و نفحة الزهور شرح نظم قبضة النور۔ [1]

حرف الواو

۱۔ وسائل التحقيق و رسائل التوفيق وهى مكاتبات علمية۔

۲۔ ورد الورود و فيض البحر المورود۔ [2]

حرف الهاء

هدية الفقير و تحية الوزير۔ [3]

حرف الياء

يوانع الرطب فى بدائع الخطب۔

اس قدر درجہ قبولیت حاصل کیے ہوئے کثیر کتب اور فنی مسائل پر تصنیفات سوائے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر رحمت کے ممکن نہیں ہے۔

فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الاحد
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(شعبہ دارالافتاء)
دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

---

[1] ينظر: سلك الدرر فى أعيان القرن الثانى عشر: ۳۱/۳، وهدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ۵۹۱/۱، وعقود الجوهر فى تراجم من لهم خمسون تصنيفا فى الدفر فا كثر: ۵۶/۲، وجامع كرامات الاولياء: ۱۶۱/۲۔

[2] المصادر نفسها۔

[3] المصادر نفسها۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں وہ ذات جس نے اپنے بندوں کے لیے احکام کو جائز کیا اور حلال وحرام کے درمیان فرق واضح فرمایا۔حق کا سماع (سننا) خاص وعام پر فرض قرار دیا اور باطل کا سماع تمام گناہوں کی جڑ ہونے کی وجہ سے حرام کیا اور درود وسلام کا نزول ہمارے آقا دین اسلام کے مددگار حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل اطہار اور تمام برگزیدہ، چنیدہ صحابہ کرام پر ہو۔

وجہ تالیف:

حمد وصلوٰۃ کے بعد،اپنے قادرِ مطلق مولا کی بارگاہ میں عاجز بندہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ "اللہ تعالیٰ اسے لغزش سے محفوظ رکھے اور اپنی مدد سے سرفراز فرمائے" عرض گزار ہے کہ جب میں نے خواص اور عوام کے درمیان دیکھا کہ مزامیر کے ساتھ خوش الحان آوازوں کو سننے کے مسئلہ میں (جائز و ناجائز) گفتگو بہت زور پکڑے ہوتے ہے (اور اس نزاع کی صورتِ حال یہ تھی کہ) جاہل لوگوں نے مسئلہ سماع میں جائز و ناجائز کی تفصیل کا لحاظ کیے بغیر حرام کہنے پر زبان دراز کر رکھی ہے حالانکہ انہیں دلیل و برہان سے کوئی واقفیت حاصل نہ تھی (جسے وہ خصم پر پیش کرسکیں) ان نادانوں کو ایک دوسرے کی اندھی تقلید (سماع کے حرام کہنے پر) ابھارے ہوئی تھی۔ان احمقوں نے اپنی غلطی پر اپنے مدمقابل کے دین وعزت کو مباح سمجھ لیا (اور ان پر فسق و فجور کا حکم لگا دیا)۔اس صورتِ حال میں میرے بعض دوست احباب نے بات کو سمجھنے اور حق تسلیم کرنے والوں کے لیے اس نزاعی مسئلہ کی وضاحت میں کچھ لکھنے کو کہا۔گو متقدمین ومتاخرین علماء کا اس مسئلہ میں کافی وافی بیان موجود ہے۔اور ان کے اس مسئلہ پر کئی

ایک رسائل اور کتب منظر عام پر آچکے ہیں لیکن جاہلوں کا طبقہ اس سے کیسے اطلاع حاصل کرے۔فقہی احکامات میں تحقیق سے عاجز اور ہمت کے کوتاہ لوگ (اعتراض کے علاوہ کسی اور کام کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے)۔

چنانچہ دوستوں کے مطالبہ پر میں اس رسالہ کو انصاف پسند بھائیوں کے لیے تصنیف کرتا ہوں تاکہ اس پیچیدہ مسئلہ میں حق اور درستگی کا راستہ عیاں ہو اور اس مسئلہ شرعی کے حکم میں ہٹ دھرم جاہلوں کے پھندہ سے بچا جاسکے۔

میں نے اس رسالہ کا نام "ایضاح الدلالات فی سماع الالات" (سماع کو آلات کے ساتھ سننے میں دلائل) رکھا۔

اللہ تعالیٰ سے میری درخواست ہے کہ جو اس ذات کو پسند ہے اور جس پر وہ راضی ہے اسی کی ہی مجھے توفیق عنایت فرمائے۔تمام دینی مسائل میں اور خصوصاً اس مسئلہ کی تحقیق حق کو اس کے مقتضیٰ اور صحیح حقیقت حال کے مطابق واضح کرنے کے لیے مضبوط تائید فرمائے اور اس مسئلہ میں ہم سے اور تمام عالم اسلام سے پردہ کشائی فرمائے۔بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور قبولیت کی امید اسی سے وابستہ ہے۔

میرے بھائیو! ''اللہ تعالیٰ تمہاری نگاہوں کو ہدایت کے کرشمہ سے منور فرمائے اور تمہارے قلب ولسان کو ہٹ دھرم اور جاہلوں کی غلطیوں سے محفوظ رکھے اور اپنے لطف وکرم کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے۔''

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ فقہی احکام یعنی حلال وحرام کو بیان کرنے والا ''علم فقہ'' معرفتہ الٰہی کے بعد تمام علوم سے شرف وبزرگی والا ہے۔لیکن فقہاء دو طرح کے ہیں۔

(۱) کاملین (۲) قاصرین

۱۔ کاملین وہ رجال ہیں جو اصول وفروع پر آگاہی اور ان کی تفصیل یعنی جائز وناجائز کی

تقسیم کا علم رکھتے ہیں۔

۲۔ فقہاء قاصرین وہ حضرات ہیں جو مذاہب اربعہ کے اختلافات پر لکھی گئیں فروعی مسائل کی کتب سے مسائل کو حقیقت حال سمجھے بغیر کہ ان فروعی مسائل کو لکھنے والا یہاں کیا سمجھا رہا ہے نقل کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھ پاتے کہ ان مسائل کی بنیاد کس اصول پر ہے اور اس مطلق کی کیا قیود ہیں؟ اس سے تو بالکل ہی عاری ہیں۔ حالانکہ ان اصول میں سے بعض قیود تو اجتہاد کے مرتبہ پر فائز علماء ہی پہچان سکتے ہیں۔ (چہ جائیکہ ایسے کوتاہ عقل اس میں دخل اندازی کریں) ان فقہا قاصرین کی مثال ایسے ہے جیسے جنگل میں اندھیری رات کو لکڑیاں چننے والا جو اس کے ہاتھ لگے اٹھا لیتا ہے (یعنی محض رطب و یابس کو جمع کرنے والے ہیں اور تجزیہ و محاکمہ کی تمیز اور صلاحیت نہیں رکھتے) اور امت مصطفیٰ ﷺ جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے ان کلمات طیبات کے ساتھ بیان فرمائی:

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الایۃ" (ال عمران:۱۱۰)

تم امتوں میں بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے (اظہار شان کی خاطر) پیدا کیا گیا۔ ان پر اپنی خواہش کے ترازو قائم کرتے ہیں اور تنقید کرتے ہیں کسی قسم کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کم عقلوں پر کیا تعجب؟ جنہوں نے رب العالمین کی تعریف کردہ امت پر محض اپنی گھٹیا اور خبیث فکروں سے تنقید کے دروازے کھولے ہوئے ہیں اور اپنی فکر اور سوچ کو "عین الیقین" کے درجہ پر پہنچائے ہوئے ہیں۔ (مثبت پہلو نہ رکھتے ہیں نہ اس کی تربیت کر سکتے ہیں۔ صرف حرام اور کفر کہنے پر ان کی شہرت کا مدار ہوتا ہے)۔

اس زمانہ پر افسوس! جس میں ایسے کم بخت فقہاء رونما ہو رہے ہیں جن کے دل دنیا کی محبت اور دھوکے میں گھرے ہوئے ہیں اس برے دل میں جو آئے اسے فتویٰ کا نام دے دیتے ہیں اور اپنی کم تر اور گھٹیا فکر کو شریعت کا ترازو سمجھ کر احکام شرع کا انکار کر دیتے ہیں۔ ان

اوھام فاسدہ کے میزان پر مسائل صحیحہ کو پرکھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غلط سوچوں پر پرکھے ہوئے مسائل صحیحہ کو غلط اور باطل ٹھہرا دیتے ہیں۔ جبکہ دلائل اور مسائل کو اگر ان کی حقیقت پر پرکھا جائے تو وہ صحیح اور حق ہیں۔ بسا اوقات اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ان کو دلائل و مسائل میں کوئی دو چار مسئلے یاد ہو جاتے ہیں اور اپنے اس زعم فاسد کی وجہ سے مسائل فقہیہ سے آشنا اور اس فن میں ید طولیٰ رکھنے والوں کو اپنی تقلید کا فتویٰ ارسال کرتے ہیں اور یہ بیچارہ کیا جانے کہ صاحب شرع نے اس کی علت اور بنیاد کس حقیقت پر رکھی ہے اور متقدمین و متاخرین فقہاء و مصنفین کی کتب میں ذکر کردہ مسائل کن اصول و قیود اور حدود و شرائط پر مبنی ہیں۔ جس میں کسی ایک فقہاء کا انداز تحریر اس طرح رہا کہ انہوں نے طالب کی فہم پر اعتماد کرکے اور ان کے علم کو محفوظ سمجھتے ہوئے شرائط اور قیود و حدود کو چھوڑ دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ فقہاء کرام اپنی عبارتوں کو بغیر قیود کے مطلق ذکر کر دیتے ہیں۔ جبکہ ان مطلق عبارتوں میں قیود کا لحاظ ہوتا ہے جنہیں فقہاء کی اصطلاح میں مشہور ہونے کی وجہ سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ ہماری اس بیان کردہ تقریر ہی کی طرف صدر الفقہاء والمحققین الامام العلامہ عمدۃ الفہامہ زین الدین ابن نجیم المصری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالے (جس کو چھوٹے حوض میں کھڑے پانی سے وضو کے جواز میں تصنیف کیا گیا ہے) کے آخر میں اشارہ فرمایا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے متقدمین فقہاء کی عبارات کی موافقت کی ہے کیونکہ فقہاء متقدمین نے تو اپنی کتابوں اور تصانیف میں صراحت کر دی تھی۔ اب علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ کا فقہاء سے مسئلہ کو نقل کرنا ان سے موافقت کی واضح دلیل ہے (اس مسئلہ کے اتنے واضح ہونے کے باوجود) اس وقت کے جاہل طبقہ کے علماء نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ چھوٹے حوض میں کھڑے پانی کو محض ہاتھ لگانے سے سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے جبکہ یہ ان کی طرف سے کھلم کھلا جہالت اور مذہب حنفیہ میں اس مسئلہ کے اصول فروع پر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ نے اس رسالے کا نام "الخیر الباقی

فی جواز الوضوء من الفساق" رکھا ہے۔اس رسالے کے آخر میں (ہمارے مقصد کی) ایک عبارت اس طرح رقم ہے کہ علامہ ابن الفرس ؒ نے فرمایا۔

"مسائل کو علیٰ وجہ التحقیق پہچاننے کے لیے دو اصول اور قواعد کا جاننا ضروری ہے۔

پہلا قاعدہ:

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ فقہاء کرام کی عبارتیں چند قیود کے ساتھ مقید ہوتی ہیں جنہیں عقل سلیم کے حاملین، اصول و فروغ میں مہارت تامہ رکھنے والے ہی پہچان سکتے ہیں اور فقہا ان قیود کو ماہر طالب پر اعتماد کرتے ہوئے ذکر نہیں کرتے۔

دوسرا قاعدہ:

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو مسائل اجتہادی، عقل سے پرکھنے والے ہیں۔ان کے حکم کو علیٰ وجہ الاتم اس وقت تک نہیں پہچانا جا سکتا جب تک اس حکم کی علت معلوم نہ ہو جائے جس پر حکم کا دارومدار ہوتا ہے اور اس سے مسائل متفرع ہوتے ہیں۔اسی علت کو ہی اگر نہ پہچانا جائے تو طالب پر مسائل مشتبہ ہو جائیں گے اور اس کا ذہن علت و بنیاد کو نہ پہچاننے کی وجہ سے حیرت میں پڑ جائے گا اور جس نے ہمارے بیان کردہ اصول کو پس پشت ڈال دیا وہ خطاء اور غلطی میں سرگرداں رہے گا۔"[1]

علامہ ابن الفرس ؒ کے کلام سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ فقیہہ پر فتویٰ دینے سے پہلے کیا لازم ہوتا ہے تب جا کر اس کے لیے جائز ہوتا ہے کہ مذاہب اربعہ پر لکھی گئی کتابوں سے مسائل لے کر حلال و حرام کے بارے فتویٰ دے اور اس زمانہ میں مسائل شرعیہ کی وجہ سے جو عوام الناس میں بغض و عداوت کی فضا قائم ہوئی ہے میں اس کا سبب اصول سے ناواقف جاہل قسم کے فقہاء کی فتویٰ بازی سمجھتا ہوں۔جن میں سے اکثریت دیہاتی اور بدوی

[1] الرسائل الزینیہ فی مذھب الحنفیہ ص: ۷۷ مطبوعہ مکتبہ طیبہ کانسی روڈ کوئٹہ

طبیعت والے اور پیشہ ور لوگوں کی ہے (جن کا دین کے ساتھ کوئی خاص لنک نہیں) صرف دو چار مسئلوں کو یاد کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو متکلم، عصر رواں اور شاہان دوراں سمجھ کر مذکورہ اصول کی پرواہ کیے بغیر کتب فقہ کے مسائل سے ناآشنا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور ایسے فتویٰ کا اثر یہ پڑتا ہے کہ خلق خدا انتشار کا شکار ہو کر بجائے جاہل مفتی کے آپس میں انکار بازی شروع کر دیتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں فتنے لڑائی یا کینہ پروری کی صورت میں جنم لیتے ہیں اور ایسے میں آپ ہر ایک کو دوسرے کے حق میں بہتر نہیں پائیں گے کیونکہ ہر ایک نے اپنے مسلمان بھائی کے بارے دل میں کینہ چھپا رکھا ہوتا ہے۔ (اگرچہ اوپر اوپر سے اخلاق حسنہ کے پیکر عظیم بنے ہوں۔ ہائے افسوس! دلوں کو اخلاق حسنہ کہاں سے لا کے دیں)۔

جاہل (پارٹی کا یہ) مفتی اپنی اس کرتوت کو تحقیق کے نام سے موسوم کرتا ہے جبکہ درحقیقت یہ برائی کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ اس طرح کے لوگ اپنی کج فہمی میں مسائل کو تلاش کرتے ہیں اور حدود و قیود سے ناآشنا ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ من گھڑت سا موقف حق ہے یہی شرع ہے اور حق اس کے موقف کے عین موافق ہے اور ان کی رائے شرع کے ترازو پر پوری طرح اتر رہی ہے (حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے) اور ان کے کئی چیلے، چمٹے اپنے اس گرو کی اندھی تقلید کر کے سمجھتے ہیں کہ سب کچھ انہی کے پاس ہے (جبکہ ایسے لوگ اکثر اوقات "گروجی" کے پول کھلنے پر) بہت بری طرح سرنگوں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسے ناہنجار مفتیوں کے اپنے دل ناکردنیوں میں ڈوبے ہوتے ہیں جس کے پیش نظر جو شریعت میں نہیں اس پر شریعت کا لیبل لگا دیتے ہیں۔

کسی شاعر نے ایسے لوگوں کے بارے کیا خوب کہا:

إِذَا سَاءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَاءَتْ ظُنُوْنُهُ

وَصَدَّقَ مَايَعْتَادُهُ مَنْ تَوَهَّمَ

یعنی جب کسی شخص کا کردار برا ہو جائے تو اس کے خیالات بھی برائی کا شکار ہو جاتے ہیں اور تو ہم پرستی کے مارے ہوئے دل میں جو ناحق آئے اس کے حق ہونے کا دھاوا بول دیتا ہے۔

اس کے برعکس کامل کی شان یہ ہے کہ وہ وجود کو کامل ہی پہچانتا ہے اور اسے سوائے کمال کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور وہ آلاتِ مطربہ کے ساتھ قوالی کرنے والوں کو بجائے باطل کے "سماعِ حق" کا سمجھنے والا ہوتا ہے (اسی مرتبہ کمال کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشارہ فرمایا) وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (الدخان ۴۴:۳۸-۳۹) "اور ہم نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کوئی رائیگاں اور بے مقصد چیز نہیں پیدا کی، ہم نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کو حق کے ساتھ بنایا۔ لہٰذا اس آیہ کریمہ اور دیگر آیات مقدسہ پر ایمان لانے والے تمام کو بجائے باطل کے حق سمجھتا ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ جس نے سماع بالمزامیر کو (مطلقاً) حرام قرار دیا ہے اس نے حق (حلال) کو حرام قرار دیا ہے۔ نیز حرمتِ سماع کا فتویٰ سامع کی بری نیت پر معلق ہے اور سامع کے حال کو مفتی جانتا ہی نہیں۔ لہٰذا سماع کو حرام لعینہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ کتنے ہی نادر مسائل جن کے وقوع کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔ لیکن بزرگ فقہاء نے اپنی تصانیف میں ان مسائل کو ذکر کیا تو فقہاء کرام کے ان مسائل کو اپنی کتابوں میں ذکر کرنے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ مسائل خارج میں بھی ضرور پائے جائیں۔ (اسی طرح سماع کو فقہاء کرام نے مستمع کی بری نیت ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے لیکن مستمع کی بری نیت کا علم بہت نادر ہے اور اس شاذ ونادر سے کلیۃً حرام کا فتویٰ لگانا اندھے کو بینا کہنے کے مترادف ہے) لہٰذا اگر مستمع سماعِ ناحق کرے تو اس کے حرام ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے لیکن مستمع کا حال کیا ہے؟ ہم اس سے بے خبر ہیں۔ اگر مستمع سماعِ ناحق کر رہا ہے تو ہم اس بارے حرمت کا فتویٰ صادر کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے بجائے مستمع کے یہ ناحق اور باطل اپنے

دل میں ہی سمٹے ہوئے ہیں تو پھر حرمت کا فتویٰ ہمیں اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہیے اور جو چیز ہمارے دل میں موجود ہے ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان پر یہ آویزاں کریں۔ جیسا کہ آج کل ہمارے کرشلی فقہاء کی عادت بن گئی ہے۔ بدنیتی ان کے اپنے دل میں گھر کی ہوئی ہوتی ہے اور طعن و تشنیع کا شکار دوسرے مسلمانوں کو بنایا ہوا ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے ان کی آنکھوں پر یہ بے خوفی کا پردہ دوسرے مسلمانوں کے بارے برے ارادے رکھ کر ان پر اس مسئلہ سماع میں طعن پر اصرار اور بے جا ڈٹے رہنے کی وجہ سے پڑا۔ اپنے دلوں کا کیچڑ امت مصطفیٰ ﷺ پر اچھال رہے ہیں۔ ان کی خباثت کا مزید مشاہدہ فرمائیے! آپ ان کو دیکھیں گے کہ ہمارے زمانہ میں تمام حضرات کے بارے کہتے ہیں ان میں سے کسی کو ولایت اور صدیقیت کا درجہ حاصل نہیں ہے اور اللہ والوں کے نرالے اور کرامت والے کاموں کی مخالفت کرتے ہوئے زبان درازی کرتے ہیں اور اپنی گھٹیا سوچوں کے بل بوتے ان پاک ہستیوں پر ٹیڑھے میزان قائم کر کے سمجھتے ہیں کہ یہی شرع ہے اور جب آپ ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کریں تو کہیں گے اولیاء اور صدیقین پہلے زمانہ میں ہوتے تھے۔ اب ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے اور اس پر بلا دلیل قطعیت کا حکم لگا کر ایک دوسرے کی اندھی تقلید کرتے پھرتے ہیں۔

اس قسم کا گروہ ہمارے زمانہ میں ہی رونما نہیں ہوا بلکہ اس سے قبل اسلاف میں بھی ایسے لوگوں کی مثالیں ملتی ہیں۔

دنیادار فقہاء کی صحبت کا اثر

چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ العزیز اپنی کتاب "روح القدس فی مناصحتہ النفس" میں حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ابوالحسن ابن قیطون "قرمونہ" شہر کا باشندہ تھا۔ فقراء کی خدمت مہمان نوزی اور ان کی آؤ بھگت کرنا اس کا معمول بن چکا تھا۔ مجھے

اس کی یہ عادت بڑی اچھی لگتی تھی۔ مجھے بڑی اچھی طرح یاد ہے ایک دفعہ ابوالحسن ''اشبیلیہ'' چلا گیا (یہاں سے اس کی بدبختی کا آغاز ہوا) وہاں کے رہنے والے دنیا پرست فقہاء اور حرص کے جال میں پھنسے ہوئے طلباء کی مجلس اور صحبت اختیار کر بیٹھا۔ ان سے فقہ، اصول فقہ اور علم کلام جیسے دیگر معرکتہ الآراء علوم پڑھے اور اشبیلیہ میں ہی سکونت اختیار کر کے قرآن مجید کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ ان بے عمل فقہاء کی صحبت نے اسے کامل بزرگوں اور اکمل درویشوں کو جاہل اور فضول کہنے پر مجبور کر دیا۔ (مجھے ایک بات بھلائے نہیں بھولتی) '' کہ ہمارے پاس حضرت سید عبداللہ المروزی شاہ صاحب تشریف لائے تا کہ ابوالحسن سے اس کے گھر میں ملاقات کریں۔ ان کے ساتھ میں اور میرا ایک دوست محمد عبداللہ بدر جلشی بھی تھے۔ ابوالحسن کے دروازے کو دستک دی گئی۔ آواز آئی: دروازہ پر کون ہے؟ سید عبداللہ المروزی شاہ صاحب نے فرمایا! جناب ابوالحسن صاحب آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ ایک لمحہ خاموشی سی چھا گئی۔ تھوڑے ہی دیر گزری کہ دروازہ کھلا۔ ہم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کا بیٹا نکلا اور ماتھے بل ڈالتا ہوا گہری پست آواز میں کہنے لگا وہ بہت مصروف ہیں، پھر جھٹا جھٹ جملوں کو بدلتے ہوئے کہا وہ تو یہاں رہتے ہی نہیں (ہائے افسوس) سید صاحب علیہ الرحمہ کے مقام کو کچھ سمجھا ہی نہیں۔ خدا کی پناہ فقراء اور درویشوں سے بغض اس حد تک پہنچ گیا (کہ ان سے ملاقات بھی روا نہیں سمجھی) یہ کینہ اور بغض ان جاہل فقہاء کی نحوست سے اس کے پلے پڑا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور اس شخص کے درمیان جدائی فرمائے جو ہمیں اللہ اور اللہ والوں، خواص لوگوں سے دور کرے۔ ابوالحسن اس کے بعد جب کبھی بھی ملتا تو مجھے فقراء کے ساتھ میل جول پر ملامت کرتا اور کہتا کہ تجھ جیسی شخصیت کا ان کے دامن میں جا بسنا کوئی اچھا نہیں لگتا۔ میں نے کہا (چپ کر) مجھ جیسے کی تو اوقات نہیں۔ یہ تو ان کا کرم ہے کہ سید (اور با عمل عالم) ہونے کے باوجود خدمت لے لیتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ہے کہ ابوالحسن میرے ساتھ نرمی اور پیار سے پیش آتا اس وجہ سے نہیں کہ

میں اس کے شہر یا خاندان سے تعلق رکھتا ہوں یا میں فقراء سے محبت کرتا ہوں بلکہ اس واسطے کہ میں اس کا علم میں ہم جماعت رہا ہوں۔ (محض علم کی یاری کوئی فائدہ نہیں دیتی کیونکہ علم بغیر عمل کے بے فائدہ ہے) چنانچہ میں نے اس کی فقراء سے نفرت دیکھ کر رضاء الٰہی کی خاطر اس پر پرانی دوستی کو خیر آباد کہہ کر چھوڑ دیا اس سے قطع تعلقی کر لی اور ولایت کے مسئلہ میں اس نے بھی اپنا موقف جاہل فقہاء جیسا اختیار کر لیا اور کہتا پھرتا ہے کہ ولایت ایک عقلی اور وہمی چیز ہے جس کی وجہ سے صاحب ولایت کو پہچاننا آج کل بہت دشوار ہے۔ دوران گفتگو ابوالحسن اولیاء اللہ کے اوصاف کو ماپ تول کر کئی ایک قیود کے ساتھ بیان کرنے لگا۔ میں نے اس پر گرفت کرتے ہوئے کہا (ویسے تو تم اولیاء اللہ کے منکر ہو لیکن تمہارے بیان کردہ قیود و شرائط کے ساتھ اوصاف اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں) میں نے یہی اوصاف ایک بزرگ میں گنوا دیے اور اوصاف کو دیکھ لینے کے بعد کہنے لگا: دراصل (میرے بیان کردہ قیود و اوصاف کو ایک شخص نے بیان کیا ہے میں تو ناقل ہوں) اگر وہ شخص سچا اور مخلص انسان ہے تو اس کی صداقت اور دیانت کے بارے نہ تو آشنا ہے اور نہ میں جانتا ہوں۔ بس اس طرح کے بلا دلیل حیلے کر کے (اولیاء اللہ کا انکار کرتا رہا اور اپنے موقف کو) سراہتا رہا۔ آپ اس شخص کو (اور اس جیسے اور شخصوں کو) کبھی بھی کسی کے بارے اچھا گمان رکھتا نہیں دیکھیں گے لیکن میں ہمیشہ الحمدللہ سادات فقرا کی طرف سے جاہل فقہاء کے ساتھ جہاد کا حق ادا کرتا رہا ہوں اور ان کی ہی حمایت میں ساری زندگی فنا کر دوں گا۔ اور مخالفین کے لیے دیوار سکندری ثابت ہو کر رہوں گا۔ اور فقراء کی خدمت کی وجہ سے ہی مجھ پر کئی ایک راز منکشف ہوئے۔ (ایک بات یاد رکھنے کی ہے) جو ان فقراء کی مذمت اور نشانہ بنا کر ہٹ کرنے والا ہے اور تمدنی زندگی کے اصول سے بے خبر کو متنبہ اور باخبر پر قیاس کرنے والا ہے ایک تو ایسے شخص کی جہالت میں کوئی شک نہیں دوسرا ایسا شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

(ایسے ہی جاہل فقیہہ کی ایک اور حکایت سنو)

حرم مکہ کی پرسکون اور پرکیف سرزمین پر اسکندریہ شہر کا باشندہ جسے قاضی عبدالوہاب ازدی کہتے تھے اس کے ساتھ میرا مکالمہ چھڑ گیا۔ شیطان کے بسیروں میں پلے ہوئے اس کے دل کو اس عقیدہ سے مزین کیا ہوا تھا کہ "زمانہ ہر فن میں تمام مراتب سے فارغ ہے اور یہ مراتب وغیرہ سب جھوٹ اور خرافات ہیں۔"

میں نے اس سے پوچھا: اسلامی ممالک کتنے ہیں؟ اس نے کہا! کثیر تعداد میں" میں نے کہا: اس کثیر میں تم نے کتنے دیکھے ہیں؟ اس نے کہا: "یہی کوئی چھ سات" میں نے کہا: اس میں کتنی خلق خدا دیکھی۔" اس نے کہا: "کثیر"۔ میں نے پوچھا: جس مخلوق کو تو نے دیکھا وہ کثیر ہے یا جس کو نہیں دیکھا وہ کثیر ہے؟ اس نے کہا: "جس کو میں نے نہیں دیکھا وہ کثیر ہے۔" اتنے میں میری ہنسی نکل آئی میں نے اسے کہا: بھلا بے وقوف احمق کی بھی کوئی حد ہے؟ جس کا دعویٰ تو کثیر خلق خدا کو دیکھنے کا ہے۔ اس اعتبار سے باقی اس کے لیے قلیل بچتی ہے۔ لیکن پوچھنے پر قلیل کو کثیر پر قیاس کرتا ہے اور دیکھنے میں قلیل کا حکم کثیر پر لگائے ہوئے ہے۔"

بہرحال جو مومن اپنے آپ کو اصلاح کا ارادہ رکھتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دیکھی ہوئی اشیاء کے بارے کہتا ہے۔ شاید اس دیکھنے میں ابھی قلت ہو اگرچہ نہ دیکھنے میں ایک ہی شخص کیوں نہ رہتا ہو اور ہوسکتا ہے وہی ایک خوش بخت ہو۔ (یعنی اصلاح پسند شخص اپنے نفس میں کوتاہی دیکھتا ہے نیز یہ حضرات قدسیہ من حیث الناس لوگوں کی جمہوریت نہیں دیکھتے بلکہ من حیث المعیار شخصیات کی جمہوریت دیکھتے ہیں۔) اور یہ اصلاح ایسے شخص کے لیے کیسے ہوسکتی ہے؟ جس نے دیکھا تو قلیل ہو اور کثیر شہر اور کثیر لوگ دیکھنے میں ابھی باقی رہتے ہوں۔ لیکن تنقید کا جھاڑو ساری خلق خدا پر پھیر دے ایسے شخص کی جہالت بھلا کسی سے پوشیدہ رہے گی؟ اور اللہ تعالیٰ بھی اصلاح کے دشمن کی توجہ جہان کے فضائل کی بجائے نقائص اور عیوب کی

طرف پھیر دیتا ہے۔حتیٰ کہ وہ نہ دیکھے ہوئے لوگوں پر بھی (اپنی فکر کے مطابق) دیکھے ہوئے لوگوں کا سا حال کرتا ہے۔اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس کی بدبختی کے لیے (اللہ والوں پر غلط حکم لگانا) اتنا ہی کافی ہے۔اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے فرمان عالیشان وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل الله (الانعام:۱۱۶) یعنی "اے مخاطب! اگر تو زمین میں اکثر کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دیں گے۔"

اس حکم سے کوسوں دور بیٹھا ہوا ہے۔اس آیہ کریمہ میں گمراہوں کی کثرت بیان ہوئی ہے اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و قلیل ماهم (ص:۲۴) "مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے حالانکہ وہ لوگوں میں سے قلیل تعداد میں ہیں۔"

اس آیہ کریمہ میں ایمان والوں کی تعداد میں قلت بیان ہوئی ہے۔

میں آپ کو اس خود پسندی اور ہٹ دھرمی کے بارے میں ان تمام واقعات سے انوکھی بات سناتا ہوں۔میں نے ایسی اچنبھی بات سنی جس کی اصل اور بنیاد علمی اعتبار سے متناقض اور خستہ حال تھی۔ایک شخص نے اس بے بنیاد بات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ "لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ذکی (ذہین) ۲۔غیر ذکی (کند ذہن)

غیر ذکی کے ساتھ گفتگو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ کند ذہن ہے اور رہا ذکی و ذہین تو وہ غلطی سے محفوظ نہیں ہوتا لہٰذا پیچھے کوئی بھی نہ بچا۔"

آپ ذرا اس شخص کی شقاوت اور بدبختی کا اندازہ لگائیے! کہ اس کا مطمع نظر لوگوں کے عیوب ونقائص بیان کرنے میں اور ان کے بارے میں فضیلت کے خیال کو چھوڑنے میں ہے۔"اللہ اکبر"۔لوگوں کو اس طرح تقسیم کرتے وقت اس شخص نے یہ کیوں نہ کہہ دیا ہوتا کہ غیر ذکی وہ عالم کے پاس آتا ہے اور اپنی کم ذہنی کی وجہ سے عالم سے علم سیکھ کر اس پر عمل پیرا ہوتا ہے اور ایسے کند

ذہن کو رب کی توفیق شامل حال ہوتی ہے اور اس سے امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے علم عطا فرمائے گا۔ اور ذکی ذہین سے اکثر اوقات درستگی کی زیادہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اشیاء کو اپنی ذہانت کی وجہ سے براہین و دلائل کی مدد سے جان لیتا ہے اور جب کبھی اس سے غلطی سرزد ہو جائے تو وہ اپنے اجتہاد سے (مسئلہ کو صحیح سمجھ کر) برقرار رہتا ہے تو شریعت کی طرف سے (غلطی ہونے پر بھی) اسے معافی ہے اور جب اس پر حق واضح ہو جائے تو وہ اپنے مسئلہ سے رجوع کر لیتا ہے۔

اس جاہل کی الٹی منطق کا رد اس طرح بھی ہوتا ہے حضور ﷺ نے حاکم کے بارے میں فرمایا ہے کہ "جب حاکم اجتہاد کرے پھر اگر اجتہاد درست نکلے تو اس کے لیے دگنا اجر ہے اور اگر اس سے خطا ہو جائے تو ایک اجر تو اسے (اجتہاد کرنے کا) ضرور ملے گا اور ہر مجتہد درست بیانی کی کوشش پر ہوتا ہے۔"

حدیث شریف میں غور کیجیے! مجتہد درستگی اور غلطی دونوں حالتوں میں اجر سے مستفیض ہوتا ہے کسی بھی صورت میں اس کے خلاف وعید نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسئلہ میں درست رائے پر ہے۔

آپ نے اس جاہل فقیہہ کی حالت شقاوت کو ملاحظہ فرمایا (جو نہایت خود پسندی دوسروں کو حقیر اور ولایت کے انکار پر مبنی ہے)

اور تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہی ہیں۔ شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ کا کلام مکمل ہوا۔

اور اس جیسی اور نصیحت آموز حکایات جن میں جاہل متفقہین کے اللہ والوں اور خاص فقراء کے ساتھ گستاخانہ رویے کو بیان کیا گیا ہے۔ بزرگان دین کی کتابوں میں بیش بہا موجود ہیں۔ اس مقام پر ہمارا مقصد انہی جاہلوں کے بیان سے ورق سیاہ کرنا نہیں بلکہ ہمارا منشاء اس بات کی تنبیہ کرنا ہے کہ صادقین و مخلصین جن کا وجود باسعود ہر زمانہ میں ضروری ہے جو لوگ ان جاہل فقہاء کے پیچھے چل کر ان ہستیوں کا انکار کر کے ان کے مراتب عالیہ کو عقلی ترازو پر تولنے

اور بلادلیل تسلیم کیے جانے والے احکام منصوصہ کو عقلی دلیلوں سے کھولنے میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً اگر ہم انہی جاہل فقہاء والا موقف اختیار کر کے اس زمانہ میں صادقین ومخلصین کے وجود کا انکار کر دیں پھر ہم ان جاہل فقہاء کا لحاظ کرتے ہوئے خلق خدا کی طرف دیکھیں تو یقینی اور قطعی طور پر یہ دیکھنا اندھوں جیسا دیکھنا ہوگا۔

علامہ نابلسی علیہ الرحمہ کا سماع کے بارے فتویٰ

کیا یہ مسئلہ جس کو "مسئلہ سماع" کہا جاتا ہے یہ فقہ کے مسائل سے نہیں ہے (اگر ہے تو) اس میں فتویٰ مذکورہ بالا رسم المفتی کے دو اصول کی روشنی میں ہی دیا جائے گا۔ لہٰذا اب ہم "مسئلہ سماع" میں ایک عمومی فتویٰ صادر کرتے ہیں جو ہر ایک کے مطابق ہو اور فقہ کی خصوصیت بھی یہی ہے کہ وہ کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں۔ (بلکہ اس کا حکم سب کو یکساں ہوتا ہے) اور ہم اس مسئلہ میں وہی شرائط اسی طریقہ پر مقرر کریں گے جیسا کہ فقہاء کاملین نے اس مسئلہ کی حدود وقیود کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کے ماخذ کو پہچانتے ہوئے مقرر کیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فتویٰ دینے کی شرائط

۱) صاحب قنیہ نے "قنية الفتاوىٰ" کتاب الکراھیہ کے باب المفتی والمستفتی میں کہا کہ "مفتی کو چاہیے کہ وہ (شریعت کی حدود میں رہ کر) لوگوں کو ایسا فتویٰ دے جس میں ان پر دشواری نہ ہو۔

۲) اسی طرح علامہ بیضاوی نے "شرح جامع الصغیر" میں بیان کیا کہ "مفتی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے لیے (حدود شرع کا لحاظ رکھ کر) آسانی کا پہلو تلاش کرے خصوصاً کمزور لوگوں کے حق میں چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت

معاذ ابن جبلؓ کو جب ''یمن'' کی طرف بھیجا تو فرمایا:

"یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا" عوام کو آسانی میں رکھنا دشواری سے بچانا۔

۳) بحر الرائق شرح کنز الدقائق کے کتاب القضاء میں علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''مفتی کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ بیدار مغز، قوی حافظہ والا اور اجتہادانہ صلاحیت رکھتا ہو۔''

چنانچہ جس شخص نے ایک دو یا چند مسائل کو ان کے دلائل سمیت یاد کر لیا تو اس کو منصب افتاء پر بیٹھنا جائز نہیں ہے اور جس شخص نے مجتہد کے مذاہب کو پہچانا اور اسی میں مہارت حاصل کر لی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مجتہد کے قول پر فتوی دے۔''

اس جگہ (رسم المفتی کے حوالہ سے) بہت تفصیل ہے۔

جامع الفصولین میں (فتویٰ دینے سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) ''پھر علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے مفتی جب احکام شرع کو بیان کرے تو اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہونا اس کے لیے ضروری ہے اور فتویٰ دینے کی گنجائش اس کو اس وقت ہوگی جب وہ دلائل شرعیہ کو جانتا ہو۔ کیا آپ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے مروی روایت پر غور نہیں کیا؟ آپ فرماتے ہیں: ''ہمارے کسی قول پر کسی مفتی کو اس وقت تک فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ ہمارے قول کی اصل کیا ہے۔''

علامہ ابن نجیمؒ کا کلام مکمل ہوا۔

ہماری اس تمہید [1] کے بعد آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ مسئلہ سماع

---

[1] اس تمہید کے چار مقدمات ہیں:

مقدمہ اولیٰ: مسائل فقہیہ پر فتویٰ ہر کس و ناکس کا حق نہیں بلکہ اجتہاد کے مرتبہ پر فائز علماء ہی فتویٰ دے سکتے ہیں اور یہی فقہاء کاملین ہیں۔

مقدمہ ثانیہ: مسائل فقہیہ کے اندر بعض مطلق مسائل میں قیود کا لحاظ ہوتا ہے۔ جسے فقہا فہم مخاطب پر اعتماد کرتے

میں فتویٰ مطلق رکھ کر نہیں دیا جائے گا (بلکہ اس کی شرائط و قیود ذکر کی جائیں گی) اور کم علم فقہاء کی طرح تفصیل و قیود کا لحاظ رکھنے سے بے پرواہی اختیار نہیں کی جائے گی اور مسئلہ سماع میں وہی عالم فتویٰ دے سکتا ہے جو کتب فقہ میں مطلق کی قیود پر واقفیت رکھتا ہو اور برھان و دلیل سے آشنا ہو۔ خصوصاً اس مسئلہ کا جہاں ذکر ہوا ہے وہاں اس کے ضمن میں قیود و شرائط کا اکثر کتب فقہ میں واضح بیان ہوا ہے۔ (اگرچہ فروعی مسائل کی جزئیات کے ضمن میں مذکور ہوں)، لیکن کم علم فقہاء نے مطلب و مقصود کی پرواہ کیے بغیر اسے قیود کی راہوں سے نکال کر مطلق کے کھلے میدان میں لا پھینکا اور میں آپ کے لیے اس مسئلہ فقہیہ کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث کروں گا اور ہمارے علمائے حنفیہ نے اپنی کتب میں جو صراحت کی ہے اس کی نشاندہی بھی کروں گا۔ پھر احناف کی طرف سے اس مسئلہ کی قیود کی وضاحت کروں گا۔ اس کے بعد جن حضرات نے سماع کو مطلقاً حرام کہا ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کروں گا (اور یہ بتاؤں گا کہ ان کے مطلقاً حرمت کی زد کہاں تک پہنچتی ہے) کیونکہ ان اعتراضات کو تسلیم کرنے کی صورت میں لازم آئے گا کہ وہ خیر القرون کی پاک ہستیاں یعنی صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جنہوں نے "سماع" کیا۔ معاذ اللہ! وہ حرام پر ڈٹے ہے، حالانکہ یہ صراحتاً و بداہتاً باطل ہے۔

آخر میں عشاق محققین کی قلم سے کچھ افادات اور ضروری باتیں بیان کروں گا اگرچہ یہ

ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔ لہٰذا فقہاء کی عبارت سے فتویٰ دینا تب تک جائز نہیں جب تک وہ اس مسئلہ کی قیود اور اصل نہ جان لے۔

مقدمہ ثالثہ: مفتی اگر اجتہاد کے مرتبہ پر فائز نہیں تو مجتہد کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ مجتہد کے مذہب میں مہارت رکھتا ہو۔

مقدمہ رابعہ: مفتی فتویٰ دینے میں آسانی کا پہلو پیش نظر رکھے۔

فائدہ: مسئلہ سماع بھی فقہی مسائل سے ہے۔ لہٰذا جو شرائط فقہی مسائل کے لیے ہوں گی وہی شرائط مسئلہ سماع میں معتبر ہوں گی۔ (مرتضائی)

مسئلہ بڑی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہونا چاہیے لیکن اس مسئلہ میں اختصار کو اس لیے مدنظر رکھا گیا ہے تاکہ بصارت والوں کے لیے عبرت اور رہنمائی ہو اور آپ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھئے اور ہمیشہ باقی رہنے والے مذہب پر عمل کیجیے جس کا مقصد ہر حال میں ایک ہی (یعنی خوشنودی الٰہی اور رضائے مصطفیٰ ﷺ)۔

دلائل مانعین سماع اور ان کا صحیح مصداق

اب ہم آپ کے سامنے پہلے فقہاء کرام کی کتب میں "متون" کی عبارت پیش کرتے ہیں (جنہیں فتویٰ میں اول درجہ حاصل ہے، مرتضائی) چنانچہ علامہ تمرتاشی "تنویر الابصار" کے کتاب الحظر والاباحة میں مکروہات کا بیان کرتے ہوئے چند جملوں کے بعد فرماتے ہیں: "چوسر اور شطرنج کھیلنا اسی طرح ہر لہو مکروہ ہے" اس میں غور کیجیے: مصنفؒ نے مکروہ کو کیسے لہو میں منحصر کر دیا اور آلات میں سے کسی آلہ کے ساتھ لہو کو خاص نہیں کیا۔ لہٰذا جس کی ممانعت قطعی طور پر ثابت ہے اسے حرام قرار دیا جائے گا اور جس کے بارے ممانعت کا ورود ہی نہیں اسے حرام بھی قرار نہیں دیا جائے گا ہر ایک شخص اپنے حال سے واقفیت تو رکھ سکتا ہے (لیکن دوسرے کے اندر کو جھانکنا اس کے لیے مشکل ہے لہٰذا) اس کے لیے جائز نہیں کہ جو اس کے اپنے جی میں آئے اسے دوسروں پر چسپاں کر دے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے اس کا بیان کر دیا اور "مختصر الوقایہ" میں ہے۔ چوسر، شطرنج اور غناء کا لعب اور اسی طرح ہر لہو مکروہ ہے۔ حضرت شارح "الباقانی" فرماتے ہیں کہ "یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ غناء اور راگ مطلقاً کسی شرط کے بغیر مباح ہے اور اگر شرط مقرر کی جائے تو جس کے خلاف ہو صرف اسی کی طرف لوٹائی جائے گی۔ (دوسرے کو اس کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا) اور ہر لہو مکروہ ہے جیسا کہ دف بجانا اور راگ وغیرہ الاپنا لیکن اعلان نکاح کے لیے شادی کی رات دف بجانا جائز ہے۔ جب دف پر جھانج نہ ہو اور نہ قواعد موسیقی کے مطابق بجایا جائے۔"

علامہ الباقانی کا کلام مکمل ہوا۔

فقہاء کرام کے کلام میں غور کیجیے کہ انہوں نے خلاصۃً یہی فرمایا: "و کل لھو" یعنی ہر لہو مکروہ ہے۔ اس کے بعد ہم جتنی بھی اس مسئلہ پر بحث کریں گے سب کی اصل اور ماٰ خذ یہی قول ہوگا۔

"کنز الدقائق" میں علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ

''جس کو ولیمہ کی دعوت دی گئی اور اس جگہ لعب وغنا ہو تو وہ شخص دعوت چھوڑ کر نہ جائے (بلکہ) وہاں بیٹھے اور کھانا کھائے۔'' اس کی شرح کرتے ہوئے ملا مسکین فرماتے ہیں کہ ''یہ بیٹھنا اس وقت جائز ہوگا جبکہ غناء ولعب اس مکان میں ہو رہا ہو دستر خوان پر نہ ہو البتہ اگر دستر خوان پر غناء اور لعب ہو تو اس جگہ بیٹھنا نامناسب ہے اور اگر شخص قابل اقتداء و حجت نہ ہو تو دستر خوان پر بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر وہ مقتداء قابل حجت شخصیت ہے تو اس کے لیے بیٹھنا نامناسب ہے بلکہ اگر روکنے پر قدرت رکھتا ہے تو روکے ورنہ بے رخی کرتا ہوا نکل آئے اور یہ تمام کی تمام صورتیں اس وقت ہیں جب اس کو مجلس میں حاضر ہونے سے پہلے اس کا علم نہ ہوا ہو اگر حاضر ہونے سے پہلے ہی مجلس کی ایسی صورتِ حال کو جان لیا تو وہاں کسی کا جانا درست نہیں۔'' اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قرآن کو ممنوعہ راگ سے سننا گناہ ہے۔ ایسی تلاوت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہگار ہیں اور صدر الشہید علیہ الرحمہ رسول اکرم ﷺ سے منقول ان واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں جس میں اس کام کے کرنے کو مکروہ سمجھا گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''آلاتِ ملاہی کا سننا معصیت اور ایسی مجلس میں بیٹھنا فسق اور ان آلات سے لذت حاصل کرنا ناشکری ہے'' انہی مذکورہ بالا تمام اقوال میں آپ سے یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ اول سے آخر تک حرمتِ سماع کا کلام فقط ''لہو'' کے ساتھ مقید ہے۔ "فتاویٰ بزازیہ" میں ہے کہ ''آلاتِ ملاہی کی آواز جیسا کہ کانے کی ضرب اور اس جیسے دیگر آلات ملاہی کا سننا حرام ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِي

مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُبِهَا كُفْرٌ بِالنِّعْمَةِ۔ یعنی ملاھی کا سننا معصیت ہے اور اس جگہ بیٹھنا فسق ہے اور ان آلات سے لذت حاصل کرنا کفران نعمت ہے۔ کیونکہ اعضاء اور جوارح جس مقصد (عبادت) کے لیے پیدا کیے گئے ہیں انہیں چھوڑ کر کسی اور کام میں مشغول کرنا رب تعالیٰ کی ناشکری ہے۔لہٰذا واجب ہے کہ ان سے اجتناب کیا جائے تاکہ ان کے سننے کے گناہ سے محفوظ رہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے بانسری کی آواز کے وقت اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال دیں۔ان اقوال میں بھی "ملاھی" کی قید کو ہی ملحوظ خاطر رکھا جائے گا اور فقہاء کرام کے قول کا بے جا اطلاق کرتے ہوئے یہی حکم دف، طنبور اور کانے کی ضرب پر مطلقاً لگانا درست نہیں ہے۔اس لیے کہ ہماری بیان کردہ عبارات اور حدیث شریف جس میں ہم نے "ملاھی" کے ساتھ قید کو ہی ملحوظ خاطر رکھنے کو ثابت کیا ہے اور جب یہ "لھو" پر نہ ہوں تو سب جائز ہیں اور لوگوں کی تو اغراض کثیر ہوتی ہیں اور ان کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں اور مومنین تو اسی کے حق پر یقین رکھنے والے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو وجود عطا فرمایا اور مخلصوں کے نزدیک حق تعالیٰ کی طرف سے جو آئے حق ہے اور دین اسلام اس مسئلہ میں ملاھی اور غیر ملاھی کے درمیان تفصیل بتاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بصیرت عطا کرنے والا ہے۔علامہ ابن کمال پاشا علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ کتاب "الاصلاح و الایضاح" میں (مکروہات کے بیان میں ہے کہ) کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی گئی اور صورت حال یہ ہے کہ اس جگہ "محفل غناء" سجی ہوئی ہے اگر اسے "غناء" کا علم محفل غناء میں آنے سے قبل تھا تو جانا منع ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں اس مصیبت میں مبتلا کیا گیا لیکن میں نے صبر کیا۔" یہ ابتلاء آپ کے پیشوا و مقتداء بننے سے پہلے کی بات ہے اور امام صاحب علیہ الرحمہ کا قول "ابتلیت بهذا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تمام آلات ملاھی حرام ہیں کیونکہ "ابتلاء" تو حرام ہی

کے ساتھ ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء کرام فرماتے ہیں۔

"فیہ نظر" اس پر علامہ ابن کمال پاشا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "(یہ کہنا کہ ابتلاء حرام کے ساتھ ہی ہوتا ہے) یہ درست نہیں کیونکہ لفظ ابتلاء کا استعمال کبھی برے انجام کے لیے بھی آتا ہے۔ اگرچہ وہ کام مباح ہی کیوں نہ ہو چنانچہ ایسا ہی ابتلاء کا معنیٰ حدیث شریف میں آتا ہے "من ابتلی بالقضاء" یعنی بعض لوگوں کو منصب قضاء سے مبتلا [1] کیا جاتا ہے (سو ثابت ہو گیا" ابتلاء حرام کام کے لیے خاص نہیں بلکہ مباح فعل کے لیے بھی مستعمل ہے) اور یہ بھی دیکھیں کہ دعوت کو قبول کرتے ہوئے حرام پر صبر کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ (دعوت کو قبول کرنا تو سنت ہے اور) حرام ممنوع کے ارتکاب سے بچنے کے لیے سنت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور ظاہر و باہر ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمہ اس "لہو" سے اعراض کرتے ہوئے انکاری حالت میں ہی بیٹھے ہوں گے (لیکن اپنے تقویٰ کے پیش نظر ایسے فعل مباح کو ابتلاء سے تعبیر کیا) لہٰذا آپ کی طرف سے لہو پر بیٹھنا ثابت نہ ہوا اس بنا پر حرام کے ساتھ مبتلا ہونا نہ پایا گیا۔

غور کیجیے! "لہو" کا ذکر ان عبارات میں کیسے صراحت کے ساتھ بیان ہوا۔ "المبتغی"

---

[1] شیخ سید امیر خوشابی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "کشف القناع عن وجه السماع" میں اس حکایت کا مفہوم اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں: "اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں مبتلا کیا گیا اور اس پر میں نے صبر کیا بہت ممکن ہے کہ اس کا اشارہ اس وجد و کیفیت خاص کی طرف ہو جو آپ کی حالت سماع میں پیدا ہوئی تھی۔ پس آپ کے قول ابتلیت بهذا مرة فصبرت کا یہ مفہوم ہوا کہ وہ کیفیت جو سماع منجانب اللہ مجھ پر وارد ہوئی اور میں اس میں مبتلا کیا گیا تھا اس کے اظہار پر صبر کیا اور اگر ابتلاء کے لفظ سے حرمت ثابت کرتے ہو تو اس آیت واذا ابتلی ابراهیم ربه بکلمت فاتمهن (البقرۃ:۱۲۴) کا کیا مطلب ہوگا؟ یہاں پر بھی تو ابتلاء کا لفظ ہے کیا یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے حرام افعال کے ساتھ مرتکب کیا!! استغفر اللہ۔ غرض یہ ہے کہ لفظ ابتلاء کا استعمال حرام ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔
(کشف القناع ص ۳۲، کتب خانہ لنگر عالیہ گولڑہ شریف)

میں صاحب المبتغی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "ملاھی کا سننا اور وہاں بیٹھنا فسق ہے اور حتی المقدور ان سے بچنے کی کوشش کرنا واجب ہے تاکہ ان کو سن ہی نہ سکے۔"

ذرا توجہ کیجیے! "سننے کو ملاھی کے ساتھ مقید کیا ہے مطلق نہیں رکھا۔"

اور مختصر المحیط میں ہے "ملاھی کی آواز کا سماع جیسا کہ زکل کی ضرب وغیرہ حرام ہے۔ البتہ اگر اچانک آواز پڑگئی تو وہ معذور ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ جتنا ممکن ہو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے اور جب غنا "لھو" کے طریقہ پر نہ ہو تو تنہا گنگنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور حضرت حسن ابن زیاد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ شادی میں دف بجانے کی ممانعت نہیں ہے۔"

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ "اگر کوئی عورت دف کو شادی کے علاوہ بچے کو بہلانے کے لیے بجائے۔ غناء کا اس میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ایک شخص کو ولیمہ یا شادی کی دعوت دی گئی اس نے وہاں لعب اور غناء کو پایا تو اس کے وہاں بیٹھنے اور کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر نماز جنازہ میں نوحہ کرنے والی عورتیں آجائیں تو نماز جنازہ کو ان کی وجہ سے چھوڑا نہیں جائے گا اور لعب وغناء کے وقت بیٹھنا اور کھانا اس وقت جائز ہوگا اگر یہ گھر میں ہو رہے ہوں۔ اگر یہ دستر خوان پر ہوں تو وہاں بیٹھنا نامناسب ہے۔ یہ بھی اس وقت جب یہ شخص قابل حجت نہ ہو اگر یہ مقتداء اور پیشوا ہے تو لعب وغناء خواہ گھر میں ہو یا دستر خوان پر وہاں بیٹھنا نامناسب ہے (اور یہ مخفی نہ رہے کہ یہ گنجائش بھی تب ہوگی۔ جب اسے حاضر ہونے کے بعد علم ہوا ہو البتہ اگر حاضر ہونے سے قبل ہی اس کو علم تھا تو جیسا مرضی شخص ہو ہر ایک کے لیے وہاں جانا درست نہیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تمام کلام اس صورت میں ہوگا جب وہ یقین سے جان لے کہ اس میں لھو ولعب ہے خصوصاً

جب وہ آلاتِ لہو شراب اور بدکاری پر ابھارنے کے لیے ہوں۔ [1]

البتہ جب صالحین کی قوم "آلاتِ مطربہ" کا "سماع" کرے تو اس میں یہ تفصیل نہیں ہے اور نہ ہی فقہاء کاملین کا ان کے بارے کلام ہے اور عوام الناس کے حق میں اصل صلاح و درستگی اور دیانت کا پہلو ملحوظ خاطر ہوتا ہے۔ جب تک ان کے فسق و فجور کا قطعاً یقین نہ ہو جائے اور کسی قسم کا شک و تردد باقی نہ رہے اس وقت تک حرمت کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا (اور معلوم ہونے پر دریغ نہیں کیا جائے گا)۔

"جامع الفتاوی لقاری الهداية" میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق و التلذذبها كفر" یعنی ملاہی آواز کا سننا معصیت ہے اور اس مجلس میں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفرانِ نعمت ہے۔ اس کے بعد "فتاویٰ بزازیہ" کی گزشتہ عبارت نقل کی۔ پھر فرمایا کہ غنیۃ میں ہے کہ بعض نے کہا حدیث شریف میں لفظ کفر ہے۔ ناشکری کی بجائے حقیقتاً کفر کا معنیٰ مراد ہے جبکہ وہ غناء کو آلات ملاہی کے ساتھ سننے کو حلال سمجھنے کا اعتقاد رکھتا ہو (اس کو جائز سمجھنے میں شریعت کا استخفاف ہے اور کسی بھی حرام لذاتہ امر کو جائز سمجھنا کفر ہے) اور تلذذ سے مراد بھی طبع نفسانی نہیں (کیونکہ یہ اختیار میں نہیں ہوتی) جیسا

---

[1] عوام الناس اور صوفیاء کرام میں فرق ہے۔ استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت میں فرماتے ہیں "نتیجہ ہشتم: جتنے مذاہب اور اختلاف غناء میں گزرے ہیں یہ سب سادات صوفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سواء میں ہیں۔ سادات صوفیہ کے متعلق اتفاق ہے کہ ان کے لیے مباح بلکہ مستحب ہے اور یہ اجماع شیخ الاسلام نے شرح بخاری میں علی قاری نے مرقاۃ میں اور علامہ شامی نے اپنی کتاب (ردالمحتار) میں ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے ہم نے احناف کی چار معتبر کتابوں سے صوفیہ کے غناء اور سماع پر اجماع نقل کیا ہے پھر واضح ہو گیا کہ امام صاحب کے نزدیک جو غناء مکروہ ہے وہ غیر صوفیہ میں ہے کیونکہ یہ کراہت ولیمہ سے مستنبط ہے اور ولیمہ صوفیہ کی مجلس نہیں۔
[قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۳۶]

کہ حضورِ اکرم ﷺ کے فرمان عالیشان میں ہے۔

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ" یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اس کو اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (اس میں محبت طبعی مراد نہیں ہے) مطلب اس کا یہ ہے کہ "جب محبت کو عقل کے ترازو پر رکھا جائے نہ کہ طبع نفسانی کے میزان میں ڈالا جائے، جو اس کے دل کی رگوں میں وقتاً فوقتاً جوش مارتی رہتی ہے تو اس کی محبت حضور سے عروج پر ہونی چاہیے اس طرح کہ مومن شخص جب نبی اکرم ﷺ کی محبت کو اور اپنے والدین و اولاد کی محبت کو عقل کے ترازو پر رکھے تو حضورِ اکرم ﷺ کی محبت کا پلڑا بھاری رہنا چاہیے (اور اس بارے محبتِ عقلی کو محبت طبعی پر ترجیح دے) اور یہی حال مومن کا تمام ملاھی کے بارے میں ہوتا ہے یعنی جب سماعِ آلاتِ ملاھی کی حرمت کے بارے غور و فکر کرتا ہے اور اس سماع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مراتب اور قرب کو دیکھتا ہے اب دونوں حالتوں کو عقل کے ترازو میں پرکھتے وقت حرمت کے پلڑے کو ترجیح دینے سے کراہت کا اظہار کرے گا۔ اگرچہ مستمع کی طبیعت سماعِ آلاتِ ملاھی کے وقت لذت حاصل کرنے میں ہی مصروف کیوں نہ ہو اور ہر مومن کو بقدر امکان سماعِ ملاھی سے اجتناب کی کوشش کرنی واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ "ملاھی" تمام مذاہب میں حرام ہیں حتی کہ ان کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جائے گا اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے ملاھی کے بارے مروی جواز سے صحیح قول کے مطابق رجوع ثابت ہے۔

اس گفتگو میں بھی غور کیجیے تو حرمت "ملاھی" کے ساتھ ہی مقید نظر آئے گی اور یہ بات درست ہے کہ جو ملاھی ہے۔ یعنی یادِ الٰہی سے غافل کر دے وہ حرام اور جو غافل نہ کرے وہ حلال ہے۔ میرے والدِ محترم علیہ الرحمہ نے "شرح الدرر والغرر" کے حاشیہ میں مذکورہ

مسائل سے ملتے جلتے مسائل بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''اور عنایہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ" (الحدید: ۲۰) (جان لو کہ دنیاوی زندگی کھیل کود ہی ہے) سے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ دنیا کی زندگی لہو ولعب ہے۔ یعنی یادِ الٰہی سے غافل کر دینے والی ہے۔ حالانکہ دنیا کی زندگی (اس لہو کی وجہ سے) حرام نہیں ہے؟ کیونکہ اس قیاس کا حاصل ہے کہ بعض ایسے لہو ولعب حرام نہیں ہیں۔ جن کا استثناء نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد گرامی میں کیا "لهو المؤمن باطل الافی ثلاث تادیبه لفرسه و رمیه عن قوسه و ملا عبته مع اهله". یعنی مومن کا لہو اور کھیلنا تین چیزوں کے علاوہ باطل ہے۔

۱۔ اپنی جنگی سواری گھوڑے وغیرہ کو جنگ کے لیے تیار کرنا۔

۲۔ اپنی کمان سے تیر پھینکنا۔

۳۔ اپنی بیوی سے کھیلنا۔

میں کہتا ہوں! اس حدیث شریف سے یہ سمجھ آتا ہے کہ ان تین چیزوں کے علاوہ میں لہو کی وجہ سے حرمت ہو حالانکہ یہ بہت مشکل بات ہے کیونکہ (یہاں لہو کے دو مطلب ہیں پہلا یہ ہے کہ) اگر لہو سے مراد وہ شے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر سے غافل کر دے اس وقت تو تمام مباحات اس میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ کئی ایک مباح چیزوں سے غفلت الٰہی آجاتی ہے حالانکہ کوئی مباح حرام نہیں ہے اور اگر لہو سے مراد (دوسرا مطلب ہے یعنی) طاعات وفرمانبرداری کے افعال سے غافل کر دینا ہے تو آلاتِ سماع جب نماز کے اوقات میں نہ سنے جائیں یہ حرمت سے نکل جاتے ہیں کیونکہ طاعات کے افعال سے بے رخی نہیں پائی گئی لہٰذا (طاعات کو بجالانے کے بعد) آلاتِ سماع اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کریں گے اور اگر ہم لہو سے پہلا معنی مراد لیں یعنی ہر وہ شخص جو کسی بھی شے کے وقت یادِ الٰہی سے

غافل کر دے اور بارگاہ الٰہی کی حاضری سے ہر حالت پر غفلت میں ڈال کر رکھے وہ حرام ہے اس دلیل کے مطابق جسے والد صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے مذکورہ حاشیہ میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک "مَآ اَلْهَاكَ عَنْ ذِكْرِ اللهِ فَهُوَ مَيْسِرٌ" جو شے تجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے وہ جوا ہے۔ اس کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں "اس اعتبار سے یادِ الٰہی سے غفلت اور حضورِ حاضری سے حجاب والوں کے تمام اوقات و احوال میں تمام کام ان کی نشست و برخواست اور اس کے علاوہ جتنے بھی بقیہ مباحات و طاعات ہیں ان پر حرام ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ ان کاموں میں اکثر غفلت ولہو پایا جاتا ہے جبکہ مذکورہ تین اشیاء جن کا حدیث شریف میں استثناء ہوا یہ اگر چہ لہو پر ہی کیوں نہ ہوں ان کے علاوہ باقی ہر لہو اگر حرام ہو تو اس اعتبار سے لہو کو تمام مباحات و طاعات سے زائل کرنا ایک لازمی اور ضروری امر ہو جائے گا۔ حتی کہ مباحات و طاعات اپنے حکم کے مدار میں تب گھومیں گے جب ان سے لہو زائل ہو اور اس میں لہو پائے جانے کی صورت میں مستثنیٰ کی ہوئی تین چیزوں کے علاوہ سب کا سب حرام ہو جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے ارشاد فرمایا: "اِتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا" (الاعراف: ۵۱) یعنی انہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا ڈالا۔ سو جب کل کا کل دین لہو ولعب پر مشتمل ہو گیا تو تمام کے تمام مباحات و طاعات اباحت سے حرام کی طرف پلٹ جائیں گے اور جب بھی اس میں لہو و لعب زائل ہو تو حرمت زائل ہو جائے گی اور "مباح" مباح ہو کر اور "طاعت" طاعت ہو کر اپنے حکم میں آئیں گے اور اسی طرح تمام آلاتِ مطربہ جب لہو و لعب کے ساتھ استعمال کیے جائیں تو اس وقت حرام ہو جائیں گے۔ اگر چہ "کم علم علماء" کا کہنا ہے کہ ان آلاتِ مطربہ سے لہو کا زائل ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہم ان کے اس قول "لا یمکن زوال اللهو" یعنی لہو کا زائل ہونا ممکن نہیں ہے پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ بات بھی ان لوگوں کے بارے ہے جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی کہ "انہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا لیا

ہے" لہٰذا جب دین لہو ولعب ہوگیا تو ان کے فارمولے کے مطابق اگر وہ دین کو (لہو ولعب سے زائل کر کے) سنجیدگی کی طرف لوٹانا چاہیں تو انہیں اس کی قدرت و طاقت نہیں ہونی چاہیے حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ کو جس چیز کی وہ طاقت نہیں رکھتا اس کا مکلف نہیں بناتا اور تمام احکام شرعیہ کے مکلف بندے ہر حالت میں لہو ولعب کو چھوڑنے پر قادر ہیں (لہٰذا معلوم ہوگیا کہ جس چیز میں لہو ولعب پائی جائے اس سے لہو ولعب زائل ہوسکتا ہے اور زائل ہونے پر اس شے پر کسی قسم کی گرفت نہیں رہتی) جبکہ ان اعمال و افعال کا وجود جن میں لہو جاری ہوسکتا ہے اسی طرح برقرار ہے۔ یہ ہے وہ وضاحت جسے ہم لہو کی تفسیر میں کہتے ہیں (بہرحال اس کے برعکس صورت میں) عوام تو ایک طرف رہی ان جاہلوں میں سے "کمرشلی علماء" بھی اس لہو سے بچنے پر قدرت نہیں رکھ سکتے۔ حالانکہ لہو کا زائل ہونا اللہ والوں کے علاوہ لوگوں کے لیے تو انتہائی مشکل مقام ہے۔ کیونکہ طاعات ومباحات کی حالت میں اکثر لوگوں کے دلوں پر ذکرِ الٰہی سے غفلت کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔ اگر یہ غفلت حرام ہو جائے تو دینِ اسلام میں ایک حرجِ عظیم برپا ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دین میں تنگی اور حرج نہیں بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج:۷۸) (یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی حرج نہیں بنایا۔)

(مذکورہ بالا بحث سے) یہ بات تو متعین ہوگئی کہ "لہو" سے مراد حرام اور "ملاہی" سے مراد محرمہ (حرام میں ڈالنے والی اشیاء) ہیں یعنی جو کام فرائض و واجبات کے ادا کرنے سے غافل کر دے اور فسق و فجور اور محرمات میں محو کر دے مثلاً زنا، شراب کا پینا اور ایسے دیگر برے کام جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے جس کا ہم عنقریب بیان کریں گے وگرنہ مطلقاً لہو حرام نہیں ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ "کف الرعاع" میں

کی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عبدالمطلب ابن عبداللہؓ کی حدیث شریف کو بیان کیا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "اِلْهَوْا وَالْعَبُوْا فَاِنِّیْ اَكْرَهُ اَنْ اَرٰی فِیْ دِیْنِكُمْ غِلْظَةً"۔ (رواہ البیہقی) "تم لہو ولعب میں بھی مشغولیت اختیار کرو میں تمہارے دین میں شدت پسندی کو ناپسند سمجھتا ہوں۔" اسے امام بیہقی نے روایت کیا:

"حرمت کا حکم یقین سے لگتا ہے ظن سے نہیں۔"

اگر ہم لہو کی تفسیر میں پہلے معنی کو مراد لیں جبکہ لوگوں کے امور لہو میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سپرد ہوتے ہیں اور محض احتمال سے اس کو حرمت کی طرف پھیر کر حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ لہٰذا لہو کو مذکورہ معنی میں رکھنا ہی بہتر ہے یعنی یادِ الٰہی سے غفلت اور حضورِ الٰہی سے بے رخی یہ تو ایک قلبی امر ہے۔ ظاہر میں اس کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی اگر بالفرض علامت پائی بھی جائے تو وہ قطعی اور یقینی نہیں بلکہ ظنی ہوگی۔ جبکہ شریعت کے حکم کا دارومدار امور ظنیہ پر نہیں ہوتا (تاکہ اس ظنی دلیل سے حرمت جیسا قوی حکم ثابت کیا جا سکے) چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط" (بنی اسرائیل:۱۰۵)

اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور حق کے ساتھ ہی وہ اترا ہے۔ یعنی ہمارا اس قرآن کو اتارنا اور بیان کرنا حق کے ساتھ ہی ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص پر حق کے ساتھ ہی فیصلہ کیا جائے گا اور حق وہ یقین کو ہی کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا احتمال و تردد نہ رہے۔ اوھام باطلہ اور فاسد غرضوں کی طرف لوٹانے والے امور مظنونہ پر رکھی گئی قطعیت جس پر اس زمانہ کے جاہل ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس کا کوئی اعتبار ہے نہ ہی قابل التفات اور ان جہلاء کا اس بارے حرمت کا حکم یقین کے درجے کو پہنچا ہوا ہے جبکہ یقین ایسے معاینہ اور تجربہ کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے جس میں جانب مخالف کے تمام احتمالات رفع دفع ہو جائیں۔ حالانکہ

یہ بات نہایت مشکل اور دشوار ہے مگر اس شخص کے لیے آسان ہے جو مسلمانوں کے خفیہ کاموں پر جاسوسی کرتا ہو جبکہ جاسوسی بالاتفاق حرام ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَّلَا تَجَسَّسُوْا" (الحجرات:۱۲) اور تم جاسوسی نہ کرو۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ آلاتِ مطربہ اپنی جمیع انواع کے ساتھ حرام نہیں ہیں۔ خواہ ذات کے اعتبار سے ہو یا صورتِ مخصوصہ کے اعتبار سے یا اس سے ساز بھری آوازیں نکلنے کے اعتبار سے ہو۔ اگر ایسا نہ مانا جائے تو ہر سرور بھری آواز حرام ہو جائے گی جبکہ یہ صراحۃً باطل ہے کیونکہ پرندوں کی چہچہاہٹ اور کوئلوں کی طرب بیانی بالاتفاق حرام نہیں ہے جیسا کہ عنقریب تفصیل سے آئے گا بلکہ ان آلاتِ مطربہ کی حرمت لہو کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے، مستقل طور پر نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ ملاھی یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دینے والی چیزیں ہیں اور لہو اس مذکور تفسیر کے ساتھ وہ تو اس کا آلات مطربہ سے زائل اور ختم ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا آلات مطربہ اس اعتبار سے ملاھی کی حد سے نکل جائیں گے اور "لہو" ان کے سننے والے سے زائل ہو جائے گا۔ ورنہ بندہ کا شریعت میں طاقت سے باہر چیز کا ذمہ دار ہونا لازم آئے گا جو اس کے بس میں نہیں ہے اور بندہ سے اس چیز کا مطالبہ ہونا لازم آئے گا، جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرہ:۲۸۶) "اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے۔"

اور اس کا بیان ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کا ہر لہو حرام ہے مگر تین چیزیں (جن کا بیان ہو چکا) الحدیث، لہٰذا قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندہ پر اپنے نبی ﷺ کے واسطہ اور وسیلہ سے اس بات کا الزام اور پابندی عائد کر

دی ہے کہ وہ علی العموم ہر حالت میں مذکورہ تین چیزوں کے علاوہ لہو سے نکل سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بندے پر وہ چیز لازم نہیں کرتا جس کی وہ قدرت و طاقت نہیں رکھتا۔ ورنہ تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کی طاقت سے زیادہ احکام پر مکلف کر رہا ہے حالانکہ یہ ارشادِ ربانی کے خلاف ہے۔

سو یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان آلات مطربہ کی تمام اقسام کا ملاحی ہونے سے اور "لہو" کے ساتھ استعمال ہونے سے نکلنا شرعاً، عقلاً اور عادۃً ممکن امر ہے جیسا کہ (مذکورہ دلائل کی روشنی میں) عقلاء اور دینی معاملات میں انصاف پسند بھائیوں میں سے کسی ایک پر بھی مخفی نہیں ہے۔

اور جب ان آلات مطربہ کا لہو سے نکلنا ممکن ہے تو بلاشک وشبہ یہ مباح کے درجہ میں آئیں گے اور مباحات کو اچھی نیتوں کے ساتھ ادا کیا جائے تو طاعات کے درجے میں پہنچ کر مستحب ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا جو مؤقف جہلاء میں سے "زرے ڈنگر" "کمرشلی علماء" نے اختیار کر رکھا ہے آپ اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں کیونکہ انہوں نے آلاتِ مطربہ کا سماع زنا اور شراب کی طرح حرام لعینہ قرار دیا ہے۔ ان کا حرمت لعینہ پر استدلال مطلق احادیث سے ہے۔ حالانکہ یقینی طور پر ان تمام مطلق احادیث میں شرائط و قیود کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اگر حرمت کے قائلین ذرا عقل سے سوچیں تو خمر اور ایسے دیگر محرمات اور اسی طرح "ملاحی" کے لفظ کا ذکر حدیث شریف میں (کسی شرط اور قید کے قرینہ پر ضرور دلالت کرتا ہے) اور اس مسئلہ میں تمام مطلق احادیث کو علماء ربانیین نے مقید فرمایا ہے کیونکہ دوسری مقید احادیث بھی ان کے پیش نظر ہوتی ہیں اور بعض احادیث قرآنی آیات کی طرح بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ کا رد

علامہ ابن حجر ہیتمی پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ "کف الرعاع" کے مقدمہ

میں دف، طبل کی حرمت میں صریح فتویٰ دیا خواہ دف جھانج والی ہو یا نہ ہوتا کہ مطلق حرمت کی نقول ظاہر ہوسکیں پھر کچھ آگے جا کر صراحت کی کہ "اصح مذہب میں دف مطلقاً مباح ہے اگر چہ وہ جھانج والی ہو جیسا کہ ہم اس کا عنقریب ذکر کریں گے (اور یہ حکم) ہر حالت پر ہے مثلاً ان لکڑیوں میں حرمت کیسے ہوسکتی ہے جن کو مختلف شکلوں میں بنایا گیا ہو اور ان سے نکلنے والی آواز میں اپنی ذات کے لحاظ سے نہ شرعاً نہ عقلاً اور نہ ہی عادۃً ان کی حرمت کا معنیٰ ہے۔

حرام کی علت "ضرر" ہے:

بلکہ حرمت اس اعتبار سے ہے کہ اس کا تعلق اور نسبت اس سماع کی طرف ہے جس سے مکلف کو ضرر لازم آتا ہے اور یہ ضرر اسی وقت متحقق ہوگا جب وہ سماع یادِ الٰہی سے اور فرائض و اجبات سے غافل کر دے کیونکہ شارع نے اسی چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ (جو ضرر پیدا کرے) خواہ عقل میں ضرر پیدا کرے۔ مثلاً شراب یا نسب میں ضرر پیدا کرے مثلاً زنا، جھوٹی تہمت اور غیبت یا دین میں ضرر پیدا کرے مثلاً فرائض و واجبات کو ترک کرنا یا مال میں ضرر پیدا کرے مثلاً چوری، سود یا جان میں ضرر پیدا کرے۔ مثلاً قتل اور عضو ضائع کرنا اور جو شخص شارع کے پہچان کرانے سے مقصد شارع پہچان گیا وہ ہمارا کہا بھی پہچان گیا۔

جاہل ہٹ دھرم سے تو ہماری بات ہی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں سے دور رہنے کے بارے اپنے بندوں کی شان بیان فرمائی کہ

"وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝" (الفرقان:٦٣) کہ رحمٰن کے بندوں سے جب جاہل مخاطب ہوتے تو وہ کہتے ہیں "سلام" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر اس قسم کا "سلام علیکم" (سلام متارکہ) فرمایا ہے کہ جس میں ہمیں سبق دیا گیا ہے ہم ایسے جاہلوں کو منہ نہ لگائیں۔

اسی وجہ سے امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "میرے ساتھ جب بھی کوئی جاہل بحث و تکرار میں الجھا تو وہ مجھ پر غالب ہی رہا اور میں نے جب کسی عالم کے ساتھ بحث کی تو میں اس پر

غالب رہا۔"

شیخ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ پر بھی تعجب ہے کہ اپنے مذکورہ رسالہ میں آلات کو سننے میں حرمت کو مطلق رکھنے کے بعد اپنی عبارت کو اس طرح چلایا کہ "غناء، مزامیر، معازف اور تمام ملاھی کے سننے کو یہ ہم مطلقاً حرام نہیں کہتے اور نہ ان تمام کاموں کو کرنے والے کے بارے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بالکل ناکارہ، ضیاع وقت اور فضول کام میں مشغول ہونے والا ہے بلکہ ان میں بعض تو عارفین ہیں اور یہی حزب اللہ ہیں۔

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (المجادلۃ: ۲۲) "خبردار! بیشک اللہ کا گروہ ہی غالب ہے۔"

علامہ ہیتمی کا کلام مکمل ہوا۔

علامہ ہیتمی علیہ الرحمہ کے کلام کا مفہوم:

آپ علامہ ہیتمی علیہ الرحمہ کے کلام میں غور کرو یقیناً آپ ان کے مقصد کو سمجھ جاؤ گے کہ وہ اسی تفصیل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جو ہم نے مسئلہ سماع میں اپنے رسالہ کی بنیاد رکھتے ہوئے کی لیکن علامہ ہیتمی نے جہلاء کے دعویٰ سے خوفزدہ ہوکر اس تفصیل کو بیان نہیں کیا جس کی یہ جہلاء صلاحیت نہیں رکھتے تو انہوں نے (جہلاء کے طعن وتشنیع) کو اپنے سے دور ہٹانے کے لیے مطلقاً حرمت کو بیان کرتے ہوئے زجر وتوبیخ سے کام لیا لیکن (اپنے رسالہ میں حرمت واباحت کے تضاد کو چھوڑ گئے) علامہ ہیتمی علیہ الرحمہ کی شان کے لائق یہ تھا کہ جس تفصیل کا ارادہ رکھتے تھے اس کو کر گزرتے کیونکہ حلال وحرام کا بیان یہ علماء کے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتیں ہوتی ہیں جن کو بعینہٖ کمی زیادتی کے بغیر اسی طرح اللہ کے مکلف بندوں کی طرف لوٹانا فرض ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللهَ رَبَّهُ" (البقرۃ: ۲۸۳) "پس چاہیے کہ جسے امانت دی جائے وہ اسے اسی طرح پہنچا

دے اور وہ اپنے رب اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔"

یعنی زیادتی ونقصان میں خوفِ خدا کرے اور جب جاہل نے ایسی چیز کا دعویٰ کر دیا جو اس امین کے پاس ہے ہی نہیں تو امین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوگا (یہ جاہل خواہ مانے یا نہ مانے) جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ" (الکہف:۲۹)

"اور تم اپنے رب کی طرف سے حق کو بیان کر دو! پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔"

اور تفصیل کے مقام میں مسئلہ کو مطلق رکھنا خطاء ہے۔ بہرحال لوگوں کو کمال پر ہی محمول کیا جائے گا جب تک اس کا منفی پہلو یقینی طور پر سامنے نکھر کر نہیں آجاتا جیسا کہ اس کی تفصیل ہم نے پہلے بیان کر دی ہے۔

اور مومن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے آثار کی وجہ سے "ملاھی" سے دور رہتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ان آثارِ قدرت کے باعث اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے جیسا کہ آثارِ قدرت کے علاوہ تمام مخلوقِ خداوندی سے غافل نہیں ہوتا۔ گذشتہ لہو کی تفسیر کے مقتضیٰ پر (جو بیان ثابت ہوا)۔ اگرچہ ان تمام آلات میں (بالقوۃ) "لہو ولعب" کے پائے جانے سے مؤاخذہ کا احتمال موجود ہے بیشک ایسا احتمال تو مومن کے تمام افعال میں بھی واقع ہے جیسا کہ ہم نے عبادات ومباحات میں بھی اسی احتمال کے پائے جانے کا ذکر کیا۔

بدگمانی کے پہلو حرمت کے دائرے میں:

لہٰذا ہم جب بھی ایک جانب میں اس احتمال کا حکم لگائیں گے تو ہم پر یہ بات لازم آئے گی کہ ہم دوسری جانب بھی اس احتمال کا حکم لگائیں حالانکہ عقل کی نگاہ میں دونوں احتمال برابر ہیں۔ کسی ایک کو ترجیح نہیں ہے اور "لہو" کا پایا جانا یا نہ پایا جانا یہ ہماری نظروں سے

ادجھل ہے اور ہمیں ایسے پوشیدہ امور میں کسی کا تجس کا مکلف نہیں بنایا گیا بلکہ جاسوسی کرنے کی تو ممانعت آئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَجَسَّسُوْا" (الحجرات:۱۲) اور تم جاسوسی نہ کرو۔

بدگمانی کا شرعی حکم:

اور مومن کے بارے میں اچھا گمان کرنا مسلمان پر واجب ہے اور برے گمان سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ فقہاء کرام علیہ الرحمہ نے اپنی اپنی تصنیفات میں اس بات کو لکھ کر تصریح کردی ہے

چنانچہ "المبتغی" میں صاحب "المبتغی" فرماتے ہیں کہ مومن کا گمان دو قسم کا ہوتا ہے ایک گمان گناہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے برا گمان رکھنا کہ (وہ اللہ تعالیٰ سے مایوس ہو کر کہے) اللہ تعالیٰ نہ جلدی رزق دیتا ہے نہ دیر سے اور نہ ہی میری سنتا ہے۔ ایسا گمان حرام ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر کوئی اسی حالت پر مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے اچھا گمان رکھتا ہو اور اسی طرح وہ مسلمان جس کا ظاہر درست ہو اس سے بدگمانی رکھنا ممنوع ہے اور اچھا گمان کرنے کا حکم ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔" اور دوسرا گمان مباح ہے یہ شکوک و شبہات کے وہ خیالات ہیں جو دل میں وسوسے بن کر اٹھتے ہیں کیونکہ اس کے کنٹرول پر انسان کو قدرت نہیں ہے۔ (گمان کی یہ قسم گمان کی حد تک رہے تو مباح ہے اس سے اگلا قدم منع ہے) چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تمہارے دلوں میں شکوک وشبہات کی آندھی اٹھے تو اس میں تحقیق نہ شروع کر دیا کرو۔"

صاحب المبتغی کا کلام مکمل ہوا۔

اسی مفہوم کی عبارت "مختصر محیط سرخسی" میں امام خبازی علیہ الرحمہ اور دیگر حضرات سے

منقول ہے جس میں مکمل بحث مسلمان سے برے گمان سے بچنے کے بارے ہے اور یہ دل میں آنے والا برا گمان ایک غیر یقینی تہمت ہے اور اس کا یقین ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ جبکہ یقین اور قطعیت اس میں ان امور وعلامات کی طرف منسوب ہے جو وہمی، سطحی اور ایک خیال سے ہیں۔ جس پر اس زمانہ کے فاسق و فاجر اور (علمائے حق پر فسق و فجور کا) بہتان لگانے والے "کمرشلی علماء" اور جاہل عوام جمی ہوئی ہے۔ جو لوگوں کو کسی قطعی اور یقینی دلیل کے بغیر اپنے غلط اغراض و مقاصد کے پیش نظر اپنے جی میں آنے والی بری نیتوں کی وجہ سے گھٹیا مراتب پر لوگوں کو اتارتے جا رہے ہیں۔ جس میں ان کے پاس کوئی قطعی اور یقینی دلیل نہیں ہے خصوصاً اسلامی ممالک میں سے ہمارے ملک شام کے شہر دمشق میں یہ وبا عام ہے اور اس کے رہنے والوں کے اوصاف اور ان کی اچھی اور بری خصلتوں کا بیان "قصیدہ نونیہ" میں کیا گیا ہے تقریباً پچاس سے زائد اشعار ہیں جن کو میں نے اپنے دیوان موسوم بہ "خمرۃ بابل و غناء البلابل" میں ذکر کیا ہے۔ یقیناً یہ گمان جو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے پر کر کے یقین کے درجے کو پہنچائے ہوئے ہیں۔ اس کی نسبت یہ وہمی اور مشکوک علامتوں کی طرف کرتے ہیں ایسے گمان کی حرمت میں کوئی شک نہیں اور ایسے گمان پر کبھی بھی شرعی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی بلکہ یہ تو شیطانی وسوسے ہیں جن کے ذریعے شیطان لعین مسلمانوں کے دل میں مسلمانوں کے دین و دنیا کے معاملات میں بغض وعداوت پیدا کرتا ہے اور شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسے بیہودہ کام کی قطعاً گنجائش نہیں ہے اور یہ برا گمان احکام شرعی میں کوئی چیز داخل نہیں کر سکتا بلکہ ایسا گمان کرنے والا بدعتی و گمراہ بن کر دائرہ اسلام سے نکل سکتا ہے کیونکہ جس نے شریعت میں ایسی چیز کو داخل کیا جس کی اصل اس میں نہیں وہ شخص عذاب کا مستحق ہے۔ کتاب "تحفۃ الاکیاس فی تحسین الظن بالناس" میں ہے کہ برے گمان کی طرف ذہن کو لے جانا حرام ہے عام تو رہے ہی

ہمارے زمانہ کے مشائخ اور علماء میں بدگمانی کی بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے۔اسی وجہ سے ان میں سے ہر ایک اپنے خیال سے اور سنی سنائی بات سے ہی بدگمانی پیدا کر لیتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غیر یقینی ہونے کی وجہ سے انتہائی بدترین ہے۔اس کے برعکس سلف صالحین میں سے صحابہ کرام تابعین اور بعد میں آنے والے علماء کاملین، مشائخ صادقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس طرح طریقہ کار نہ تھا بلکہ وہ تو مسلمانوں کے بارے اچھا گمان کرتے اور برے گمان کی طرف ذہن لے جانے سے بھی پرہیز کرتے اور ایسے گمان سے نفرت کرتے اور علم وعمل میں اس کا فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو دور کرتے رہتے اور وہ اپنے اجتماع اور حلقہ درس میں لوگوں کو حسن سلوک اور مسلمانوں کی خوبیوں کو پیش نظر رکھنے پر ابھارنے کا درس دیتے۔اگر لوگوں سے توبہ کے لائق گناہ سرزد ہو جائیں تو وہ ان کو کیے پر قبول توبہ کی امید دلاتے اور نیکی پر حوصلہ افزائی کرتے اور وہ تہمت کے مقام میں گرے پڑوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر اچھے مقام پر رکھتے۔اس سے آگے ایسے ہی محبت بھرے کلام کی تفصیل کی ہے۔اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آلاتِ مطربہ کے سماع کا مسئلہ اپنی تمام اچھی آوازوں کی اقسام سمیت "ملاہی آلاتِ لھو" یا اس جیسی دیگر وہ چیزیں جو لہو کے پائے جانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں ان کی قید کے بغیر مطلقاً حرام کہنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اسی قید کا اکثر احادیث میں لحاظ کیا گیا ہے اگرچہ بعض احادیث حرمتِ سماع میں مطلقاً وارد ہیں لیکن بعض دوسری احادیث قرآنی آیات کی طرح بعض احادیث کی تفسیر کرتی ہیں۔

اور جب مذاہب اربعہ کے تمام فقہاء کی عبارتوں میں بھی یہی (لہو کی ہی) قید ملحوظ ہے اگرچہ بعض نے ان کو مطلق رکھا ہے لیکن ان کی مراد بھی تقید ہی ہے کیونکہ دین سے سمجھی جانے والی بداہتہً تفصیل کا تقاضا یہی ہے جبکہ عاقل ذکی کے لیے تو اشارہ ہی کافی ہے لیکن جاہل غبی کے لئے ہزاروں دفتر بیکار ہیں اور وہ شارع کا مقصود بھی نہیں سمجھ پاتا۔جب

یہ مسئلہ لہو کی قید کے ساتھ مقید ہے تو ان آلات مطربہ کی حرمت کا فتویٰ اس شرط پر دیا جائے گا کہ اس میں یادِ الٰہی سے غفلت کی قید پائی جائے اور اگر غفلت نہ پائی جائے تو یہ حرام بھی نہیں ہے بلکہ اس وقت تمام مسلمین اور مؤمنین کے لیے مطلقاً مباح کے درجہ میں ہوں گے خواہ عام قاصرین ہوں یا خاص کاملین سب کے لیے یکساں حکم ہوگا اور یہ حکم کسی ایک سے بھی مخفی نہیں رکھا جائے گا اور لہو سے مراد ہے کہ اس کی وجہ سے طاعات سے اعراض اور فرائض و واجبات کا ضائع کرنا اور محرمات و مکروہات میں مشغول ہونا پایا جائے۔ جیسا کہ شراب و زنا پر یا اس جیسے دیگر منہیات پر سماع کرنا یا ایسے خیالات کا سماع کے وقت دل میں کھٹکنا اور جم جانا جیسا کہ اس کا بیان آگے بھی آرہا ہے (لیکن یہ خیالات) ہر ایک اپنے بارے میں تو پہچان سکتا ہے دوسرے کے بارے میں (سوائے بدگمانی کے) اس کو مشکل پہچان سکتا ہے جبکہ اعمال کا دارومدار (جزاء و سزاء میں) نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جیسی وہ نیت کرتا ہے اگر جاہل سوال کرے اور کہے "کیا یہ آلات مطربہ جو "لہو" کے پائے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیا یہ لہو سے نکل جائیں گے؟ جیسا کہ جاہلین کا عام قول ہے جواب کے لیے اتنا ہی کلام کافی ہے جسے ہم نے پیچھے بیان کر دیا کہ وہ آلات مطربہ بندہ کو فرض و واجب سے بے پرواہ کرے اور ان میں سے کسی شے کو نہ بھولے اور نہ ہی حرام و مکروہ کام میں مصروف ہو" اور یہ بات ممکن ہے کہ سماع کے وقت اس کا دل برے خیالات سے خالی ہو چہ جائیکہ وہ اس کے دل میں جم جائیں۔ یا اس معنی پر جواب ہوگا کہ وہ سماع کے وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو اور سماع کے وقت معرفت الٰہی اور حضور ربی میں مستغرق ہو جائے۔ لہو کی یہ وضاحت گذشتہ دو تفسیروں کے مطابق ہے۔"

یقین اور ظن کا احاطہ

ہم اس کو جواب میں کہیں گے "اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے قدیم و حادث کے اعتبار

سے بحث کرنے والے علماء متکلمین کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:

یہ ایک ایسی جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جانتے ہیں لیکن سنت کے مطابق اپنے علم پر عمل پیرا نہیں ہوتے بلکہ ان کے اعمال عوام جیسے ہی ہیں۔کوئی خاص فرق نہیں ایسے علماء، امت مصطفیٰ ﷺ کے بارے اپنے گمانوں اور وہموں کی پیروی کرتے ہیں۔خدا جانے جو ان کے گمان کی چکی میں آپڑے اس بیچارے کو کیسے حکم کے پاٹ میں پیستے ہیں؟ لیکن وہ ہر ایک کے بارے اپنے برے گمان کا زاویہ قائم کر کے حکم فٹ کر دیتے ہیں اور برے گمان کی حرمت کو جانتے ہوئے مسلمان کے بارے برے گمان کی حرمت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور کبھی تو یہ سرے سے انکار ہی کر دیتے ہیں کہ ان کے دل میں گمان ہے بلکہ وہ اس گمان کو اپنی فکر کے مطابق قطعیت اور یقین کا درجہ دیتے ہیں کیونکہ گمان پر حکم لگانا ان کی عادت سی بن گئی ہے اور وہ اچھے اور برے گمان کی باتوں کا اقرار کرتے ہیں اور ہر قسم کے گمان کا محل جانتے پہچانتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی طرف توجہ دیتے ہیں لہٰذا یہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے نزدیک آلات مطربہ کا لہو کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے لہو سے مطلقاً نکلنا ممکن ہی نہیں خواہ انسان کامل ہو یا ناقص متقی ہو یا فاسق، البتہ مرتبہ کمال کو پہنچا ہوا ان کے نزدیک علی التعیین کبھی بھی کوئی شخص ہوا ہی نہیں اور ان کے نزدیک تمام زمانے والے ناقص ہیں یا فاجر و فاسق ہیں اور اہل کمال ان کے نزدیک رہے ہی نہیں۔زمین سے ان کا وجود مٹ گیا ہے اور ان میں سے اب کوئی باقی نہیں رہا اور کبھی کبھی اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہل کمال کا وجود ہے لیکن وہ (شیعہ کے امام منتظر کی طرح)۔ایسے پوشیدہ ہیں ظاہر نہیں ہوسکتے اور وہ تمام بزرگ ہستیاں جن کو وہ جانتے ہیں ان پر درجہ کمال سے گرا ہوا حکم لگاتے ہیں۔اسی وجہ سے آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آلات مطربہ کے سماع کی حرمت کا حکم ہر اس شخص پر لگاتے

ہیں۔ جو ان کے نزدیک مرتبہ کمال سے گرا ہوا ہے (اوران کی نگاہ میں چونکہ سب لوگ مرتبہ کمال سے گرے ہوئے ہیں)۔ بلکہ یہ حرمت کا حکم ان کے عقیدہ میں بدنیتوں اور نا کردنیوں کے گھر جانے کی وجہ سے شدت اختیار کر گیا ہے۔ یہی لوگ شیطان کے بھائی اور رحمن کے دشمن ہیں اپنے زمانے کے بدترین اور بنی نوع انسان میں سے گھٹیا ترین لوگ ہیں اور میری عمر کی قسم یقیناً ہمارے زمانے میں شہر و اطراف میں یہ لوگ بھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق مبین کی تلواروں کے ذریعے ان کی خباثت اور نجاست سے آلودہ جسم کو کاٹ ڈالے اور ان کی زندگیاں ختم کر دے اور ان جیسے جو مسلمانوں میں بدگمانیاں فتنہ پروری کی بنیاد اور گمانوں اور وہموں پر حکم لگانے والے اس دین اسلام میں بدعت کرنے والے ہیں سب کو مٹا دے اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن حال ہونے میں حق الیقین سے اعراض کرنے والے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے ارشاد فرمایا ہے:

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" (آل عمران:۱۱۰)

"تم امتوں میں سے بہترین امت ہو جن کو عظمت شان کے لیے لوگوں پر ظاہر کیا گیا۔"

اور فرمایا:

وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس (البقرۃ:۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔"

یہ قرآن مجید کی نص ہے جو یقین کا درجہ رکھتی ہے اور جو اس کے علاوہ وہ ظن ہے۔

دوسری قسم

یہ وہ جماعت ہے جو احکام الٰہی کو جانتے ہیں اور حسب طاقت سنت کے مطابق ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ سنت کے خلاف نہیں چلتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے اچھے گمان رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ شیطان

انکے دلوں میں لوگوں کے بارے برے برے گمان کے وسوسے ڈالتا ہے لیکن وہ کسی ایک پر بھی برے گمان کے مطابق حکم نہیں لگاتے بلکہ وہ اچھے گمان کے مطابق ہی حکم لگاتے ہیں کیونکہ (وہ سمجھتے ہیں کہ) اس میں انہیں شارع کی طرف سے رغبت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ کبھی سچے لوگوں میں کسی کو برا نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے علم وعمل کی برکت سے ان کے دل پاک ہیں اور یہی لوگ ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان لوگوں کے پاس شریعت میں نہ تو کوئی اپنی ذاتی اغراض مقصود ہوتی ہیں اور نہ ہی تعصب بلکہ یہی لوگ انصاف والے ہیں اور علماء کرام کے فضائل اور خوبیوں کی وجہ سے مسلم پیشوا ہیں۔

لوگوں کے مرتبہ شناس یہی لوگ ہیں اور انہیں کی وجہ سے دلوں کے وسواس دور ہوتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو آلات مطربہ کے سماع کو اچھی آوازوں کے ساتھ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ سماع تمام حالات میں لہو ولعب کے طریقہ پر ہر کسی سے صادر نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان میں سے بعض کے نزدیک ممکن ہے کہ سماع لہو ولعب کے طریقہ پر صادر ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ امکان ان کے نزدیک لوگوں میں کسی ایک کے بارے متعین نہیں ہے اگرچہ ان کے سامنے سماع میں بعض حرمت کی علامات بھی ظاہر ہو جائیں (تو وہ مطلقاً حرمت کا حکم نہیں لگاتے بلکہ ان بعض امور محرمہ کو ہی ناجائز کہتے ہیں)، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ شریعت کے احکام کا دارومدار محض گمان اور وہموں پر نہیں ہے۔ خصوصاً پاکباز اور عادل لوگوں کے فاسق ٹھہرانے والے امور میں (تو انتہائی احتیاط کا پہلو ہوتا ہے اس میں گمان پر حکم بالکل نہیں لگایا جاسکتا۔) اور اس مسئلہ کا حکم ان کو معلوم اور اس میں تفصیل ان کا مقصود مفہوم ہے لیکن وہ اس گمان کے ذریعے جس پر حکم لگانا ہوتا ہے اس کے بارے کوئی (قطعی علامت) نہیں پاتے کیونکہ وہ اچھے گمان کو جس کی طرف شارع نے رغبت دی ہے اپنے علم کے ذریعے خوب جانتے ہیں۔ اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ جس کے بارے پسند

فرماتا ہے کہ اس کا انجام اور خاتمہ اچھا ہو اسے لوگوں کے ساتھ اچھا گمان کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔" اس مقام پر اسی مفہوم کی کئی ایک اخبار و احادیث ہیں جن کی وضاحت اور بیان سے رسالہ طوالت اختیار کر جائے گا۔

اس مسئلہ میں مجھے ایک مستقل کتاب "تحفۃ الاکیاس فی تحسین الظن بالناس" میسر آگئی۔ یہ کتاب ایسے ضروری فوائد پر مشتمل ہے جو عالم و جاہل دونوں کے لیے انتہائی ضروری ہے کیونکہ بدگمانی ان چیزوں میں سے ہے جس کا بچنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ چہ جائیکہ علماء میں سے کوئی عالم ایسے فعل کا ارتکاب کرے کیونکہ شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے جیسا کہ رب العالمین نے ہمیں خبر دی ہے اور یہ جاہل "ہم پر یہ زعم رکھ کے الزام دیتا ہے کہ یہ آلات، لہو کے پائے جانے کی وجہ سے کبھی بھی لہو سے نہیں نکل سکتے۔"

آلات مطربہ کا لہو سے نکلنا احکام شرع سے ثابت ہے:

اگر ہم اس جاہل سے پوچھیں کہ اگر آلاتِ لہو، لہو سے نکل ہی نہیں سکتے تھے تو پھر علماء کرام نے جہاد میں طبل کا استثناء کیوں کیا؟ (حالانکہ طبل جہاد مذکورہ تین اشیاء میں سے نہیں جن کا استثناء کیا گیا ہے۔ سو یہ عام مخصوص البعض ہے جس میں مزید استثناء و خصوصیت دلیل ظنی سے جائز ہے کمافی الاصول، ۱۲، مرتضائی)

اور اس میں فقہاء عظام نے یہ علت بیان کی ہے کہ "مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے اور ان پر رعب ڈالنے پر معاونت کرنے کے لیے اور نکاح میں اعلان نکاح کے لیے اسی طرح عید کے دن خوشی اور فرحت کو ظاہر کرنے کے لیے آلات کا استعمال جائز ہے۔ جبکہ طبل اور دف کا شمار آلاتِ مطربہ میں سے ہوتا ہے۔ اگر ان جہلاء کے نزدیک یہ آلاتِ مطربہ لہو کے پائے جانے کی وجہ سے لہو میں ہی منحصر رہتے ہیں اس سے نکل نہیں سکتے تو پھر علماء کرام نے ان کی استثنائی صورتیں بیان کیوں کیں؟ اور مطلق احادیث کو لہو کی قید سے مقید کیوں کیا؟

خوشی کے موقعہ پر دف بجانے کا جواز:

"شرح الدرر" پر والد گرامی علیہ الرحمہ کے حاشیہ میں ہے کہ عید کے دن بعض لوگوں کے نزدیک دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس عید کے دن تشریف لائے۔ آپ کے پاس دو لڑکیاں دف کے ساتھ کھیل رہیں تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں لڑکیوں کو جھڑکا۔ (اتنے میں ایک کونے سے) حضورﷺ کی آواز مبارک آئی "دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدٌ وَهٰذَا عِيْدُنَا" "اے ابوبکرؓ ان کو چھوڑ دو بیشک ہر قوم کے لیے عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔" شیخ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "کف الرعاع" میں فرماتے ہیں: "دف شادی اور بچوں کے ختنے میں بجانا مباح ہے اور دونوں مقامات کے علاوہ دف بجانا صحیح مذہب کے مطابق جائز ہے۔ پھر فرمایا اگرچہ اس دف میں جھانج ہی کیوں نہ ہو صحیح یہی ہے کہ یہ بھی حلال و جائز ہے۔ اور شیخ عبدالرؤف المناوی علیہ الرحمہ اپنی "شرح الکبیر علی الجامع الصغیر للیسوطی علیہ الرحمہ" میں فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "أَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ" نکاح کا اعلان کرو اور اسے مساجد میں ادا کرو اور نکاح پر دف بجاؤ۔ شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ "شادی اور اس جیسے دیگر خوشی کے مقامات میں دف کا بجانا جائز ہے۔" اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ خوشی وغیرہ میں دف بجانا مطلقاً مباح ہے اگرچہ جھانج کے ساتھ ہو اور یہ دف دین اسلام کے شارع، حلت و حرمت کو بیان کرنے والے کے سامنے بجائی گئی لیکن آپ نے اسے منع نہیں فرمایا بلکہ حدیث تقریری سے اس کا مباح ہونا ثابت کر دیا۔ اور دف خواہ مرد بجائے یا عورت صحیح مذہب کے مطابق جائز ہے اور شیخ عبدالرؤف مناوی رحمہ

اللہ الباری دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ دف کے ساتھ کھیلنے کی لذت جائز ہے کیونکہ اس دف کی نکاح پر معاونت ہے جیسا کہ تیر کمان اور گھوڑ دوڑ کی لذت جہاد پر معاونت کرتی ہے اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ لہٰذا جو محبوب شے کے حصول پر معاونت کرے وہ حق کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے مرد کا اپنی بیوی سے ملاعبت اور کھیل کود کرنے کو حق کی طرف سے شمار کیا جائے گا کیونکہ اس ملاعبت کی نکاح پر معاونت و مداومت ہے اور یہ نکاح اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں سے ہے اور نفوس ضعیفہ کا لذت عظمیٰ کے اسباب کی طرف جوش اور شوق تب ہی ہوتا ہے جب انہیں لہو ولعب میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ملے کیونکہ ان نفوس کا چراغ اگر بالکل بجھ جائے تو ان کی طلب لہو ولعب سے بھی بدتر چیز کی ہوگی۔ لہٰذا ایسے حضرات کے لیے وہ رخصت ہوگئی اوروں کے لیے نہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بچیاں دف بجا رہی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داخل ہوتے ہی حضور ﷺ نے انہیں یہ فرماتے ہوئے خاموش کرا دیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظاہر حقیقت سے ہٹی ہوئی چیز ناپسند کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آمدِ عمر سے قبل ان بچیوں کو منع نہیں فرمایا کیونکہ اس وقت فساد کا وہم وخیال بھی نہ تھا۔

اگر کوئی جاہل کہے کہ ہم آپ کی بیان کردہ تفصیل کا کوئی اعتبار نہیں کرتے بلکہ ہم تو اسی بات کو ہی جانتے ہیں جو فقہا کرام نے اپنی کتب میں سماع آلات کے مطلقاً حرام ہونے کے بارے لکھی کیونکہ آپ کی بیان کردہ تفصیل آپ کی از خود ہے۔ فقہاء کرام کی صراحت نہیں؟ میں اس جاہل کے جواب میں کہتا ہوں کہ تیرا اعتبار نہ کرنا کس حیثیت کا حامل ہے جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کا دھبہ لگائے ہوئے ہے جبکہ حق کے بارے کسی قسم کا طعن نہیں کیا جا سکتا اور ہم نے یہ تفصیلاً گفتگو تیرے لیے اور نہ ہی تجھ جیسے نالائقوں کے لیے کی ہے

(بلکہ یہ تو حق ماننے والوں کے لیے ہے) بلکہ یہ قیود و شرائط فقہاء کرام کی صریح عبارتوں میں موجود ہے۔ جنہوں نے اپنی کتب کو تصنیف کرتے وقت مسائل کو دقیقہ نظری سے سمجھا اور ان کی نظر اس پر بھی ہے کہ ان مسائل کی اصل کیا ہے اور وہ مسائل کی قیود و شرائط کو پہچانتے ہیں جیسا کہ ہم نے گذشتہ (رسم المفتی کے) دو اصولوں کو مذاہب اربعہ کے فروع کو سمجھنے کے لیے بطور شرط ذکر کیا ہے تاکہ مسائل کی اصل اور بنیاد کو جانا جاسکے۔

(اب ہم فقہاء کرام کی عبارت کی طرف آتے ہیں)۔ بیشک ہم اپنے اور دوسرے مذاہب کے فقہاء کرام کی کسی عبارت میں سماع آلاتِ مطربہ میں ''لہو'' کی قید کا لحاظ کیے بغیر کوئی صریح حرمت نہیں پاتے۔

چنانچہ فقہاء کرام اپنی اپنی تصنیفات میں اس طرح فرماتے ہیں:

"سماع الملاھی او کل لھو" یعنی ملاحی کا یا ہر لہو کا سننا اور اس جیسے دیگر آلاتِ ملاحی جن کا ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے سننا حرام ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم مذاہب اربعہ میں سے کسی کتاب میں ایسی عبارت کے وجود کو فرض کرلیں کہ جس میں دف، طنبور اور اس جیسے دیگر آلات کا سننا حرام کہا گیا ہو اور اس مقام میں ''لہو'' کی قید نہ لگائی گئی ہو تو ہم وہاں پر بھی یہ حکم لگائیں گے اس عبارت کو کہنے والے کی مراد حرام اس وقت ہے جب اس میں لہو پایا جائے کیونکہ فقہ کی بقیہ تمام عبارات میں یہ قید ملحوظ ہے اور احادیث و اخبار جو آلات کے سننے کی حرمت کے بارے وارد ہوئیں ہیں ہم ان میں بھی ''لہو'' کی قید ملحوظ رکھیں گے کیونکہ وہ احادیث جس میں ''لہو'' کی قید کا ذکر نہیں ہے ہم نے ان احادیث میں شراب اور گانے والی عورتوں کا ذکر پایا اور اس کے ساتھ دیگر لہو ولعب پر مشتمل ممنوعہ چیزوں کا ذکر ہے اور بعض احادیث مبارکہ میں کسی قسم کی قید ہی نہیں ہے لیکن علماء کرام نے دوسری احادیث کی وجہ سے ان میں سے چند چیزوں کا استثناء کیا ہے اور استثناء ہی قید لگانے کا دوسرا نام ہے اور ہماری

بیان کردہ تفصیل کی تائید اس استفتاء سے ہوتی ہے جس کا جواب علامہ مرحوم شیخ الاسلام عبدالرحمٰن آفندی العمادی علیہ الرحمہ نے دیا جوکہ دمشق کے جامعات میں کبار حنیفہ میں سے ایک قابل اعتماد مفتی ہیں۔(سوال وجواب بمعہ اصل عبارت ملاحظہ ہو)۔

آپ سے سوال کیا گیا:

ماحکم السماع بالآلات؟ آلات کے ساتھ سماع کا کیا حکم؟

الجواب

"الحمدللہ قد حرمہ من لایعترض علیہ لصدق مقالہ، واباحہ من لا ینکر علیہ لقوۃ حالہ، فمن وجد فی قلبہ شیا من نورالمعرفۃ فلیتقدم والا فالوقوف عند ماحدہ الشرع الشریف اسلم۔ واللہ اعلم۔"

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں وہ ذات جس نے سماع کو اس شخص پر حرام کیا جو اپنے قول کے سچا ہونے کی وجہ سے اس کے درپے نہیں ہے اور اسے مباح کیا جو اپنے حال کی قوت کی وجہ سے اس کا منکر نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے دل میں نورِ معرفت سے کچھ حصہ پائے چاہیے کہ وہ سماع کی طرف پیش قدمی کرے اور جو اس نعمت سے محروم رہے اسے چاہیے کہ شرع شریف کی مقرر کردہ حد بندی سے تجاوز نہ کرے۔ مختصر اور سلامتی والی بات یہی ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔"

اسی جواب سے ملتا جلتا جواب شیخ الاسلام شیخ خیر الدین رملی حنفی علیہ الرحمہ نے اپنے "فتاوی خیریہ" و "فقہ حنفیہ" میں ذکر فرمایا۔ ان دونوں فقیہہ حضرات کو دیکھیے جو عالم وعامل متقی اور فقہ کے اصول وفروع پر آشنا اور مقصود شریعت اور احکام شرع کے اصول وعمود پر واقفیت رکھنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کا وجود باوجود اس زمانہ اخیر میں ہے جس میں

بہ مشکل پائے جانے والے انصاف پسند علماء ہیں جوامت محمدیہ علی صاجبہا الصلوۃ والسلام پر اچھا گمان کرنے والے ہوں ان دونوں حضرات نے اس مسئلہ میں تفصیل کے ساتھ جواب دیا اور مسئلہ کو اس طرح مطلق نہیں رکھا جیسا انکے علاوہ معاصرین میں سے اکثر نے جواب کو مطلق رکھا جن کا شماران جھلاء میں سے ہوتا ہے جو اپنے آپ کو فقیہہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور درحقیقت انہیں فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی ہوتی کیونکہ تفصیل کی جگہ مسئلہ کو مطلق رکھنا غلطی ہے اور ان دونوں نے انصاف سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے چنانچہ انہوں نے اپنے اس قول کے ساتھ تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے "جو اپنے دل میں نور معرفت سے کچھ حصہ پائے اس کو چاہیے کہ نور معرفت کے حصول کی طرف پیش قدمی کرے" اور یہ نور معرفت بھی زمین سے مفقود نہیں ہوا اور بیشک نور معرفت کو پانے والوں کا وجود قیامت تک رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے برعکس نور معرفت کا انکار کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں لوگوں کے مقام و مرتبہ کا ہٹ دھرمی سے منکر ہونے والے اور لوگوں پر اپنی خبیث نیتوں کی وجہ سے فتویٰ حرمت جاری کرنے والے فقہاء کا وجود ہمارے زمانہ میں ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سماع کو حرام کہنے والوں کی بڑی دلیل:

سماع کی حرمت کو مطلق رکھنے والے قاصرین کی اعلیٰ دلیل یہ ہے جس کو شیخ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ نے اپنے تصنیف کردہ رسالہ "کف الرعاع" میں بیان کیا ہے۔ خیال رہے کہ اس رسالہ میں بعض اخبار و احادیث اس قید سے مقید نہیں ہیں لیکن ہم وہاں بھی یہی قید ملحوظ رکھیں گے۔ پھر علامہ ہیتمی علیہ الرحمہ نے علماء کے اقوال ذکر کیے کہ کس نے سماع کو حلال کہا ہے اور کس نے سماع کو حرام کہا ہے اور کس نے اس مسئلہ کی تفصیل کی اور کس نے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ حالانکہ اقوال کا خلاصہ تفصیل کے لحاظ رکھنے کا تقاضا کرتا ہے لیکن جاہل اس کو کہاں سمجھیں۔ کم از کم

وہ اس کتاب کے نام میں ہی غور وفکر کر لیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا۔ علامہ نے اس رسالہ کا نام "کف الرعاع" رکھا ہے کیونکہ سماع، رعاع (گھٹیا اور کمینے لوگ) پر ہی حرام ہے اور رعاع جاہل اور خبیث اور مسائل فقہ کو سمجھنے سے قاصر لوگ ہیں اور ساری دنیا انکے نزدیک رعاع (گھٹیا) تو نہیں ہو سکتی کہ وہ سارے مخلوق کے بارے حرمت کو مطلق رکھتے ہوں۔

پرندوں کی طرب بیانی حرام ہے نہ سننا حرام:

ہمارا بسا اوقات حرمت کو مطلق رکھنے والے جہلاء سے سوال ہوتا ہے کہ "کیا تمہارے نزدیک ٹہنیوں کے اوپر زور زور سے گنگنانے والے پرندوں کا سماع حرام ہے؟ جبکہ یہ انتہائی درجہ کی خوش الحانی ہے جو انسان کے شوق کو بھڑکاتی ہے۔" اگر وہ اس کے جواب میں کہیں کہ یہ بھی حرام ہے تو ان کی جہالت اور اللہ تعالیٰ پر اس کے احکام میں جھوٹ گھڑنا تو ایک طرف رہا ہم ان کے پاگل ہونے کا فیصلہ دے دیں گے اور اگر وہ جواب میں کہیں کہ "آلات مطربہ کی آواز کو آدمی ارادہ واختیار سے نکالتا ہے، میں انہیں اس کے جواب میں کہوں گا (اگر بالقصد آواز پیدا کرنا منع ہے تو بالقصد سننا بھی منع ہونا چاہیے جبکہ) پرندوں کی بولیوں کی بالقصد سنے والا وہ اختیار و قصد سے ہی سنتا ہے حالانکہ ان کی حرمت پر آج تک کسی نے فتویٰ نہیں دیا اور ایسا ہی مفہوم علامہ زمخشری نے "ربیع الابرار" میں بیان کیا کہ لوگوں نے ایک نہایت سریلی آواز سن کر یہ گمان کیا کہ شاید سمندر میں کوئی جانور ہے جو دلکش آواز کے ساتھ گاتا ہے۔ اس کی آواز میں اتنی مٹھاس اور حلاوت ہے کہ سننے والے غشی کھا کر بیہوش ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے راگ آلاپ اور سریلی آواز والے اس جانور کی تلاش میں متوجہ ہوئے کہ وہ اپنی آواز کو اس کے ساتھ ملا کر دلکش بنالیں۔ لیکن وہ اس تک نہ پہنچ سکے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ یونان کے شہروں میں کوئی پرندہ ہے جو روزانہ دوپہر کو ایسی آوازیں نکالتا ہے جس کی آوازوں سے لذت حاصل کرنے والے کئی پرندوں کے جھرمٹ

وہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔

علامہ زمخشری کا کلام مکمل ہوا۔

ہم نے تو علماء میں سے کسی ایک کو بھی ان اشعار کے سماع کو حرام کہتے نہیں سنا۔

سماع سے پریشانی کا ختم ہونا

اور ربیع الابرار میں ''افلاطون'' کا پریشانی اور ٹینشن کو دور کرنے کے بارے ایک قول منقول ہے کہ ''ایسا شخص اچھی اور دلکش آوازوں کی سماعت کرے کیونکہ انسان کی جان کا جب نور بجھ جاتا ہے اور وہ اس چیز کی سماعت کرتا ہے جو اسے سرشار اور خوش کر دے اور اس بجھے ہوئے نور کو پھر سے جلا بخش دے۔'' (تب پریشانی ختم ہو جاتی ہے) شاہان فارس تو ہمیشہ غمگین کا دل سماع کے ذریعے بہلاتے، مریض کا علاج سماع کے ذریعے کرتے اور فکروں سے آزادی سماع کے ذریعے پاتے۔

ایک دن امام شعبی علیہ الرحمہ ایک ولیمہ پر گئے (وہاں بے رونقی دیکھ کر) گھر والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: کیا وجہ ہے! تم ایسے بیٹھے ہو جیسے جنازہ پر اکٹھے ہوئے ہو۔ غناء اور دف کہاں ہے؟ (اور یہ بات واضح ہے کہ ولیمہ عین نکاح کے بعد والے پروگرام کو کہتے ہیں)۔

اسحٰق ابن ابراہیم الموصلی فرماتے ہیں:

''حضرت ابوحفصہ علیہ الرحمہ کے صاجزادے اپنے والد صاحب کے پاس ناشتہ سے فارغ ہو کر کہنے لگے اللہ آپ پر رحم فرمائے ہمارے کانوں کی بھی غذا دیجیے۔''

ایک شخص حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض گزار ہوا کہ جناب آپ غناء کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! غنا ایک ایسی شے ہے جس کے ذریعے رحم پیدا ہوتا ہے اور رنج والم دور ہوتے ہیں اور بندہ اچھے کام کرنے لگتا ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر حاضر ہوا۔آپ دروازے کے پاس یہ شعر دھیمے دھیمے کہہ رہے تھے:

فَكَيْفَ ثَوَائِیْ بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَمَا
قَضٰى وَطْراً مِّنْهَا جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرِ

ترجمہ: سوجب جمیل ابن معمر مدینہ میں نہ رہا تو اب وہاں میرے رہنے کا کیا فائدہ؟

جمیل ابن معمر سے جمیل جمحی مراد ہیں۔جو آپ کا بڑا گہرا دوست تھا۔جب میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: کیا تو نے میری آواز سنی؟

میں نے عرض کی،"جی ہاں" آپ نے فرمایا:"جب ہم تنہا ہوتے ہیں تو وہی کچھ کہتے ہیں جو لوگ اپنے گھروں میں کہتے ہیں۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: آج اس جگہ چلو جہاں لہو ولعب میں مشغولیت ہو اور مروت کو گرانے میں مصروفیت ہو۔اس سے آپ عبداللہ ابن جعفر کو تعریضا مراد لے رہے تھے، دونوں حضرات جناب عبداللہ ابن جعفر کے پاس آئے۔انکے پاس خاثر اور سائب تھے جبکہ سائب دو لونڈیوں کو گانا سکھا رہا تھا اور ان دونوں بزرگوں کو آتے دیکھ کر گانا بند کرنے کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اپنا تخت چھوڑ دیا۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جو کر رہے تھے وہ ہمارے سامنے لاؤ! چنانچہ حضرت عبداللہ کے حکم پر سائب نے قیس ابن حطیم کے شعر کو راگ الاپتے ہوئے شروع کیا:

دِيَارُ الَّتِیْ كَانَتْ وَنَحْنُ عَلٰى مِنًى
تَحُلُّ بِنَا لَوْ لَا نَجَاءُ الرَّكَائِبِ

یعنی ہمارے وہ گھر جو ہمارے مقام منی پر تھے۔ وہ ہمیں عزت و عظمت سے روشن کر دیتے۔ اگر ہماری سواریاں وہاں سے کوچ نہ کرتیں۔
سائب کے ساتھ لونڈیوں نے بھی راگ میں پڑھنا شروع کر دیا۔ (انتہائی حسین منظر بن گیا آج جنہیں منع کرنے والے سمجھا جا رہا تھا وہ خود تیر عشق کا شکار ہو گئے) اتنے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اپنے ہاتھوں سے زور زور سے حرکت دینا شروع ہو گئے حتی کہ بدن سارا مرغ بسمل کی طرح حرکت میں آگیا۔ اپنے ہاتھوں کو کھینچتے ہوئے تخت کے اوپر زور زور سے مارنے لگے (اس وجد و حال کی کیفیت کو دیکھ کر) حضرت ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے "اس وقت یہ حالت آپ کی سب حالتوں سے بہتر حالت ہے۔ اپنی حرکت کو کم اور ضبط کیجیے!" آپؓ نے فرمایا: چپ کرو! ہر شریف النفس شخص کو وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔"
اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بعض سفروں میں "رباح معترف" کو فرماتے یہ شعر پڑھ:

اَتَعْرِفُ رَسْمًا کَا لطِّرَازِ الْمُذَهَّبِ
بِعَمْرَةٍ قَفْراً غَيْرَ مَوْقِفِ رَاكِبِ

یعنی کیا تو نے مٹے ہوئے نشانات کو پہچانتا ہے جو سونے کے تار سے کی ہوئی کڑھائی کی طرح چمک رہا ہے۔ جو مقام عمرہ کے ایسے چٹیل میدان میں واقع ہیں جہاں کوئی سوار ٹھہرتا نہیں ہے۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف توجہ کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے تو نے تو مجھ پر وجد کی کیفیت طاری کر دی۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ "زہ" کہتے تو مجھے یہ زیادہ اچھا لگتا۔ آپ نے فرمایا "زہ" کا معنی کیا ہے؟ اس نے کہا جناب یہ کسریٰ کے بادشاہ کا کلمہ ہے۔ جب وہ اسے کہتا ہے تو جس کے لیے کہا جاتا ہے اسے چار ہزار درہم عنایت کیے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تو چاہتا تو میں بھی تیرے لیے یہ کلمہ کہ دیتا

ہوں لیکن چار ہزار درہم مسلمانوں کے مال سے میرے لیے دینا ناجائز ہے۔" اس نے کہا: "جناب کچھ تو مال آپ کی ملکیت میں ہوگا" چنانچہ آپ نے اسے اپنے ذاتی مال سے چار سو درہم عنایت فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: "آپ نے اس گویے کو کیوں مال دیا؟" آپ نے فرمایا: "اس کی جادو بھری آواز نے مجھے دھوکے میں رکھا۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اچھی آواز اور خوبصورت شکل میں بھیجا" حکایت کی گئی ہے "اہل رہبانیت کو نغمات اور دل سوز خوبصورت آوازیں عطا کی گئی تھیں۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی جلالت و کبریائی بیان کرتے ان کی شب و روز کی زندگی، خوف خدا میں نادم ہو کر گذشتہ خطاؤں پر گریہ زاری کرتے اور عطاء الٰہی کے شوق میں جنت کی نعمتوں کو یاد کرتے گزرتی۔"

جناب اسحٰق موصلی سے پوچھا گیا: "بنو مروان کے لوگ لہو ولعب میں کس حد تک مشغول ہیں؟" حضرت اسحٰق نے کہا: "جناب حضرت معاویہ، عبدالملک، ولید، سلیمان، ھشام اور مروان انکے اور گویوں کے درمیان پردے پڑے رہتے ہیں تاکہ غناء کی لذت کی وجہ سے ان حکمرانوں کی وجدانی کیفیت ظاہر نہ ہو لیکن پس پردہ وہ غناء سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ حالت غیر پر رہنے والا یزید ابن عبدالملک کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ پھر حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا عمر ابن عبدالعزیز کو جب سے منصب خلافت سونپا گیا غناء وغیرہ سے ان کے کان محفوظ ہیں اگرچہ وہ اس سے قبل اپنی لونڈیوں سے "سماع" کراتے تھے۔ آپ سے یزید الناقص کے بارے پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے کوئی خبر نہیں پہنچی کہ اس نے کبھی غنا سنا ہو وہ تالہ کو ظاہر کرتا تھا۔

یہاں تک علامہ زمخشری کی کتاب ربیع الابرار کے گیارویں باب سے مواد لیا گیا ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ اپنی کتاب "شجون المشجون" میں رقمطراز ہیں: "جب لذت بخش غزل کا ذکر ہو تو اس کا نفس و جان میں اثر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ نظر

و بصارت میں اچھی صورتوں کا اثر رونما ہوتا ہے۔" شیخ امام شہاب الدین احمد ابن غانم المقدسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "حل الرموز و مفتاح الکنوز" میں (سوال و جواب کے انداز پر) فرماتے ہیں:

"سماع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟"

"(جواب سے پہلے تمہیداً) یہ سمجھ لیجیے!" کہ سماع کو اچھی آوازوں اور خوش کن نغموں سے تعبیر کرتے ہیں جس کے ذریعے موزون کلام سمجھا جاتا ہے" (اب جواب سنیئے!) سماع میں وصف عام اچھی آواز اور ستھر النغمہ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مفہوم جیسا کہ اشعار سمجھ میں آتے ہیں۔

۲۔ غیر مفہوم (جو راگ سمجھ میں نہیں آتے)

جیسے جمادات سے نکلنے والی آوازیں مثلاً شبابہ (بانسری وغیرہ) اور اس کے علاوہ پرندوں کی خوش کن آوازیں اور آواز کے ستھرا اور خوش کن ہونے پر حرمت کا قائل کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک آواز ہے مگر شرع شریف نے جس کے سننے میں حرمت کا حکم لگایا ہے جیسے اوتار (سارنگی وغیرہ) اور ملاھی" غور کیجیے! علامہ مقدسی علیہ الرحمہ نے "ملاھی" کا عطف "اوتار" پر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اوتار سے (مطلقاً اوتار نہیں بلکہ) اوتار ملہیہ یعنی لہو و لعب پر مشتمل اوتار مراد ہیں البتہ موزون شعروں کے ساتھ اچھی آواز کو سننا جو سمجھ میں آ جائیں۔ یہی اشعار تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہایت خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں اخبار و آثار کی صحت حد تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

"چنانچہ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد نبوی شریف میں منبر بچھایا گیا جس پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخریہ اشعار پڑھنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا دے رہے تھے: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ وَفَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ "بے شک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس جبریل امین کے ساتھ مدد

فرمائے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے رجزیہ اور دفائی اشعار پڑھ رہا ہے۔" (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: "حضور ﷺ کے صحابہ شعر پڑھتے تو آپ ﷺ مسکرا دیتے تھے۔" اسی واسطے کسی فصیح کا شعر آپ کے سامنے پڑھا جاتا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کے سامنے فصیح اللسان "امیہ ابن ابوالصلت" کے سو (۱۰۰) اشعار پڑھ دیے گئے اور آپ ﷺ حضرت شرید کو ہر بار یہی فرماتے "هِيهِ هِيهِ" یعنی اس کا ایک اور شعر سناؤ، ایک اور شعر سناؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر یہ شاعر اپنے شعر کے ایمان پر ہوتا تو یقیناً مسلمان ہوتا۔ (مسلم شریف)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ "حضور ﷺ کے لیے سفر میں ایک حدی خوانی کرنے والے تھے جن کا نام انجشہ تھا انتہائی خوبصورت آواز والے تھے اور حضرت انجشہ رضی اللہ تعالیٰ وہ عورتوں کے لیے حدی خوانی کرتے تھے اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں کے لیے حدی خوانی کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت انجشہ کو فرمایا: اے انجشہ! "کانچ کی شیشیوں کو کیسے چلا رہا ہے۔" (متفق علیہ)

بتائیے! کیا خوش آواز موزون شعر کے ساتھ سنانا ناجائز و حرام ہے؟

جبکہ یہ خوش کن آوازیں مذکورہ دلائل کی روشنی میں بری اور خبیث نہیں ہے اور یہ جواز نص اور قیاس سے ثابت ہے۔ باقی رہا دف بجانا، رقص کرنا تو اس کے بارے وہ نصوص جن میں عیدوں، شادیوں، گمشدہ کے آنے پر، ولیمہ عقیقہ اور ایسے ہی پر مسرت مواقع پر فرحت و خوشی کے لیے دف بجانا اور رقص کرنے کی رخصت آئی ہے یہ دلائل ان کی اباحت کے لیے کافی ہیں۔ اگر یہ جواز نص سے ثابت نہ ہوتا تو مدینہ منورہ والے رسول اکرم ﷺ کی آمد پہ دف بجا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق و مستی میں جھوم جھوم کر یہ اشعار نہ پڑھتے۔ (حالانکہ وہ جھوم جھوم کر پڑھ رہے تھے)۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعٰى لِلّٰهِ دَاعٍ

یعنی وداع کرنے والی گھاٹی کی طرف سے ہم پر بدر کامل طلوع ہوا۔

ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہو گیا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بلاتا رہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی آمد پر خوشی کا اظہار کرنے والوں کے لیے اس طریقہ کو مباح رکھا، اسی وجہ سے وہ حدیث جسے امام بخاری و مسلم نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے گھر حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس آئے۔آپ کے پاس اس وقت دو بچیاں ایام منیٰ میں دف بجا رہی تھیں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر کے ایک کنارے میں چادر اوڑھے آرام فرما تھے۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھا ام المومنین ؓ کے قریب آکر بچیوں کو جھڑکیاں دینا شروع ہو گئے۔اتنے میں حضور نے اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: اے ابوبکر!"ان دونوں کو چھوڑ دے کیونکہ یہ ایام عید ہیں۔" اور دوسری حدیث شریف میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میرے پاس دو لڑکیاں جنگ "بغاث" کے گیت گا رہی تھیں۔حضور اکرم ﷺ اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف کر کے بستر پر آرام فرما رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے انہوں نے مجھے جھڑکا اور فرمایا "رسول اللہ ﷺ کا گھر اور یہ شیطانی مزمار"۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا"ان کو چھوڑ دو" جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ ذرا مجھ سے ہٹی تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو آنکھ کے اشارہ سے کھسک جانے کا کہا وہ دونوں نکل گئیں اور"یہ دن عید کا تھا" جس میں حبشی ڈھال اور دیگر آلات جنگ کے ساتھ کھیلتے کودتے تھے۔میں نے حضور ﷺ کو عرض کی یا

آپ نے خود ہی مجھے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا فرمایا کہ میرے رخسار آپ کے رخسار انور کے قریب ہو گئے (اور میرے لئے بہترین پردہ بن گیا) آپ حبشیوں کو فرمار ہے تھے کہ "رقص کیے جاؤ" جب مجھے تھکاوٹ سی ہونے لگی تو آپ نے ارشاد فرمایا "کافی ہے؟" میں نے عرض کی جی ہاں! آپ نے ارشاد فرمایا: "ٹھیک ہے جاؤ۔" [1]

---

[1] میرے جد امجد حضور خواجہ عالم پیر نور محمد فنائی الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث مبارک کے تحت کتاب لاجواب "تحقیق الوجد" میں یوں رقمطراز ہیں:

اس حدیث شریف کے تحت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "الاول اللعب ولا یخفی عادۃ الحبشۃ فی الرقص واللعب" یعنی پہلی رخصت اس حدیث سے یہ نکلی کہ کھیل کبھی کبھی اگر جی بہلانے کو دیکھا جائے تو منع نہیں اور حبشیوں کی عادت رقص اور کھیل میں پوشیدہ نہیں اس سے ثابت ہوا کہ وہ جنگی کرتب یا کھیل جو کچھ بھی تھا رقص کی صورت میں تھا۔ جس میں ہر قسم کی حرکات پائی جاتی ہیں۔ خود لفظ لعب یعنی کھیل اس پر شاہد ہے کہ حرکات رقص میں حبشیوں کو کسی قسم کی پابندی اور تحدی نہ تھی "الثانی فعل ذلک فی المسجد" امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دوسری رخصت اس میں یہ نکلی کہ یہ کام مسجد میں کیا۔ تیسرا یہ کہ حکم فرمایا: "دونکم یا بنی ارفدۃ" "یعنی رقص کیے جاؤ" اور یہ رقص کے لیے امر ہے اور امر رسول ﷺ کا قبیح امر پر معاذ اللہ ہونا ناممکن ہے اور پھر آپ کا دیر تک کھڑے ہو کر رقص دیکھنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی دکھانا بلکہ خود ہی فرمایا کہ "اتشتھین ان تنظری" کیا تو چاہتی ہے کہ دیکھے یہ سب باتیں لکھ کر امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "فھذا المقاییس والنصوص تدل علی اباحۃ الغناء و الرقص" (یعنی یہ سب اقتباسات اور نصوص راگ و رقص کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ صفحہ ۲۴۶ میں لکھتے ہیں: "ولو کان ذلک حراما لما نظرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا الی الحبشۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی اگر رقص حرام ہوتا ہے تو آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حبشیوں کا رقص نہ دکھاتے۔

"وفی روایہ انہ قال لعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتحبین ان تنظری الی زفن الحبشۃ والزفن والحجل ھو الرقص" یعنی ایک اور روایت میں ہے حضور ﷺ نے ام المومنین ؓ سے فرمایا کیا تو چاہتی ہے کہ حبشیوں کا ناچ دیکھے اور زفن اور حجل رقص کو کہتے ہیں" فرماتے ہیں کیا وجہ ہے کہ صاحب دین لوگ بھی رقص کا انکار کرتے ہیں پھر جواب دیتے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر پرہیزگار نہیں جبکہ خود حضور ﷺ نے حبشیوں کا رقص دیکھا۔ (ماخوذ از کتاب لاجواب تحقیق الوجد مصنفہ خواجہ عالم پیر نور محمد فنائی الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص ۲۸، ۲۷، مطبوعہ تنظیم علماء مرتضائیہ عثمان گنج لاہور، ۱۴۱۷ھ)

چنانچہ ان احادیث مبارکہ کی اس بات کے درست ہونے پر صریح نص ہے کہ ”غنا اور لعب“ حرام نہیں ہیں اور اس بارے کثیر رخصت موجود ہے۔ مثلاً کھیلنا، کودنا اور اس کا مسجد میں مباح ہونا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور ﷺ کا کھڑا ہونا اگرچہ آپ چھوٹی عمر میں ہی تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس سے انکار کرنا اور لڑکیوں کو جھڑکنا اور حضور کا منع فرمانا اور دف کی آواز کا سننا اور دونوں لڑکیوں کی آواز کا سننا (یہ سب رخصت کے ہی دلائل ہیں)۔

”بانسری کی آواز سننے کا مسئلہ“

چنانچہ سماع کو حرام کہنے والوں کا استدلال حضرت نافع کی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی حدیث شریف سے ہے کہ ”جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور راستہ سے ہٹ گئے۔ آپ مسلسل یہی فرماتے رہے: ”اے نافع! کیا آواز آرہی ہے۔“ بالآخر آواز تھم گئی ”میں نے عرض کی نہیں۔“ پھر آپ نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکال کر فرمایا: ”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا اور آپ نے بانسری کی آواز سنی اور ایسا ہی عمل فرمایا تھا۔“

اس حدیث شریف میں بانسری کی آواز کے حرام ہونے پر قطعاً کوئی دلیل نہیں بلکہ اس میں تو سماع بانسری کے مباح ہونے پر قوی دلیل موجود ہے کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نافع کو اس آواز سے کانوں کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ بانسری بجانے والے کے فعل پر کوئی انکار کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کسی برائی کے پاس سے گزریں اور اس پر انکار یا اس کو باطل قرار نہ دیں کیونکہ حلال و حرام کو تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وجہ سے ہی پہچانا جاسکتا ہے اگر یہ عمل حرام ہوتا تو صحابہ کرام اس کی حرمت کی خبر ضرور دیتے۔

احتمال اوّل

اور رہا یہ مسئلہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کان مبارک کو اس لیے بند فرمایا کہ آپ ایسے سالک ہیں جو کمالِ حال اور فضیلتِ حال میں سب سے زیادہ اتم و اکمل ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اکثر احوال میں اس کا چھوڑ دینا بلکہ اسی قسم کے دنیا کے اکثر مباحات کو حضور کے لیے چھوڑنا ہی بہتر تھا۔

احتمالِ دوم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں مستغرق رہتا ہے اور ذکر الٰہی سے کبھی خالی نہیں ہوتا اور بانسری، باجے کی آواز کے ساتھ مشغول ہونے کی صورت میں شاید اس عمدہ حالت کو چھوڑ کر آپ کا قلب اطہر بانسری کی آواز میں مشغول ہو جاتا۔ کیونکہ آواز کا اثر دل میں اترتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوجہم کا کپڑا اتروا یا دیا۔ کیونکہ وہ کپڑا ان کی نماز کی حالت اور وقت سے بے رغبتی پر دلالت کر رہا تھا۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس حدیث شریف میں کپڑے کے نشانات کی حرمت پر دلیل ہے بلکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابوجہم کا دل کپڑے سے مشغول ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اتارنے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کانوں کو بند فرمایا۔“

مانعین سماع کا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول:

”اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ“

”غناء دل میں نفاق اگاتا ہے۔“

اور حضرت فضیل علیہ الرحمہ کے قول:

"اَلْغِنَاءُ رُقْیَۃُ الزِّنَا"

"غناء زنا کا منتر ہے۔"

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان:

"ما رفع احد صوته بغناء الابعث الله تعالیٰ شيطانين على منكبيه يضربان اعقابهما على صدره حتى يمسك"

"کوئی بھی شخص جب گانے میں اپنی آواز کو اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کندھوں پر دو شیطان مسلط فرما دیتا ہے جو گانے والے کے سینہ کو (طبلہ بنا کر) اپنی ایڑیوں کے ذریعے اس کے گانا ختم کرنے تک کوٹتے رہتے ہیں۔"

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:

"منذ اسلمت ما تغنيت و ما تمنيت ولا لمست ذكري بيميني منذ بايعت رسول الله ﷺ"

"جب سے میں نے اسلام قبول کیا نہ کبھی گانا گایا اور نہ ہی اس کی تمنا کی، اور میں نے جب سے رسول اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ کبھی داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔"

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی ہے:

"اول من ناح و اول من تغنى ابليس لعنة الله تعالیٰ"

(سب سے پہلے نوحہ کرنے والا اور گانا گانے والا ابلیس لعین ہے)

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ

سٰمِدُوْنَ﴿۶۱﴾ (النجم:۵۹-۶۱)

''کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو روتے نہیں اور تم غافل ہو۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ھو الغناء بلغة حمیر" یعنی "سامدون" سے مراد قبیلہ "حمیر" کی لغت کے مطابق "غناء" ہے۔

ان نصوص کی وجہ سے اگر ہم حرمت کا حکم لگائیں تو مذکورہ بالا آیت کریمہ کی رو سے ہنسنا بھی حرام ہوگا اور نہ رونا بھی حرام ہوگا۔

''اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث شریف پیش کی گئی ہے اس کے مطابق شرمگاہ کو دائیں ہاتھ کے ساتھ چھونا بھی حرام ہوگا۔''

''لہٰذا ان تمام احادیث مبارکہ میں اگر ہم حرمت کو مطلق کہیں تو ان احادیث سے لازم آئے گا کہ معاذ اللہ حضور اکرم ﷺ نے حرام کام کیا یا حرام کام کرنے کا حکم دیا اور جس نے بھی اپنے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے ایسا برا گمان کیا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ حالانکہ خود حضور اکرم ﷺ کے گھر مبارک میں غناء کرنے اور آپ کی موجودگی میں دف بجانے، مسجد میں حبشیوں کے رقص کرنے اور خوبصورت آوازوں سے آپ کے سامنے شعر پڑھنے کے بارے نصوص ثابت ہیں۔ لہٰذا اس کی روشنی میں ہمیں غناء کرنے اور اسے سننے کے بارے مطلقاً حرام کہہ دینا ناجائز ہے اور نہ ہی اسے مطلق مباح رکھا جائے گا بلکہ غناء احوال و اشخاص کے مختلف ہونے سے بدل جاتا ہے یعنی کبھی مجلس میں ریاکار قسم کے لوگ ہجوم ڈالے ہوتے ہیں اور کبھی مخلصین عشاق کا جم غفیر ہوتا ہے۔'' (یہ ہے افراط و تفریط سے پاک نظریہ)۔

سماع کے بارے میں فیصلہ کن قول:

گذشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ سماع تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱) حرام (۲) مباح (۳) مندوب

(۱) حرام

یہ سماع اکثر نوجوانوں اور شہواتِ نفسانیہ کے ماروں، دنیا کی محبت میں سرگرداں اور بدباطنوں سے رونما ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے دلی ارادے برے ہوتے ہیں اور سماع سے مزید شہواتِ نفسانیہ کے پاپی بن جاتے ہیں۔ ان کا دل دماغ ہر وقت بری صفات اور گندے خیالوں کی لپیٹ میں رہتا ہے۔ خصوصاً ہمارے زمانہ میں کہ جس میں ہمارے قلبی حالات دگرگوں اور اعمال کا فساد عروج پر ہے، یہ کام خالصۃً حرام ہے۔"

(۲) مباح

وہ شخص جس کا سماع سے صرف اچھی آواز کا حصول مقصود ہو اور محض دل لگی کے لیے یا اس سماع سے کسی غائب یا فوت شدگان کی یاد تازہ ہو جائے چنانچہ وہ سماع کے ذریعے اپنے غم کو دور کرتا ہے اور راحتِ قلبی حاصل کرتا ہے۔"

یہ قسم مباح ہے۔

(۳) مندوب

اس شخص کا سماع جس پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق اس طرح غالب ہو کہ سماع سے صرف اور صرف صفاتِ محمودہ میں اضافہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف شوق دگنا ہو، احوال شریفہ و مقاماتِ رفیعہ، عالی مرتبہ کرامات و ربانی عنایات کا طلبگار بن جائے لہٰذا جو سماع سننے کے لیے ایسی بے تاب کیفیت میں مبتلا ہو تو اس پروانے کے لیے یہ "سماع" مندوب ہے۔

اس تیسری قسم کا سماع ہی ہر زمانہ میں سچے مخلص صوفیہ کا ہوتا ہے اور یہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک پائے جاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و احوال کو محفوظ فرمائے۔ اگرچہ ان "صوفیہ حق" کی سی وضع قطع اور ان کا لبادہ اوڑھے ہوئے کئی نام نہاد صوفی "معرفت سلوک" کا

دعویٰ کیسے ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ راہِ سلوک سے خارج اور اس دعویٰ میں کاذب ہیں "صوفیہ حق" پر عیب و داغ بننے والے یہی "صوفیہ باطل" ہیں۔ اسی طرح کامل اور عالم باعمل "فقہاء کرام" کا لباس ایسی قوم نے چڑھالیا ہے۔ جنہیں لباس دھارنے کا سلیقہ ہے نہ ان جیسی پرمغز گفتگو کا ڈھنگ اور یہ "نالائق" ان کاملین پر عیب و داغ بنے ہوئے ہیں۔"

لہٰذا جس طرح "نالائق فقہاء کا طبقہ فقہاء کاملین کے مقام و مرتبہ کو علماء حق میں کم نہیں کر سکتا ہے اسی طرح یہ "صوفیہ باطل" "صوفیہ حق" کے مقام میں نقص و سقم پیدا کر کے مومنین کے اندر انکے مرتبہ کو عیب دار نہیں کر سکتے اور یہ بات ہمیشہ سے چلی آرہی ہے کہ لوگوں کے طبقات میں سے دینی یا دنیوی منصب رکھنے والا ہر گروہ جیسا کہ ائمہ مساجد، مؤذن، خطیب حضرات اور قاضی، امیر، بادشاہ، وزیر (اور دیگر اہلِ قیادت حضرات) ان میں سے کوئی نیک ہے اور کوئی بد، کوئی کمال والا ہے اور کوئی مرتبہ عروج سے گرا ہوا۔ یہ بات تو ہر زمانہ سے پائی جاتی ہے (کہ ہر طبقہ میں دو قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں) جس مقام پر بھی کسی عہدہ اور منصب کی مذمت آئی ہو اس سے مراد اس طبقے کے کرپٹ اور غلط لوگوں کی مذمت ہی ہوتی ہے جیسا کہ اگر کسی مقام پر کسی عہدہ کی مدح و تعریف کی جائے تو اس سے مراد اس طبقے کے درست کردار اور اچھے لوگ ہی ہوتے ہیں۔"

جب تجھ پر اس حقیقت کا پردہ اٹھ گیا تو یہ راز بھی تجھ پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ "فقہاء کرام کا متصوفہ (صوفیہ باطل) کے بارے جو کلام واقع ہوا اور جو ان کی بداعمالیاں بیان ہوئی ہیں۔ اس تیر اندازی سے صرف برے صوفیوں کو نشانہ بنانا مقصود ہے بس! کیونکہ فقہاء کرام جب صوفیہ کا رد کر رہے ہوں تو ان کی عبارتوں میں ایسے قرائن موجود ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ کو رد کی زد سے نکال دیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال دیکھیے! علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ "عینی شرح کنز" میں صاحب کنزالدقائق کے "کتاب الکراھیۃ" میں آپ کے قول "و کرہ

کل لھو" کے تحت فرماتے ہیں: "رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کل لعب ابن ادم حرام الاثلاثة ملاعبة الرجل اھله و تادیبه لفرسه ومناصلته لقوسه"

"ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) گھوڑ دوڑ (۳) تیر اندازی۔"

یہ حدیث شریف اس رقص کے حرام ہونے میں روز روشن کی طرح عیاں ہے جس کا نام آج کل کے نام نہاد صوفی "الوقت اور سماع الطیب" رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس سماع میں فسق کی علامات اور آخرت میں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہونا ہوتا ہے۔"

اس عبارت کی بھی مراد سمجھیے اور مطلق نہ چھوڑیے کیونکہ علامہ عینی کا "المتصوفہ" (نام نہاد صوفی) کہنا اور "الصوفیہ" (صوفیہ حق) نہ کہنا اس امر پر واضح دلیل ہے (کہ سماعِ حق کا نہ رقص حرام نہ وجد و حال حرام)۔

سماع کرنے والوں کے بارے میں کہنا کہ میں نے انہیں اسی طرح پایا کہ وہ (محفلِ رقص کا نام) "الوقت اور سماع الطیب" کی محفل قرار دیتے ہیں اور یہ لوگ اپنی محفل میں فسق پیدا کرنے والے، مرتبہ کمال سے گرے ہوئے اور فساد برپا کرنے والے ہیں۔ حالانکہ یہ سب امور شریعت مطہرہ میں حرام ہیں (یاد رکھیے!) ان حضرات کی طرف حرام کی نسبت کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ آپ "صوفیہ حق" کے بارے مفسد اور مصلح کو نہیں پرکھ سکتے۔ (یہ تو ایک سر اور راز ہوتا ہے جس کے بارے فتویٰ جاری نہ کرنا بلکہ حکم ربانی پہ اعتقاد رکھ اور کہہ) "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ" (البقرہ: ۲۲۰) اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والے سے فساد کرنے والے کو جانتا ہے۔

"فقہاء کرام" کا امور فاسدہ کو بیان کرنے کا انداز

"فقہاء کرام کا اپنی کتب میں ہمیشہ کلام اور جرح، امور فاسدہ و مقاصد سیئہ کے رد میں رہا

ہے اس میں وہ کسی ایک شخص یا کسی ایک گروہ کا لحاظ کیے بغیر حکم بیان فرماتے ہیں (بلکہ وہ حکم کو عام بیان کرتے ہیں) تاکہ تمام مومنین کی اصلاح کی جاسکے اور انہیں مقام تہمت سے بچایا جاسکے۔"

"لہٰذا اے مخاطب! علم فقہ کو ایسے نہ سمجھ لینا جیسا آج کل کے نام نہاد فقہاء اور عوام سمجھے بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے نصوص کو اس کے محل اور صحیح مفہوم سے ہٹا کر اپنی من گھڑت سوچ پر ڈھال لیا ہے۔ فقہاء کی تحذیرات اور منع کرنے والی عبارات سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا وقوع بھی حقیقتہً ہو جائے اور متقدمین و متاخرین فقہاء کرام اور درجہ کمال پر فائز علماء عظام کے بارے میں یہ گمان کیسے کیا جاسکتا ہے کہ وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی ایک کو معین کرکے اور عمومی حکم کو چھوڑ کر بدگمانی کا دھبہ اپنے سر لیتے ہوں اور ایسی تحذیرات میں تنبیہ کرنا تو ایک معقول عذر ہے کیونکہ زمانہ اکثر حالت فساد کی گردش میں ہوتا ہے۔ اگرچہ کسی ایک کو معین کرکے فسادی نہیں کہہ سکتے۔ جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ملے۔ (ہاں!) دلیل شرعی سے کسی شخص کو معین کرکے کلام و جرح کرنا نہایت مشکل کام ہے۔"

"ایسی اصل پر ان تمام تحذیرات و تنبیہات کا مدار ہے جسے علماء کرام نے بڑی شد و مد سے اپنی کتب و تصنیفات میں ذکر کیا" جیسا کہ صاحب "قاری الہدایہ" حنفی اپنی کتاب "جامع الفتاوی" میں فرماتے ہیں:

"صوفیہ کو آواز اونچی کرنے، کپڑوں کو پھاڑنے اور ذکر قرآن مجید کے وقت تواجد سے روکنا ضروری ہے اور ایسے کام کرنے سے ان کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور صوفیہ سے مراد وہ "ملنگ" ہیں جو گھٹیا قسم کے کپڑوں میں ملبوس اور لہو و مستی میں بھنگڑے ڈال کر مست رہتے ہیں اور اپنے حق میں بڑے بڑے مرتبہ کے حصول کا دعویٰ کرتے ہیں "جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ گھڑتے ہیں یا واقعۃً پاگل ہیں۔" (اور دعویٰ ان سے سنیے تو کہتے ہیں) نبی

اکرم ﷺ کی طرف سے اس بارے میں کوئی ممانعت آئی ہے نہ ان کا یہ کام شریعت مطہرہ کے خلاف ہے حالانکہ (ہم اگر ان کے ظاہر کو ہی دیکھیں تو) نبی اکرم ﷺ نے شہرت و ریاء والے دو لباسوں سے منع فرمایا ہے "ایک زرق برق" فخریہ لباس اور دوسرا حقارت والے "گھٹیا لباس ہے۔"

لہٰذا یہ لوگ اگر سیدھے راستے سے پھسلتے ہیں تو ان کو اپنے علاقوں سے پھسلا دینا چاہیے تاکہ ان کے شر سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں کیونکہ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا خلق خدا کو بچانے میں زیادہ مؤثر طریقہ اور دیانت شرعیہ میں سودمند راہ ہے اور ویسے بھی خبیث کو طیب سے جدا کرنا ایک بہترین عمل ہے۔

صاحب جامع الفتاویٰ کا کلام مکمل ہوا۔

اس کلام میں بھی اگر غور سے کام لیا جائے تو یہ بھی مطلقاً جہلاء اور "صوفیہ باطل" کی ہی قسم فاسد کا بیان ہے اس میں کسی ایک کو معین کر کے جرح نہیں کی گئی لہٰذا ہمیں کسی ایک کے بارے تعین کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے بارے مطلع فرما دے جبکہ ہماری گفتگو خالصۃً جہلاء کے رد میں ہے۔ وجد صحیح اور ذوقِ رجیح والے "صوفیہ حق" کو اس قسم میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟ کسی ذی شعور پر "منکے" اور "قیمتی موتی" اور غلامی و آزادی کے درمیان فرق پنہاں نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ "عینی شرح کنز" کتاب الشھادت میں رقمطراز ہیں: "اگر غناء خود کو سنانے کے لیے ہو تاکہ وہ اپنے سے وحشت کو دور کرے لیکن کسی دوسرے کو نہ سنائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور صحیح مذہب کے مطابق اس کی عدالت ساقط نہیں ہو گی اور اگر وہ ایسے اشعار پڑھتا ہے جو نصیحت و حکمت سے لبریز ہوں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر اس میں کسی معین عورت کا ذکر ہے اور وہ عورت فوت ہو گئی ہے یا کسی غیر معین عورت کا ذکر ہے تو ان

دونوں صورتوں میں کوئی حرج نہیں اور اگر عورت معین ہے اور زندہ ہے تو ایسے کا ذکر مکروہ ہے اور مشائخ میں سے بعض نے شادی بیاہ میں غناء کو جائز قرار دیا ہے۔ کیا آپ کے سامنے یہ مسئلہ نہیں ہے کہ دف کو اعلان نکاح کے لیے بجانے میں کوئی حرج نہیں اور بعض مشائخ وہ ہیں جنہوں نے کہا کہ جب کوئی شخص غناء کو عمدہ نظموں سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اور اس کے ذریعے فصیح اللسان ہونے کی تمنا رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض مشائخ نے سماع کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے سماع کو مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔"

علامہ عینی کا کلام مکمل ہوا۔

امام شیخ شہاب الدین الحدیدی علیہ الرحمہ کی "مسئلہ سماع" میں ایک مستقل تصنیف ہے جس کا معارضہ شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "کف الرعاع" میں کیا اور شیخ الحدیدی کی وہ تمام روایات جو انہوں نے صحابہ و تابعین کی نقل کیں اس کا انکار اور ضعف بیان کیا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کی صحت اور حضرت ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کے قول "مَنْ اَنْکَرَ السَّمَاعَ فَقَدْ اَنْکَرَ عَلٰی سَبْعِیْنَ صِدِّیْقًا" یعنی "جس نے سماع کا انکار کیا، تحقیق اس نے ستر صدیقوں پر اعتراض و انکار کیا" کی صحت پر صراحت فرمائی۔ نیز کہا کہ ستر سے مراد (محض ستر صدیق نہیں بلکہ اس میں) کثرت سے کنایہ ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر، حضرت سہروردی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ "یہ منکر سماع یا تو سنن و آثار کا منکر ہے یا پھر اس کی طبیعت بے ذوق ہے۔"(۱)

---

(۱) خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشعار سن کر کیف و سرور میں آنا

میرے جد امجد حضور خواجہ عالم پیر نور محمد نقشبندی مجددی مرتضائی علیہ الرحمہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے سماع اور وجد و حال کے حوالہ سے کتاب "قوت القلوب" کی (حاشیہ جاری)

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) روایت ذکر کر کے اس پر محدثانہ گفتگو رقم فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

"اب ہم کتاب قوت القلوب حضرت ابو طالب مکی جو قریباً قرن ثالث کے علماء سے ہیں اور عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جو اس مسئلہ وجد و حال کے لئے فیصلہ کن ہے حضرت شیخ نے اس کی سند الرجال بطریق محدثین لکھ کر اس روایت کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے اس کا اتصال ثابت کیا ہے۔ اتنے راویوں کا کذب پر جمع ہونا محال عقلی ہے وہ روایت یہ ہے اخبرنا ابوزرعة طاهر عن والده ابی الفضل الحافظ المقدسی قال اخبرنا ابو منصور محمد بن عبد الملك المظفری بسرخس قال اخبرنا ابو علی الفضل بن منصور بن نصر الكاغدی السمرقندی اجازة قال حدثنا الهيثم بن كليب قال اخبرنا ابوبكر عمار بن اسحاق قال ثنا سعيد بن عامر عن شعبة عن عبد العزيز بن صهيب عن انس قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی بعد اتنی سند الرجال بیان کرنے کے حضرت شیخ نے اس روایت کو لکھا اور حضرت انسؓ تک پہنچایا فرمایا حضرت انسؓ نے کہ تھے ہم پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آئے جبرائیل علیہ السلام اور عرض کیا ان فقراء امتك يدخلون الجنة قبل الاغنياء یعنی آپ کی امت کے فقراء اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی میں آ کر فرمایا کہ ہے کوئی تم میں جو شعر پڑھے پس کہا ایک اعرابی نے میں سناتا ہوں پس پڑھے اعرابی نے یہ دو شعر [1]

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِيْ

فَلَا طَبِيْبٌ لَهَا وَلَا رَاقِيْ (حاشیہ جاری)

---

[1] ان اشعار کو صاحب سیر الاولیاء نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: سیر الاولیاء ص ۱۱۵، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) إِلَّا الْحَبِيْبَ الَّذِيْ شَغِفْتُ بِهٖ
فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِيْ وَ تِرْيَاقِيْ

یعنی بہ تحقیق ڈس گیا سانپ عشق کا میرے جگر کو پس نہیں کوئی طبیب اس کے لئے اور نہ دم کرنے والا مگر محبوب جس کا مجھے عشق ہے پس اسی کے پاس ہے منتر میرا اور تریاق میرا فَتَوَاجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَاجَدَ الْاَصْحَابُ مَعَهٗ حَتّٰى سَقَطَ رِدَاءُهٗ پس وجد کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور وجد کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ساتھ آپ کے یہاں تک کہ گری چادر آپ کے کاندھے سے پھر آپ نے اس چادر مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم فرمایا۔ [1] اس حدیث (حاشیہ جاری)

---

[1] حضرت سید علی ابن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "کشف المحجوب" میں رقمطراز ہیں: "اگر کپڑا مغلوبیت کی حالت میں گر پڑا ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اکثر کہتے کہ قوال کو دینا چاہیے کیونکہ اس میں حدیث ہے من قتل قتیلا فله سلبه یعنی اس مقام کے لحاظ سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ "جس نے عاشق کو مقتول محبت سے دو چار کیا تو اس کا لباس اسی کے لیے ہے۔" اگر وہ قوال کو نہ دیں تو شرط طریقت سے باہر ہو جاتے ہیں، ایک اور گروہ کہتا ہے کہ اس میں پیر کو بھی اختیار ہے جیسا کہ مذہب فقہ میں کہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر مقتول کا کپڑا قاتل کو نہیں دیتے یہاں بھی کپڑا بدون حکم پیر کے قوال کو نہ دینا چاہیے۔ لیکن اگر کسی پیر کو نہ دینا چاہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں واللہ اعلم۔"

اور اسی باب میں کچھ پہلے یوں رقمطراز ہیں:

"مجروح کپڑے کی دو شرطیں ہیں: یا تو پھاڑنے کے بعد سئیں اور بعد میں پہن لیں یا پھاڑنے کے بعد درویشوں میں تبرکاً تقسیم کریں۔

لیکن جب درست ہو تو دیکھنا چاہیے کہ کپڑا پھاڑنے سے درویش کی کیا مراد ہے۔ اگر قوال کو دینے کا ارادہ ہو تو اسے ہی دینا چاہیے اور اگر جماعت کو دینا منظور ہو تو اسی کو دینا چاہیے اور اگر اس نے یونہی ڈال دیا تو پیر کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے اور اگر وہ جماعت کو تقسیم کرنے کا حکم دیں تو پھاڑ کر تقسیم کریں یا ایک درویش کو دینا چاہیں دے دیں یا قوال کے حوالے کر دیں اگر قوال کو دینا ہو تو درویش کی مراد اور اتفاق شرط نہیں۔"

(کشف المحجوب اردو، باب: ۲۸، ص: ۶۳۷ مکتبہ شمس و قمر بھاٹی چوک لاہور)

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) شریف کی بابت حضرت مولانا زرادی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرۂ العزیز اپنی کتاب اصول السماع میں رقمطراز ہیں: فَهٰذَا الْاِهْتِزَازُ مُخْتَصٌّ بِاَهْلِ الْكَمَالِ كَمَا اهْتَزَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصَّحَابَةِ عِنْدَ سَمَاعِ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةِ اَیْ قَدْلَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰی كَبِدِیْ) یعنی پس یہ جنبش وجد اہل کمال کے ساتھ خاص ہے جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بمعہ صحابہ کرام اس قصیدہ (قدلسعت) کوسن کر جنبش فرمائی عبارت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ وجد و حال مبتدی کا حصہ نہیں بلکہ اہل کمال کا حصہ ہے جو منتہی ہوں ہاں مبتدی کو بھی وجد ہوتا ہے مگر اس کی نوعیت اور ہے جس کی تفصیل کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں اس روایت کے متعلق صاحب عوارف کے خلجان کا جواب دیتے ہیں فهذا الخبر المسند ينبئى عن هاتين الحالتين وهو الصحيح لا الشبهة فيه اما خلجان صاحب العوارف فيه محمول على قول معاوية و اطلاق التواجد على اللعب (اصول السماع صفحہ ۴۷ تا صفحہ ۴۹) ترجمہ: پس یہ حدیث سند کی گئی خبر دیتی ہے ان دو حالتوں سے اور وہ صحیح ہے اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن تردد صاحب عوارف کا اس میں محمول ہے اوپر قول معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیچ اطلاق کرنے اس کے تواجد کو اوپر لعب کے فخلجانه لايدل على ضعف هذا الخبربل يرجع الى ضعف الحال لان صاحب القوة درج فيه وهو اقرب الى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم واعلم بالسنن والاثار ويعرف بصحة یعنی صاحب عوارف کا خلجان اس حدیث کے ضعف پر دلالت نہیں کرتا بلکہ رجوع کرتا ہے طرف ضعف حال کے کیونکہ صاحب قوۃ القلوب نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور یہ صاحب قوت القلوب نزدیک تر ہے طرف زمانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دانا تر ہے ساتھ صحت (حاشیہ جاری)

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) احادیث کے ختم ہوا کلام صاحب اصول السماع کا (أقول) اسی حدیث میں ذکر ہے کہ جب حلقہ وجد ختم ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے وجد کو لعب پر حمل کیا جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَامُعَاوِيَةُ لَيْسَ بِكَرِيمٍ مَّنْ لَّمْ يَهْتَزَّ عِنْدَ سَمَاعِ ذِكْرِ الْحَبِيْبِ یعنی اے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہے کریم جو نہ جنبش کرے نزدیک سننے ذکر محبوب کے"[1] میں کہتا ہوں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وجد کو لعب پر محمول کرنا کوئی حرج نہیں جبکہ الفاظ والحبشة يلعبون بخاری شریف کی حدیث میں آئے ہیں جو گزر چکی ہے پس سب لعب منع نہیں ہیں ورنہ تمام دنیا ہی حرام و منع ہو جائے گی کہ اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (الحدید: ۲۰) خود قرآن پاک میں آچکا ہے اب سنئے یہ غلجان صاحب عوارف کا بوجوہ ذیل غلط ہے (۱) اگر یہ روایت موضوع یا ضعیف ہوتی تو صاحب قوت القلوب جو قریباً قرن ثالث کے علماء سے ہیں اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج نہ فرماتے (حالانکہ یہ ان محدثین کا دور تھا جس میں حدیث شریف کو نہایت احتیاط سے لیا جاتا تھا۔ ۳۸۶ھ میں آپ کی وفات ہے اور امام نسائی علیہ الرحمہ کا وصال ۳۰۳ھ ہے۔ جو صحاح ستہ کے مصنفین میں سے سب سے آخر میں وصال فرما ہوئے۔ اس قدر ثقہ محدثین کے نقد و جرح کے ماحول میں قریب زمانہ تھا۔ ۱۲ ف) (۲) صاحب عوارف نے اس حدیث کی سند الرجال پر کوئی جرح نہیں فرمائی اور نہ کسی راوی کو ضعیف ثابت کیا۔ (۳) اتنے کثیر معتبر راویوں کے مقابلہ میں جن میں حضرت انسؓ بن مالک صحابی بھی ہیں صاحب عوارف کا غلجان کوئی چیز نہیں۔ (۴) یہ غلجان بلا دلیل ہے لہٰذا غلط ہے۔ (۵) شریعت میں تو ولی کا الہام بھی حجت نہیں غلجان کی کیا حقیقت ہے۔ (۶) یہ اصول علماء کا مسلمہ ہے کہ باب فضائل میں حدیث ضعیف بھی (حاشیہ جاری)

---

[1] عبارات عربیہ کا ترجمہ طریق رامپوری پر فرما کر ان عبارات کی ترکیب نحویہ کو واضح فرمادیا تاکہ عبارت کے سمجھنے میں فنی اعتبار سے کسی قسم کا غلجان نہ رہ جائے۔ ۱۲ ف

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) حجت ہے بفرض محال اگر اس حدیث میں کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کہ یہ حدیث فضائل فقرا میں وارد ہوئی ہے یہ چھ وجوہات فقیر کے دل میں گزرے ہیں جو انشاءاللہ تعالیٰ اس خلجان کے دفاع کے لئے لاجواب ہیں۔ (تحقیق الوجد ص ۴۹ تا ۵۲)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ تفسیر روح البیان میں اذان میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اسم گرامی کے وقت اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر ملنے کے جواز کو حضرت شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کے بیان سے ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یقول الفقیر قد صح عن العلماء تجویز الأخذ بالحدیث الضعیف فی العملیات فیکون الحدیث المذکور غیر مرفوع لایستلزم ترک العمل بمضمونه وقد اصاب القهستانی فی القول باستحبابه و کفانا کلام الامام المکی فی کتابه فانه قد شهد الشیخ السهروردی فی عوارف المعارف بوفورعلمه و کثرة حفظه وقوة حاله و قبل جمیع ماأورده فی کتابه قوت القلوب ولله درارباب الحال فی بیان الحق وترک الجدال۔

فقیر (علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ) کہتا ہے کہ تحقیق علماءِ کرام سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ اعمال میں حدیث ضعیف سے حجت پکڑنا جائز ہے سو ذکر کردہ حدیث کا مرفوع نہ ہونا مضمون حدیث کے عمل کے چھوڑنے کو مستلزم نہیں، امام قہستانی اس عمل کے مستحب ہونے کے قول میں صواب اور درستگی پر ہیں اور ہمیں اس مسئلہ میں امام ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کا وہ کلام جو آپ نے اپنی کتاب (قوت القلوب) میں ذکر فرمایا ہمیں کافی ہے کیونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے "عوارف المعارف" میں آپ کے وفورِ علم، کثرت حفظ اور قوت حالت کی شہادت دی ہے اور آپ کی کتاب "قوت القلوب" میں جو کچھ وارد ہوا اس تمام کو قبول کیا۔ (حاشیہ جاری)

پھراس کے بعد اس منکر پر مناقضہ وار کردیا۔ علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ کے اس رسالہ میں ان کے کلام میں اضطراب بیانی کو دیکھ کر میں نے علامہ الحدیدی علیہ الرحمہ کے رسالہ کو معتمد علیہ مان کر اس سے نقل کیا کیونکہ میں نے امام شعراوی علیہ الرحمہ کو "طبقات کبریٰ" میں امام حدیدی علیہ الرحمہ کا ذکر تعریفی کلمات میں کرتے پایا۔ اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ علامہ ابن حجر کا رد محض تعصب کی بناء پر ہے۔ کسی تحقیق کے دائرے میں نہیں جیسا کہ اکثر متاخرین "فقہاء" کی یہ عادت سی بن گئی ہے اور جب میں نے ابن حجر علیہ الرحمہ کے رسالہ کو ذرا غور سے دیکھا تو محدث محمد ابن طاہر اور محدث ابن حزم کے بارے طعن پایا (تو رونگٹے کھڑے ہو گئے) یہ مخفی نہ رہے کہ میں نے اپنے اس رسالہ میں ان دونوں محدثوں سے اسی واسطے کچھ نقل نہیں کیا تاکہ جہلاء کو طعنہ زنی سے بچایا جاسکے۔ علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں محدث ابن طاہر اور ابن حزم کے ساتھ عدالت خداوندی کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے (اور حساب وہیں ہوگا)۔

اور وہ جو علامہ الحدیدی علیہ الرحمہ کے رسالہ میں ان کا قول ہے کہ "قد روی الغناء و سماعه عن جماعة من الصحابة و من التابعين رضى الله تعالىٰ

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) اللہ اللہ ارباب حال کے بیان حق میں اور جنگ و جدال کو چھوڑنے میں کیا کہنے۔" (روح البیان فی تفسیر القرآن، ج:۷، ص:۲۲۹ تحت الآیۃ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ...... الآیۃ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ کے اس بیان سے صاحب قوت القلوب خواجہ ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کی ثقاہت اور آپ کی کتاب "قوت القلوب" کی صداقت واضح ہوگئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲

حاشیہ ختم ہوا۔ (فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ)

عنہم" یعنی غناء اور سماع کو صحابہ وتابعین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ ہم نے اسے مجمل ذکر کیا تھا۔ اب ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ سماع وغناء کو صحابہ کرام میں سے حضرت عمر ابن خطاب، حضرت عثمان ابن عفان، حضرت ابوعبیدہ ابن جراح، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت ابوسعید عقبہ ابن عمرو انصاری، حضرت بلال، حضرت عبداللہ ابن ارقیر، حضرت اسامہ ابن زید، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت براء ابن مالک، حضرت قرظہ ابن کعب، حضرت معاویہ ابن ابوسفیان، حضرت خوات ابن جبیر، حضرت رباح ابن معترف، حضرت نعمان ابن بشیر، حضرت حسان ابن ثابت، حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کیا اور تابعین میں سے حضرت سعید ابن مسیب، حضرت عبدالرحمن ابن حسان، حضرت شریح القاضی، حضرت عامر شعبی، حضرت عبداللہ ابن محمد ابن ابوعتیق، حضرت عطاء ابن ابی رباح، حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا اور تابعین کے علاوہ حضرت عبدالملک ابن جریج، حضرت محمد ابن علی، حضرت ابراہم ابن سعد ابن ابراہیم الزہری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے روایت کیا اور انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، حضرت سفیان ابن عیینہ، حضرت ابوبکر احمد ابن موسیٰ ابن مجاہد شیخ القرائی اور حضرت حاکم نے ابوعبداللہ ابن ربیع رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔

اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو!

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع

بہرحال حضرت امیرالمومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کے بارے امام زہری علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا کہ: "سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ

حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کے ساتھ حج کے سفر میں تھے ابھی مکہ کے راستے کی جولانیوں میں تھے کہ آرام کے لیے سو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے تنہائی اختیار کی اور رباح معترف کو فرمایا کہ "اے ابوعبدالرحمٰن ہمیں کچھ طرز کے ساتھ کلام ہی سناؤ آپ نصب "راگ" میں بڑی مہارت رکھتے تھے یہ راگ عرب کے ہاں حدی خوانی سے زیادہ مرغوب تھا۔ اس سے قبل کہ رباح ان کو کچھ سناتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں آلیا اور ان دنوں آپ "امیر المومنین" تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ کیا ہے؟" حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف فرمانے لگے: "ہمارے لہو و فرحت میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ہم سے ہمارا سکون نہ ختم کریں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اگر آپ نے شعر پڑھنے ہی ہیں تو ضرار ابن خطاب کے شعر پڑھ لیجیے۔"

امام بیہقی نے کتاب الشہادات اور کتاب الحج میں حضرت خواتؓ ابن جبیر سے وہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت ابوعبیدہ سے ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں حضرت خوات فرماتے ہیں "ایک روز (میں ان حضرات کے ساتھ تھا) غناء کے ساتھ مسلسل اشعار پڑھتا جاتا یہاں تک صبح ہو گئی۔ ابن قتیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت رباح ابن معترف سے مذکورہ روایت کے ہم معنی روایت کرتے ہیں کہ "بیشک رباح ساری رات ان حضرات کے سامنے غناء کے ساتھ اشعار پڑھتے رہے جب صبح کا وقت قریب آپہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ٹھہر جاؤ! اب ذکر الٰہی کا وقت آگیا ہے۔" (سو یہ غناء لہو سے پاک ہو)۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے امام ماوردی نے "الحاوی" میں اور صاحب البیان اور ان کے علاوہ (الرافعی وغیرہ) نے کہا کہ آپ کی دو لونڈیاں تھیں جو آپ

کے لیے غناء کرتی تھیں۔ جب سحری کا وقت ہو جاتا تو آپ یہ کہتے ہوئے انہیں خاموش کرا دیتے کہ "یہ استغفار کا وقت ہے۔"

حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے محدثین بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ کے گھر آئے تو آپ دل سوزی کے ساتھ دھیمے طرز کے ساتھ یہ شعر کہہ رہے تھے:

وَ كَيْفَ ثَوَائِيْ بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا

قَضٰى وَطَرًا مِنْهَا جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ

یعنی جب جمیل ابن معمر مدینہ میں ہی نہ رہا تو اب وہاں میرے رہنے کا کیا لطف۔

(ممکن ہے کہ یہ واقعہ باپ بیٹا دونوں کا ہو جیسا کہ پہلے گزرا۔ (مرتضائی))

امام بغوی علیہ الرحمہ نے اپنی تہذیب میں اور صاحب مہذب اور ان کے علاوہ کئی ایک حضرات نے ذکر کیا ہے کہ "حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آنے کی اجازت لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھیمے دھیمے کچھ شعر طرز سے کہہ رہے تھے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن کو دیکھ کر فرمایا: "اے عبدالرحمٰنؓ! مجھ سے کچھ سماعت کیا؟" آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "ہم اپنے گھروں میں حالتِ تنہائی میں وہی کچھ کہتے ہیں جس طرح (عشقِ حقیقی کی آگ میں عاشق) لوگ کہتے ہیں اور آپ ایک دو بیت زدِ زبان رکھا کرتے تھے۔"

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے حضرت ابن قتیبہ اپنی سند کو

سلیمان ابن یسار تک پہنچا کر روایت کرتے ہیں کہ "سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف کے درمیان غناء کرتے جاتے۔ حضرت سلیمان نے کہا: سبحان اللہ!" آپ حالت احرام میں ہیں یہ کام کیونکر کر رہے ہیں۔" حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تو نے مجھ سے کیا سنا؟ میں نے کہا کلام ہجر "جدائی والا کلام" حضرت ابو سعید عقبہ ابن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلیمان نے خبر دی اور انہوں نے ایسی چیز کو بیان کیا جو صحابہ کو تہمت زدہ نہیں کرسکتی کہ" جناب سلیمان نے حضرت ابو سعید عقبہ ابن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدری صحابی ہیں، کو غناء کرتے ہوئے سنا۔ اس حال میں کہ آپ اپنی سواری پر "امیر لشکر" کی حیثیت سے جارہے تھے۔ آپ نے اپنی آواز میں راگ کو اٹھایا آپ نصب راگ کے ساتھ غنا کر رہے تھے۔

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ وھب ابن کیسان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ تکیہ لگائے غناء کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا آپ (مؤذن رسول ہو کر) ایسا کام کیوں؟ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے" انصار و مہاجرین میں سے کون ہے جسے ہم نے نصب راگ کرتے ہوئے نہ سنا ہو۔"

حضرت عبد اللہ ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عبد اللہ ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے حضرت ابن عبد البر حضرت شعیب ابن ابی حمزہ سے وہ امام زہری سے اور امام بیہقی بھی امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ نے خبر دی کہ اسے اس کے والد صاحب نے بتایا کہ

''انہوں نے حضرت عبداللہ ابن ارقم کو اپنی آواز بلند کر کے غناء کرتے ہوئے سنا۔ حضرت عبداللہ ابن عتبہ فرماتے ہیں قسم بخدا! میں نے جتنے بھی حضرات دیکھے اور جتنوں سے بھی میری ملاقات ہوئی میں نے حضرت عبداللہ ابن ارقم سے بڑھ کر کوئی خدا خوفی کرنے والا شخص نہیں دیکھا اور حضرت عبداللہ ابن ارقم یہ کبار صحابہ میں سے تھے۔ آپؓ فتح مکہ والے سال اسلام لائے، پڑھے لکھے صحابی تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے حضور بھی لکھنے کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں لکھنے کی خدمت سرانجام دیتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی ڈیوٹی بیت المال پر لگا دی تھی۔ کچھ عرصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورۂ خلافت میں بھی لکھنے کی خدمت سرانجام دیتے رہے (بالآخر آپ ضعفِ نظر کے باعث) اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے (آپ کی دلی تمنا کا لحاظ کرتے ہوئے) استعفیٰ قبول کرلیا گیا۔

حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے صحیحین میں ثابت ہے کہ آپ کے پاس راگ کرنے والی لونڈی تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سماع:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے ابن قتیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عبداللہ ابن اسلم اور خالد ابن اسلم کو بلاتے وہ آپ کے لیے غناء کرتے۔

علامہ ابن ابی الدم نے ''الحدی فی شرح الوسیط'' میں کہا ہے کہ علماء نے روایت کیا ہے کہ اشعب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آئے اور ایک شخص نے آ کر حضرت اشعب (کے سامنے تھیلا پھیلا کر کہا کہ) اس میں کھجوریں بھر دیں آپ نے

ایسا ہی کیا، پھر درخواست کی کہ اپنے خادموں کو کہیں کہ وہ میرا سامان اٹھانے میں میری مدد کریں۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے (یہ بھی کر دیتے ہیں)۔ پھر اس نے درخواست کی کہ اس کے لیے محفلِ غناء منعقد کی جائے اور حضرت اشعب خوبصورت آواز والے اور عمدہ غناء کر لیتے تھے۔ آپ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ادب کی وجہ سے رک گئے۔ آپ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے غناس کی اجازت دے دی۔ آپ نے غناء شروع کیا تو غناء کی وجہ سے ان پر وجد طاری ہو گیا۔"

حضرت براء ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت براء ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے حافظ ابونعیم نے بیان کیا کہ "آپ سماع کی طرف مائل اور طرز و ترنم سے لذت حاصل کرتے تھے۔"

حضرت عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کا سماع مشہور و مستفیض ہے۔ آپ کے سماع کو ان تمام فقہاء، حفاظِ ناقدین اور تاریخ کے ماہرین نے نقل فرمایا جن کی اس مسئلہ سماع میں خوب گہری نظر ہے۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں کہا کہ آپ غناء میں کچھ حرج نہ سمجھتے تھے اور استاذ ابومنصور بغدادی نے اپنی سماع کی تالیف میں رقمطراز ہیں کہ "حضرت عبداللہ ابن جعفر اپنی شان بزرگی کے باوجود اپنی لونڈیوں کے لیے نئی نئی دھنیں ایجاد کرتے تھے اور یہ بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کی ہے۔" اور ابن قتیبہ نے "کتاب الرخصۃ" میں کہا کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

"امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ ابن جعفر کے پاس ان کی عیادت کے لیے آئے۔ آپ نے ان کے پاس لونڈی کو پایا جس کی گود میں "سارنگی" تھی

آپ نے دیکھ کر فرمایا:"اے ابن جعفر! یہ کیا ہے؟" حضرت عبداللہ ابن جعفر نے فرمایا:"یہ ایسی لونڈی ہے کہ میں اسے شعر کی رقت اور اتار چڑھاؤ بتاتا ہوں یہ اس میں مزید حسن پیدا کر دیتی ہیں۔آپ نے ایک لونڈی کو کہا چل سنا۔اس نے سارنگی کو حرکت دی اور یہ شعر پڑھے:

أَلَيْسَ عِنْدَكَ شُكْرٌ لِلَّتِيْ جَعَلَتْ
مَا أَبْيَضَ مِنْ قَادِمَاتِ الرَّأْسِ كَالْحُمَمِ
وَجَدَّدَتْ مِنْكَ مَاقَدْ كَانَ أَخْلَقَهُ
طُوْلُ الزَّمَانِ وَ صَرْفُ الدَّهْرِ وَ الْقَدَمِ

ترجمہ: کیا تیرے ہاں اس (خاتون) کا شکریہ ادا کرنے کا کوئی حیلہ نہیں ہے جس نے اپنے سر کے اگلے سفید حصے کو کوئلے کی طرح (تیری خاطر) سیاہ کرلیا۔

اور جس نے تیری خاطر اس شئی کو نیا اور تازہ کرلیا ہے جسے طویل زمانے، وقت کی گردش اور قدموں کے گھسنے نے پرانا کر دیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وجد میں آ کر اپنے پاؤں کو حرکت دینی شروع کر دی (ذرا ہوش آیا تو) حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:"آپ نے اپنے پاؤں کو کیوں حرکت دی!" آپ نے فرمایا:"بیشک ہر شریف النفس کو وجد ہوتا ہے۔" (یہ وہی الفاظ ہیں جو"قوت القلوب" کے حوالہ سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائے تھے،۱۲ اض)

امام ماوردی نے "الحاوی" میں یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات جناب عبداللہؓ ابن جعفر کے پاس اس واسطے آئے کہ آپ غناء کو بہت زیادہ سنتے ہیں اور آپ اس میں ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں۔ان کو اس سے روکتے ہیں، جب وہ دونوں حضرات آپ کے پاس آئے تو گانے والی لونڈیاں

خاموش ہوگئیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان کو حکم دو جو کر رہی تھیں۔ اسی میں مشغول رہیں۔ چنانچہ وہ دوبارہ پھر گانا شروع ہوگئیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وجد ہوگیا۔ آپ نے تخت پر اپنے پاؤں کو زور زور سے پٹخنا شروع کر دیا۔ حضرت عمرو آپ کو کہنے لگے۔ جسے آپ ملامت کرنے آئے تھے اس وقت وہ آپ سے بہتر حالت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عمرو! ''مجھے کچھ نہ کہو، ہر شریف النفس کو وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔''

حضرت زبیر ابن بکار اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ ابن جعفر جمیلہ نامی عورت کے گھر کی طرف غناء سننے کے لیے گئے اس سے قبل جمیلہ نے قسم اٹھا رکھی تھی کہ وہ اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ غناء نہیں سنائے گی۔ (آپ کو اپنے گھر کی طرف آتے دیکھ کر) اس کا ارادہ بنا کر وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور آپ کے پاس حاضر ہو کر غناء سنائے لیکن آپ نے اسے منع فرما دیا (خود اس کے گھر جا کر غناء سنا)۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سماع:

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں حضرت ابو طالب مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ ''سماع غناء'' کرتے تھے۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اپنی کتاب ''اقتناص السوانح'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت وھب ابن کیسان سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو طرز کے ساتھ دھیمے دھیمے کلام پڑھتے سنا'' اور حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ''میں نے مہاجرین میں سے ہر مرد کو طرز کے ساتھ غناء کرتے سنا ہے۔'' امام الحرمین اور ابن ابی الدم نے کہا کہ: مورخین سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کے پاس سارنگی بجانے والی لونڈیاں تھیں۔ ان کے پاس ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے۔ آپ نے سارنگی کو دیکھ کر پوچھا: ''اے صحابی

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا ہے؟" حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے اسے اٹھا کر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ میں تھما دیا۔ آپ نے اسے حیران ہو کر دیکھا اور ٹٹولنے کے بعد فرمایا یہ تو شامی میزان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "(ہاں!) اس سے عقلوں کو تولا جاتا ہے۔"

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے صاحب الاغانی اپنی سند ابو سائب مخزومی وغیرہ تک پہنچا کر روایت کرتے ہیں کہ:

"حضرت نعمان، حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دورِ حکومت میں مدینہ پاک تشریف لائے۔ آپ نے کہا: "قسم بخدا میرے کان غناء سننے کو ترس رہے ہیں۔ مجھے غناء سناؤ۔ آپ سے کہا گیا اگر آپ عزۃ المیلاء نامی عورت کی طرف متوجہ ہوں تو وہ آپ کی طبیعت سے واقف نکلے گی۔ حضرت نعمانؓ نے فرمایا میری اس نیت کے رب کی قسم کہ یہ غناء نفس و جان میں اچھائی ہی کی زیادتی کرے گا آپ خود اس کے پاس چل کر گئے اس نے آنے کی بہ خوشی اجازت دی اور آپ کی مہمان نوازی کرنے کے بعد آپ کی جناب میں معذرت کرتے ہوئے عرض کی "آپ نے مجھے آنے کا حکم کیوں نہ فرما دیا؟" آپ نے اسے فرمایا: "ہمیں کچھ سناؤ۔" اس نے قیس ابن حطیم کا عزہ کی ماں کے بارے شعر کہا وہ شعر یہ ہے:

أَجَدَّ بِعَمْرَةِ عِتْيَا نُهَا
فَتَهْجُرَ أَمْ شَانُهَا شَا نُهَا
وَعَمْرَةُ مِنْ سَرَوَاتِ النِّسَا
ءِ تُفْتَحُ بِالْمِسْكِ أَرْدَا نُهَا

ترجمہ: عمرۃ کی سرکشی کوئی نئی بات تو نہیں۔
لہٰذا یا تو اسے چھوڑ دے یا اسی حال پر رہنے دے۔
عمرۃ تو سرو قد عورتوں میں سے ہے۔
اس کی آستینوں کو کستوری سے کھولا جاتا ہے۔

بقیہ ساتھیوں نے عزہ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ان کی والدہ کا بیان ہے عزہ خاموش ہوگئی۔ حضرت نعمان (وجدانی کیفیت میں) عزہ کو فرمانے لگے۔ شعر کہتی جاؤ! قسم بخدا تو نے اچھی اور ستھری چیز ذکر کی اور تو ہمیشہ اسی کو پڑھتی جا اس نے پھر شعر کہنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ طبیعت بحال ہونے پر وہ تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کو صاحب "العقل" اور "المقنع" کے شارح نے اسی مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں، حضرت ابو الفرج الاصبہانی اپنی سند محرز ابن جعفر تک پہنچاتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کے ختنے کروائے اس خوشی کے موقع پر آپؓ نے کھانا کھلایا۔ اس محفل میں مہاجرین وانصار اور دیگر اہل مدینہ اکٹھے ہوئے تھے، جن میں سے حضرت حسان ابن ثابتؓ بھی موجود تھے۔ اس وقت آپؓ کی بینائی ختم ہوگئی تھی۔ آپؓ کے سامنے دسترخوان لگایا گیا جس پر آپ اور آپؓ کے بیٹے کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ جب آپؓ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؓ کے لیے ایک تکیہ لایا گیا۔ اتنے میں عزۃ المیلاء آپؓ کی طرف متوجہ ہوئی اس کی گود میں بربط رکھ دی گئی۔ اس نے اس کو بجاتے ہوئے شعر کہنا شروع کر دیا۔ جس شعر سے آغاز کیا وہ حضرت حسان ابن ثابتؓ کا شعر تھا۔

فَلَا زَالَ قَصْرٌ بَیْنَ بَصْرِیْ وَ جِلْقٍ
عَلَیْہِ مِنَ الْوِسْمِیِّ جُوْدٌ وَّ وَ ابِلٍ

ترجمہ: میری بصارت کی کمی اور جسم کی لاغری مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔اس پر میری علامتیں ہیں ایک (وصل میں) آنسو بہانا دوسرا (جدائی میں) آنسوؤں کی جھڑی لگانا۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وجد طاری ہوگیا۔اور آپؓ کی آنکھیں رخساروں پر مسلسل آنسو بہانے لگیں۔

حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے ان دونوں حضرات کے "سماع" کا بیان ہم نے حضرت عبداللہ ابن جعفر کے حالات میں ذکر کردیا ہے اور ابن قتیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے یزید سے غنا عود پر سنا تو آپ کو وجد ہوگیا۔اس سے آگے طویل واقعہ ہے اور ابن قتیبہ نے یہ بھی اپنی سند کے ساتھ روایات کیا ہے کہ آپؓ نے "طوفی" گویے کو شادی میں بلایا اس نے دف لے کر یہ شعر کہنا شروع کردیا:

لَنَا الْجَفْنَاتُ الْغُرُّ یَلْمَعْنَ فِی الضُّحٰی
وَأَسْیَا فُنَا یَقْطُفْنَ مِنْ نَّجْدَۃٍ دَمًا

ترجمہ: "ہمارے پاس بہت چمکتے جام کے کاسے ہیں جو سورج کی چلچلاتی دھوپ میں چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں ملک نجد سے چن کر خون گراتی ہیں۔"

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے، حضرت ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ اپنی (مشہور زمانہ) کتاب "قوت القلوب" میں اور شیخ تاج الدین الفزاری علیہ الرحمہ اوران کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اپنی مصنفات میں حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کے "سماعِ

غناء" کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ان اقوال اور سماع کا بیان ہے جن کا ذکر آسانی سے مل سکا، (اگر محنت اور جستجو کرتے تو ہمیں اور بھی بیان مل جاتا)۔

تابعین کرام علیہم الرضوان کا سماع:

حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کا سماع:

البتہ تابعین کا بیان! ان میں سے آپ کے سامنے حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہی کافی ہے۔ جن کو تقویٰ وطہارت میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ جن حضرات نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجودِ باسعود کو تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے آپ کا درجہ جناب اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد رکھا ہے۔ آپ فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں (اس کمالِ درجہ کے ساتھ ساتھ) آپ نے غناء سنا اور اس سے لطف اندوز ہوئے۔

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید ابن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر مکہ کی ایک گلی سے ہوا۔ آپ نے اخضر نامی شخص کو قاضی ابن وائل کے گھر میں غناء کرتے سنا وہ یہ شعر کہہ رہا تھا:

تَضُوْعُ مِسْكًا بَطْنَ نُعْمَانَ إِذْ مَشَتْ

بِهِ زَيْنَبُ فِيْ نِسْوَةٍ خُفْرَاتٍ

ترجمہ: "زینب بنت یوسف گلے لالہ کے باغ کی نشیبی زمین کو کستوری کی خوشبو سے مہکا دیتی ہے جب شرمیلی عورتوں کے ساتھ وہاں سے گزرتی ہے۔"

حضرت سعید ابن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجدانی حالت میں اپنے پاؤں کو حرکت میں لے آئے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں قسم بخدا یہی تو سماع سے لذت حاصل کرنے کا مطلب ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن میسب نے یہ شعر پڑھے:

وَلَسْتُ كَأُخْرَىٰ أَوْسَعَتْ جَيْبَ دِرْعِهَا

وَأَبْدَتْ بُنَيْنَاتٍ لَدَى الْجَمَرَاتِ

وَقَامَتْ تُرَائِيْ يَوْمَ جَمْعٍ فَأَفْتَنَتْ

بِرُؤْيَتِهَا مَنْ رَاحَ مِنْ عَرَفَاتٍ

ترجمہ: میں تو اس دوسری عورت کی طرح نہیں جس نے اپنی قمیض کا گریبان وسیع کر لیا اور جمرات کے پاس اپنے سینے کا بالائی حصہ ظاہر کیا اور مزدلفہ میں اجتماع کے دن اپنے آپ کا دکھاوا کرتی ہوئی کھڑی ہوئی تو عرفات سے جو شخص بھی شام کو لوٹا وہ اس کے دیکھنے کی وجہ فتنہ میں پڑ گیا۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ لوگ اس شعر کو حضرت سعید ابن مسیب اور نمیری کا سمجھتے ہیں۔ نمیری یہ عبداللہ نامی شخص ہیں جن کا تعلق بنی ثقیف سے ہے نہ کہ بنی نمیر سے۔ اور یہ شعر "حجاج بن یوسف" کی بہن زینب کے بارے ہے۔

قاضی شریح کے بارے، قاضی ابو منصور بغدادی اپنی سماع میں لکھی ہوئی کتاب میں قاضی شریح سے نقل کرتے ہیں کہ "قاضی شریح اپنی جلالت اور عظمت کے باوجود نئی نئی دھنیں ایجاد کرتے تھے اور غناء کرنے والی لونڈیوں سے اس کو سنا کرتے تھے۔"

حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عامر شعبی علیہ الرحمہ علم و عمل کے اعتبار سے کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان کے بارے استاذ ابو منصور بیان کرتے ہیں کہ "(حضرت شعبیؒ آوازوں کے راگوں میں بڑی مہارت رکھتے تھے) آپؒ آوازوں کو اس طرح تقسیم کرتے تھے کہ پہلے آواز کو ثقیل اول کی طرف لے جاتے پھر آواز کو ثقیل ثانی کی طرف لے جاتے اور پھر اس کے بعد جو راگوں کے درجے اور مراتب ہیں اس کے مطابق آواز کو ڈھالتے چلے آتے تھے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عبداللہ ابن محمد ابن عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے استاذ ابومنصور بغدادی رقمطراز ہیں کہ: "حضرت عبداللہ فقیہہ اور عبادت گزار تھے۔" اور لونڈیوں کو غناء سکھاتے تھے اور ابن عتیق یعنی حضرت عبداللہ کا سماع بہت مشہور ہے محدثین کا اس روایت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس کو "جید اسناد" سے روایت کیا ہے۔ ابن عتیق فقاہت، عبادت اور ریاضت کے باوجود نہایت خوش طبع اور صاحب ذوق آدمی تھے اور امام بخاری و مسلم علیہما الرحمہ نے اپنی صحیحین میں ان سے روایت لی ہے (جو ان کی ثقاہت پر کھلی دلیل ہے)۔

حضرت عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ" کا شمار بھی کبار تابعین میں سے ہوتا ہے۔ ابومنصور بغدادی ہی بیان کرتے ہیں کہ" آپ اپنے علم، زہد و تقویٰ اور سنن و آثار کی معرفت ہونے کے باوجود آوازوں کو ثقیل اول اور ثقیل اول سے ثقیل ثانی کی طرف لے جاتے پھر اس کے بعد ترتیب سے آواز کو ڈھالتے چلے آتے۔"

ابن ابی قتیبہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء ابن ابی رباح نے اپنے بیٹے کے ختنے کروائے۔ آپ کے پاس ابجر (سارنگی نما آلہ) تھا۔ آپ پہلے غناء کرتے پھر خاموش ہونے کے بعد دوبارہ راگ کرتے تو وہی طرز اس ابجر سارنگی میں دوبارہ آجاتی۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے بارے ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسحاق

سے آپ کے بارے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب سے حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو منصب خلافت سونپا گیا ہے اس وقت سے آپ کے کان میں کوئی چیز غناء سے متعلق نہیں کھٹکی۔ البتہ خلافت کی سپردگی سے قبل آپ اپنی خاص لونڈیوں سے غناء کا سماع کرتے تھے اور سماع سے آپ سے اچھی حالت ہی ظاہر ہوتی اور کئی مرتبہ سماع کی وجہ سے آپ پر وجد وحال کی کیفیت بن جاتی۔ زور زور سے تالیاں مارتے اور چٹائی پر لوٹ پوٹ ہو جاتے اور اپنے پاؤں کو زور سے مارتے۔ تابعین میں سے جو بیان آسانی سے مل سکا وہ پیش کر دیا گیا۔

حضرت عبدالملک ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

البتہ ان کے علاوہ (بھی کئی ایک حضرات صالحین ہیں جن سے سماع ثابت ہے) جن میں سے حضرت عبدالملک ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو ان علماء حفاظ اور فقہاء عباد میں سے ہیں جن کی عدالت اور جلالتِ شان متفق علیہ ہے۔ آپ غناء سنتے تھے اور راگوں کو پہچانتے تھے استاذ ابو منصور بغدادی علیہ الرحمہ آپ کے بارے بیان کرتے ہیں کہ "آپ آوازوں کی دھنیں ڈھال لیا کرتے تھے اور بسیط ونشید اور خفیف راگوں کے درمیان امتیاز کر لیتے تھے۔" ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ "ابن جریج ایک دفعہ جمعہ پڑھنے کے لیے آرہے تھے کہ راستے میں آپ کا گزر ایک قوال کے مکان سے ہوا۔ آپ نے اس کے دروازہ کو دستک دی وہ باہر نکلا تو آپ اس کے ساتھ راستے میں ہی بیٹھ گئے آپ نے اسے فرمایا: "قوالی سناؤ" اس نے کئی راگوں سے آپ کو قوالی سنانا شروع کر دی ادھر آپ کے آنسوؤں نے آپ کی داڑھی مبارک پر گرنے کی لڑی بنا دی۔ پھر آپ نے فرمایا: "ان من الغناء لمایذکر الجنۃ" کہ غناء میں سے بعض وہ چیز پائی جاتی ہے جو جنت کی یاد دلا دیتی ہے۔ صاحب "التذکرۃ الحمدونیہ" فرماتے ہیں کہ داؤد مکی نے کہا کہ "ہم ابن جریج

کے حلقہ درس میں تھے آپ کے حلقۂ درس میں ایک جماعت وہ تھی جن میں حضرت عبداللہ ابن المبارک تھے اور ایک جماعت عراقیین کی تھے۔ جب آپ کے پاس سے قوال گزرا تو اس نے عرض کی "میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو قوالی سناؤں" آپ نے فرمایا: "میں تو پہلے ہی سے اس کا اشتیاق رکھتا ہوں۔" اس نے آپ کو قوالی سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ "تم نے تین مرتبہ نیکی کی۔" پھر آپ نے ہماری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا: "شاید تم اس کا انکار کرتے ہو۔" انہوں نے کہا: "بے شک ہم عراق میں اسے ناپسند کرتے ہیں۔" آپ نے ان سے فرمایا: "تمہارا رجزیہ اشعار کے بارے کیا خیال ہے"۔ انہوں نے کہا: "ہمارے نزدیک رجزیہ اشعار میں کوئی حرج نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "رجز اور غناء میں فرق ہی کیا ہے؟"

حضرت محمد ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت محمد ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جارے ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ: آپ سے غناء کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "میں اس کی طرف میلان کو اچھا نہیں سمجھتا (لیکن) اگر یہ میرے پاس لایا جائے تو میں اسے نکالوں گا نہیں اور اگر یہ کسی ایسی جگہ ہو جہاں مجھے کوئی کام ہو تو میں اسے وہاں سے داخل ہونے پر روکوں گا بھی نہیں۔"

حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے پوتے کے بیٹے حضرت امام ابراہیم زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

حضرت ابراہیم ابن سعد ابن ابراہیم ابن عبدالرحمن ابن عوف الزہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں۔ آپ روایت حدیث اور فقہ میں مسلم امام تھے۔ آپ غناء میں مشغول رہتے اور آپ کا سماع متفقہ طور پر مشہور ہے۔ فقہاء کرام نے اپنی کتب میں آپ کے واقعات کو بڑے طمطراق سے بیان کیا ہے آپ کے بارے استاد ابو منصور

بغدادی لکھتے ہیں کہ ''امام ابراہیم ابن سعد فقہ و روایت میں اپنے زمانہ کے امام تھے اور آپ طلباء (کو سند اجازت دینے کے لیے ان) سے حدیث شریف کا اس وقت تک سماع نہ کرتے جب تک انہیں نشید و بسیط غناء نہ سنا لیتے۔''

حافظ احمد ابن ابوبکر المشہور خطیب بغدادی علیہما الرحمہ نے ''تاریخ بغداد'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن سعد ابن کثیر سے وہ عفر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابراہیم ابن سعد زہری ۱۸۴ھ یا ۱۸۷ھ میں عراق تشریف لائے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کی بڑی عزت افزائی کی۔ ہارون الرشید نے آپ سے غناء کے بارے دریافت کیا آپ نے اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ بعض محدثین آپ سے احادیث کا سماع کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ غناء سنتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہماری بڑی تمنا تھی کہ آپ سے سماع احادیث کرتے لیکن اب میں آپ سے کبھی سماع حدیث نہ کروں گا۔ آپ کو ان کی بات بڑی ناگوار گزری۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے تیری بات کی کوئی پرواہ نہیں! قسم بخدا میں جب تک بغداد میں قیام پذیر ہوں بغیر سماعِ غناء کے حدیث شریف بیان نہ کروں گا۔'' ان کی یہ بات بغداد میں جنگل کی آگ کی طرح شہرت پکڑ گئی۔ آخر یہ بات چلتی چلاتی خلیفہ ہارون الرشید کے پاس جا پہنچی خلیفہ نے آپ کو بلا کر آپ سے قبیلہ مخزومیہ کی اس عورت کے بارے میں حدیث مبارک دریافت کی جسے نبی پاک ﷺ نے زیورات کی چوری میں حد ''سرقہ'' لگائی۔ آپ نے ہارون الرشید سے ''عود'' منگوانے کا کہا۔ ہارون الرشید نے کہا: ''کیا دھونی دغانے والی عود؟ (یہ ایک خوشبو دار لکڑی ہے جسے جلا کر خوشبو حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے سمجھا شاید حدیث شریف کے احترام کے پیش نظر خوشبو منگوا رہے ہیں)۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں! بجانے والی عود چاہیے۔'' ہارون الرشید مسکرا دیا۔ آپ اس کی مسکراہٹ کو بھانپ گئے۔ آپ نے خلیفہ سے کہا: اے

امیر المومنین! آپ کو اس بیوقوف کی خبر پہنچ گئی ہو گی جس نے کل مجھے اذیت پہنچائی اور مجھے قسم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔" خلیفہ نے کہا: "ہاں!" چنانچہ ہارون الرشید نے عود منگوائی۔ آپ نے عود لے کر اس شعر کو غناء کرتے ہوئے پڑھا:

يَا أُمَّ طَلْحَةَ إِنَّ الْبَيْنَ قَدْ أَفِدَا
قِلِّ الْفِرَارَ لَئِنْ كَانَ الرَّحِيْلُ غَدًا

ترجمہ: اے ام طلحہ! بے شک جدائی نے مجھے فنا کر دیا تو اپنے فرار اور دور ہونے کو کم کر، کاش یہ تیرا کوچ کرنا کل پر پڑ جائے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ فقہاء میں سے سماع کی حرمت کا قائل کون ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جس کا دل اللہ تعالیٰ نے ظاہر سے باندھ دیا ہے (اور باطنی امور سے ناواقف ہے)"
امام مزنی اور خطیب بغدادی آپ کے بارے بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو خاص طور پر احکام شرع میں سترہ ہزار ۱۷۰۰۰ احادیث مبارکہ حفظ تھیں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ خاص طور ابن سحاق سے روایات کو حفظ کرتے اور ان کے علاوہ روایات کو چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کی ثقاہت اور عدالت پر محدثین کا اتفاق ہے آپ سے امام شافعی، امام احمد ابن حنبل علیہما الرحمہ اور ان کے علاوہ کئی ایک جلیل القدر محدثین نے روایات لی ہیں۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا سماع:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے امام ابن قتیبہ علیہ الرحمہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ آپ کا ایک ہمسایہ وہ ہر رات غناء کرتے ہوئے یہ شعر کہتا:

أَضَاعُوْنِيْ وَ أَيَّ فَتًى أَضَاعُوْا
لِيَوْمِ كَرِيْهَةٍ وَ سَدَادِ ثَغْرٍ

ترجمہ: "لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور اے نوجوان! انہوں نے جنگ اور سرحدی حفاظت کیلئے کام آنے والے کو ضائع کر دیا۔"

آپ اس غناء کو سنتے رہتے تھے ایک دن آپ کو آواز سنائی نہ دی۔ آپ نے اس کے بارے پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ ایک جرم کی پاداش میں رات کا گرفتار ہو چکا ہے اور اس وقت وہ امیر عیسیٰ کے قید خانہ میں ہے۔ آپ نے فوراً عمامہ پہنا اور امیر عیسیٰ کے دربار کی طرف چل دیے (آپ کے آنے کی اطلاع سے دربار پہنچنے پر آپ کا پرزور استقبال کیا گیا۔ امیر نے آپ کو تشریف رکھنے کو کہا۔ آپ نے انکار کر دیا) اور رات کے قیدی کے بارے گفتگو شروع کر دی۔ امیر عیسیٰ نے کہا: "مجھے اس کے بارے پتا نہیں چل رہا اس کا نام کیا ہے؟" امام صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا: "اس کا نام عمرو ہے۔" امیر نے کہا: "عمرو نام کے سب قیدیوں کو آزاد کر دو۔" اس شخص کو بھی آزاد کر دیا گیا جب وہ جیل سے باہر نکلا تو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے اسے فرمایا: "أَضَعْنَاكَ يَافَتَى"، "اے جوان! ہم نے تجھے ضائع کر دیا؟" اس نے عرض کی "نہیں! بلکہ آپ نے تو میری حفاظت کی ہے۔"

یہ واقعہ اس بات کو متضمن ہے کہ آپ نے غناء کو سنا اور منع نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک غناء مباح ہے کیونکہ آپ کا ہر رات اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود غناء کو سننا یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ غناء کو اباحت پر ہی محمول کیا جائے اور آپ سے جو غناء کے خلاف منقول ہے ایسے غناء پر محمول کیا جائے گا۔ جس میں فحش اور بے حیائی وغیرہ امور ملے ہوئے نہ ہوں تاکہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے قول و فعل میں تطبیق ہو سکے اور ان میں کوئی تضاد نہ رہا۔"

حضرت امام مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

امام مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت ابراہیم ابن سعد زہری جن کا اس

سے قبل مشہور قصہ گزر چکا ہے نے آپ کا مشہور قصہ روایت کیا ہے جسے خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں علامہ ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب "الاغانی" میں علامہ ابن حمدون صاحب التذکرۃ الحمدونیہ نے یہ حکایت بیان کی کہ "آپ نے ایک شخص کو (بازار میں) غلط غناء کرتے سن کر سر کھڑکی سے باہر نکال کر اسے درست غناء کی طرف لوٹا دیا۔ اس شخص نے غلطی کے بارے پھر پوچھا تاکہ وہ اعادہ کر کے درست کر لے۔ آپ نے فرمایا (اس کو اس طرح درست کرلے) یہاں تک کہ تو یہ کہنے لگے کہ "میں نے یہ غناء مالک ابن انس سے لیا ہے۔ مالکیہ میں سے ابن عزس نے تصریح کی ہے کہ مرد کے لیے اپنی لونڈی سے سماع جائز ہے۔"

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

امام شافعی علیہ الرحمہ آپ کے بارے امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "امام شافعی کے مذہب میں غناء کو حرام قرار نہیں دیا گیا اور میں نے کثیر تصنیفات کی ورق گردانی کی ہے مجھے سماع کی حرمت پر کوئی نص نہیں ملی حتیٰ کہ میں نے "کتاب الام" "الرسالہ" اور متقدمین، متوسطین اور متاخرین شوافع علماء کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ کسی ایک سے بھی تحریم غناء کی وضاحت نہیں ملی۔ بلکہ استاذ ابو منصور بغدادی نے تو اس بات کی تصری کر دی ہے کہ "شوافع کے مذہب میں سماع مباح ہے قول کے ساتھ ہو یا الحان سے اس کو مرد سے سنا جائے یا لونڈی سے یا اس عورت سے جس کی طرف نظر کرنا جائز ہو۔ اپنے گھر میں ہو یا دوست کے گھر میں ہو لیکن اسے شارعِ عام پر نہ سنے اور سماع میں کوئی فحش شے نہ ہو، نماز کو اس کے وقت سے ضائع نہ کرے۔ اور جو گواہی دینی لازم ہو اس کو نہ چھوڑے۔"

ابو منصور بغدادی علیہ الرحمہ یونس ابن عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ آپ کو ایک مرتبہ اپنے ساتھ ایک مجلس میں لے گئے اس میں غناء ہوا۔ یونس

کہتے ہیں جب ہم مجلس سے فارغ ہوئے تو امام شافعی نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تجھے کچھ حاصل ہوا؟'' میں نے کہا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: اگر تو سچ کہتا ہے تو تیری ذوقِ حس درست نہیں ہے۔''

ابو منصور بغدادی کہتے ہیں کہ ''امام شافعی علیہ الرحمہ کی بعض کتب میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ ''غناء وہ حرام ہے جس میں قوال اور غناء کرنے والی لونڈیاں دونوں اجرت مقرر کر کے غناء کریں۔ البتہ امام شافعی علیہا الرحمۃ کا ''ادب القضاء'' میں قول ہے کہ ''غنا ایسی مکروہ ولھو شے ہے جو باطل کے مشابہ ہے۔'' اگر آپ کے قول ''مکروہ'' سے مراد یہ ہو کہ اس کا چھوڑنا اولیٰ ہے تو یہ غناء جائز ہے اور مکروہ کا اطلاق اشتراکِ لفظی کے ساتھ محظور اور منہی عنہ پر نہی تنزیہ کی حالت میں ترک اولیٰ پر بولا جاتا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول کہ ''غناء باطل کے مشابہ ہے'' اس میں حرمت پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر وہ یہ فرما دیتے کہ ''غناء باطل ہے'' تب بھی یہ دلیل حرمت نہ ہوتی۔ کیونکہ باطل وہ شے ہے جس میں کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا اور مباح میں بھی کبھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ اس قول کی توجیہ بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: ''ہوسکتا ہے کہ ان الفاظ کے ذریعے امام شافعی علیہ الرحمہ اس غناء پر حکم کی سختی اور شدت بیان کرنا مقصود ہو جس کے ساتھ کوئی فحش یا منکر مل جائے۔ لہٰذا یہ تحریم کسی عارض کی وجہ سے ہوگی۔ غناء کے ذاتی معنی کے وجہ سے نہیں۔ بالجملہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول و فعل سے صحت اباحت غناء کی صراحت ثابت ہو رہی ہے اور تحریم کے بارے کوئی نص صریح اس پر دلالت نہیں کرتی۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سماع:

امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ کے بارے ابو الوفاء ابن عقیل اپنی کتاب ''الفصول''

میں امام احمد سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے صالح سے غناء سنا
"شارح المقنع" فرماتے ہیں کہ امام احمد علیہ الرحمہ کے بارے مروی ہے کہ آپ نے قوال کو
قوالی کرتے سنا اس پر انکار نہیں فرمایا۔آپ کے صاجزادے نے کہا: "ابا جان آپ تو اسے
مکروہ فرماتے تھے۔" آپ نے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ اس کے ساتھ منکر اور فحش کا استعمال ہوتا
ہے (اس وجہ سے میں نے منع کیا تھا لہٰذا اگر منکر و فحش کا استعمال اس کے ساتھ نہ ہو تو منع
نہیں)۔" اور ابن جوزی علیہ الرحمہ کا قول کہ "امام احمد بن حنبل کے قول و فعل کو ان قصائد ز
ہدیات پر محمول کیا جائے جو آپ کے زمانہ میں غناء کیا جاتا تھا" یہ عجیب کلام ہے کیونکہ ہمارا
کلام نفس غناء کی حلت و حرمت میں ہے۔غناء کے ساتھ ملنے والی چیز کے بارے نہیں اور شعر
کا اس شے کے ساتھ ملا ہونا جو ناجائز ہے، وہ تو محل نزاع ہے ہی نہیں کیونکہ اس وقت تو غناء
کی حرمت عارضی ہوگی (ذاتی نہیں ہوگی) اور ہم تو کسی ایک کے بارے نہیں جانتے جس نے
قصائد زہدیات کے غناء کو جائز قرار دیا ہو اور ان کے علاوہ کو ناجائز کہا ہو۔(مصنف علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں) ابن جوزی علیہ الرحمہ پر وعظ و روایت کا غلبہ ہے (یہ ایک الگ چیز ہے) اور
گہرائی تک غوطہ زن ہونے والی فقاہت کا ملکہ اور صلاحیت ایک الگ شئ ہے۔

حضرت سفیان ابن عیینہ علیہ الرحمہ کا سماع:

فقیہہ سفیان ابن عیینہ علیہ الرحمہ سے آپ کے تلمیذ رشید، فقیہہ عالم حافظ زبیر ابن بکار نے
"الموفقیات" میں اور "الحاوی" میں امام ماوردی نے بیان فرمایا کہ "جب ابن جامع
مکہ مکرمہ میں کثیر مال لے کر آئے تو حضرت سفیان ابن عیینہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا
کہ "ابن جامع اس مال کو کہاں خرچ کرے گا؟" انہوں نے بتلایا "غناء پر" آپ نے فرمایا وہ
غناء میں کیا کہتا ہے انہوں نے کہا وہ اس غناء میں یہ شعر کہتا ہے:

أَطُوْفُ بِالْبَيْتِ مَعَ مَنْ يَّطُوْفُ
وَأَرْفَعُ مِنْ مِّئْزَرِيْ الْمُسْبَلِ

ترجمہ: میں طواف کرنے والوں کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں اور میں اپنے تہبند کو زمین پر گھسٹنے سے بچانے کے لیے اوپر اٹھالیتا ہوں۔

تو حضرت سفیان نے فرمایا کہ یہ سنت ہے، وہ مزید کیا کہتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ یہ شعر بھی پڑھتا ہے:

وَاَسْجُدُ بِاللَّيْلِ حَتَّى الصَّبَاحُ
وَاَتْلُوْ مِنَ الْمُحْكَمِ الْمُنْزَلِ

میں رات بھر (خدا کی بارگاہ میں) سجدہ ریز رہتا ہوں حتی کہ صبح کی کرنیں نمودار ہو جاتی ہیں اور میں نازل شدہ کتاب قرآن مجید کی (شبِ دیجور میں) تلاوت کرتا ہوں۔ حضرت سفیان نے فرمایا: یہ تو بڑی اچھی بات ہے وہ اور کیا کہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ وہ کہتا ہے:

عَسٰى فَارِجُ الْهَمِّ عَنْ يُوْسُفَ
يُسَخِّرُلِيْ رَبَّةَ الْمَحْمِلِ

"کاش حضرت یوسف علیہ السلام سے غم کو دور کرنے والی ذات میرے لیے اس ہودج والی کو مسخر کردے۔"

آپ نے فرمایا حبیب نے درست بات کو فاسد کر ڈالا اللہ اسے یہی مسخر کردے۔

قارئین کرام یہ ہیں۔ سفیان ابن عیینہ جن کی طرف سے جواز میں صریح اجازت ہے۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اولاً غنا کی تحسین کرتے رہے۔ دوسری بار انکار کی یہی وجہ تھی کہ وہ طوافِ کعبہ جس میں امور اخرویہ کی ہی دعا کرنا لائق ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہودج نشین عورتوں کے ذکر کو ملا دیا گیا تو آپ نے امور اخرویہ سے صرف نظر کرتے ہوئے محمل نشین عورتوں کے ساتھ تسخیر

کی دعا کی۔ اور اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ عورت ان مستورات سے نہ تھی جو اس کے لیے جائز ہوں اور دعائے تسخیر کا محمل غیر مکروہ عمل میں ہے۔

حضرت ابن مجاہد علیہ الرحمہ کا سماع:

حضرت ابن مجاہد کے بارے حضرت خواجہ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "قوت القلوب" میں رقم فرماتے ہیں کہ "حضرت ابن مجاہد دعوت اس وقت تک قبول نہیں فرماتے تھے جب تک اس میں سماع کا پروگرام نہ رکھا جاتا۔

امام حاکم نیشاپوری علیہ الرحمہ کا سماع:

امام حاکم ابو عبداللہ ابن ربیع حافظ نیشاپوری مسلمانوں اور حفاظ محدثین اور فقہائے معتبرین کے آئمہ میں سے ایک ہیں۔ آپ کا مرتبہ ثقہ لوگوں میں سے ہے اور آپ کی عدالت مشہور ہے۔ محدث علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ امام حاکم کے بارے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اور صوفی فارس ابن عیسیٰ کئی بار حضرت ابوبکر ابن ابریسمی علیہ الرحمہ کے گھر مسماۃ ہزارہ قوالن سے راگ سننے کے لیے اکٹھے ہوتے۔

امام ابن قتیبہ، شیخ تاج الدین فزاری اور شیخ عزالدین کا سماع:

البتہ امام ابن قتیبہ اور شیخ تاج الدین فزاری اور شیخ عزالدین ابن عبدالسلام کا مسئلہ تو ان کی تصانیف ہی اس جواز کے لیے کافی ہے۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العبد نے اپنی کتاب "اقتناص السوانح" میں جواز سماع کا خلاصہ ذکر کیا اور اپنی اسناد سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ان مروی احادیث کو بیان کیا جس کو ہم نے پہلے ذکر کر دیا۔ پھر اس کے بعد فرمایا: میں نے ان تمام کا ذکر چراغِ حق کی تلاش کی وجہ سے کیا۔ کیونکہ مجھے آثار صحابہ اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام کے دستور سے جاہل شخص کی بات پہنچ گئی ہے اور آپ نے فرمایا:

حضرت محمد ابن کعب قرظی سے پوچھا گیا رسوائی کی تعریف کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا "جو آدمی اچھے کو برا اور برے کو اچھا جانے"۔

ان حضرات کا بیان ہم کو آسانی سے مل گیا اور اگر ہم قائلین جواز کی ٹو لگاتے اور جستجو کرتے تو معاملہ اتنا طویل ہو جاتا کہ دلائل پڑھ کر لوگوں کی طبیعتیں تھک جاتیں۔

شیخ عبدالرحمن فزاری علیہ الرحمہ الفرازی جو دمشق کے شیخ اور شافعی مذہب کے مفتی ہیں اور امام ابن قتیبہ علیہ الرحمہ (عرب دنیا میں جن کی شخصیت مستند ہے) ان دونوں حضرات نے جواز سماع پر علمائے حرمین شریفین کا اجماع نقل کیا ہے اور ابن قتیبہ نے اکثر اہل عراق سے اس کا جواز نقل کیا ہے اور حنفیہ میں سے صاحب "البدائع" نے اس بات پر یقین کیا ہے کہ سماع میں کوئی حرج نہیں ہے اور علت یہ بیان کی ہے کہ سماع دل کو نرم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر باب الشہادات میں کیا اور حنفیہ میں سے صاحب ذخیرہ کا کلام بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور حضرت خواجہ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ نے قوت القلوب میں فرمایا کہ غناء صحابی اور تابعی دونوں شخصیتوں نے سنا اور اہل حجاز ہمیشہ سماع کی رخصت دیتے رہے۔ امام عالم فقیہ محمد ابن اسحاق الفاکہی نے "تاریخ مکہ" میں اپنی سند کے ساتھ موسیٰ ابن مغیرہ الجمحی سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد گرامی نے میرے ختنے کے موقعہ پر حضرت عطا ابن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی سو آپ اس پروگرام کے کھانے میں جب شرکت فرما ہوئے تو وہاں کچھ لوگ عود بجا رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو آتے دیکھا تو رک گئے۔ حضرت عطاء ابن ابی رباح علیہ الرحمہ نے فرمایا میں اس وقت تک محفل میں نہیں بیٹھوں گا جب تک وہی کام شروع نہ کر دو جس میں تم مصروف تھے۔ انہوں نے حکم بجالاتے ہوئے پھر سماع سازوں کے ساتھ شروع کر دیا۔ آپ وہاں بیٹھے رہے اور کھانا بھی کھایا۔ اس بات کو امام حدیدی علیہ الرحمۃ نے اپنی سماع کے بارے تصنیف میں نقل فرمایا۔ اگر آپ اعتراض

کریں کہ کیا ان مذکورہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے مجتہدین کی تقلید جائز ہے تو میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ صحابی کی تقلید واجب ہے۔ چنانچہ ملا خسرو علیہ رحمۃ نے "مرقات الاصول" میں لکھا ہے کہ غیر صحابی کے لیے صحابی کی اس مسئلہ میں تقلید واجب ہے جو صحابہ کرام کے درمیان مشہور ہو اور ان میں اس بارے میں اختلاف نہ ہو۔ اور بعض علماء اصول نے فرمایا کہ صحابہ کرام کی تقلید مطلقاً واجب ہے۔ ان کی بات قیاس وعقل سے سمجھ آئے یا نہ آئے۔ ان کے قول کی دو ہی صورتیں ہوں گی۔ اگر وہ سماع سے ہوگا تو بہتر اور اگر رائے سے ہو تو ان کی رائے ان کے غیر سے قوی ہوگی کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے احکام کے بیان میں طریقہ مبارکہ کا مشاہدہ فرمایا ہے اور ان احوال کا مشاہدہ فرمایا ہے جس میں نصوص کا نزول ہوتا رہا اور یہ بات محال ہے کہ نصوص احکام کے اعتبار سے متغیر ہو جائیں۔ اور ان کو دوسروں کی نسبت ضبط و احتیاط میں زیادتی حاصل ہے لہٰذا ان کی تقلید واجب ہے اور بعض علماء کرام نے فرمایا کہ آن کی تقلید ایسے معاملات میں واجب ہے جو عقل سے معلوم نہ ہوسکیں جیسا کہ اکثر محدثین کا خیال ہے۔ اور تابعی کا قول قبولیت کے وجوب میں صحابی کی طرح ہے۔ اگر اس مسئلہ کا فتویٰ صحابہ کرام کے زمانہ میں ظاہر ہو گیا ہو اور بعض نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ مکمل بحث اس جگہ (مرقات الاصول) پر ہے اور یہ گفتگو تقلید کے واجب ہونے کے بارے ہے۔ البتہ اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اچھی طرح سمجھ لو۔

جوازِ سماع پہ مزید دلائل:

امام قشیری علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ قشیریہ میں سماع کے اول باب میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ" (الزمر: ۱۷، ۱۸) "تو میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو کان لگا کر بات سنتے

ہیں اور اس میں سے بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔" استاد ابو القاسم المعروف خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "القول" پر الف لام عموم و استغراق کا تقاضا کرتا ہے۔(اب معنیٰ ہوگا جو ہر قسم کے قول کو سنتے ہیں) اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قول سننے والوں کی مدح "اتباعِ احسن" کی صورت میں فرمائی ہے۔(اور الف الام استغراق کی علامت یہی ہوتی ہے کہ اس سے استثناء صحیح ہوتا ہے جیسے یہاں پر ہر قسم کے قول سننے کے بعد مقامِ مدح میں اللہ تعالیٰ نے اتباعِ احسن والوں کا استثناء فرمایا)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝" (الروم:۱۵) "پھر ایک جماعت مومنین کی باغ جنت میں تسبیح پر مشتمل نغمات طرب انگیز کے سماع سے خاطر داری ہوگی۔" اس کی تفسیر میں آیا ہے کہ وہ سماع ہی ہے اور یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ راگ کے ساتھ ستھرے اشعار اور عمدہ نغمے کا سماع جب سننے والا ممنوع اور غلط چیز کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور شریعت میں مذموم پر سماع نہ ہو اور اپنی خواہش کی لگام کو ڈھیل دینے والا نہ ہو تو فی الجملہ سماع مباح ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے گئے اور آپ ﷺ نے ان کو سنا اور ان اشعار کے پڑھنے میں کسی پر انکار نہیں فرمایا۔ جب ان اشعار کا ستھرے راگ کے بغیر سماع جائز ہے تو سماع کا حکم خوش الحانی کے ساتھ تبدیل نہیں ہوگا۔

یہ امر بالکل واضح ہے کہ سماع، سننے والے کو حق کی اطاعت کی طرف رغبت بڑھانے میں برانگیختہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے پرہیزگار بندوں کے لیے درجات تیار کیے ہیں ان کی یاد دلاتا ہے۔ اور سننے والے کو لغزشوں سے بچنے پر ابھارتا ہے اور اس کے دل میں اچھے اور صاف خیال ڈالتا ہے۔ یہ دین اسلام میں مستحب اور شریعت میں پسندیدہ عمل

ہے۔اور سلف صالحین نے شعروں کو راگوں کے ساتھ سنا۔ سلف صالحین میں سے سماع کی بات کے قائل حضرت امام مالک ابن انس اور اہل حجاز ہیں۔ یہ تمام حضرات غناء کو پسند کرتے تھے۔

ہمیں حضرت علی بن احمد رہوازی علیہ الرحمہ نے خبر دی کہ انہیں احمد بن عبید علیہ الرحمہ نے بیان کیا انہیں عثمان ابن عمیر علیہ الرحمہ نے بیان کیا انہیں ابو کامل نے بیان کیا انہیں ابو عوانہ نے بیان کیا وہ اجلح سے وہ زبیر سے وہ حضرت جابر سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ انہوں نے قرابت داری کی وجہ سے انصار کی ایک عورت کا نکاح کرایا۔ نبی پاک ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی رخصتی کر دی؟ آپ نے عرض کی جی ہاں۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! تو نے کوئی طرز سے شعر کہنے والا بھیجا۔ اماں جی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی جی نہیں! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک انصار ایسی قوم ہے جو گیت سننے کی طرف میلان رکھتی ہے اگر تم اس کو بھیجتی جو کہتا

أَتَيْنَا كُمْ أَتَيْنَا كُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ

ترجمہ: ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، تم ہمیں مبارک دو ہم تمہیں مبارک دیں۔

مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک مرد نے یہ اشعار پڑھے:

أَقْبَلَتْ فَلَاحَ لَهَا عَارِضَانِ كَالسَّبَجِ
أَدْبَرَتْ فَقُلْتُ لَهَا وَالْفُؤَادُ فِي وَهَجِ
هَلْ عَلَيَّ وَيْحَكُمَا إِنْ عَشِقْتُ مِنْ حَرَجِ

ترجمہ: جب وہ سامنے آئی تو اس کے پر گوشت رخسار سیاہ منکوں کی طرح چمک رہے

تھے۔اور جب اس نے رخ زیبا پھیرا اور اس وقت میری حالت یہ تھی کہ دل آتش عشق میں پگھل رہا تھا تو میں نے اس سے کہا: ''اس حالت میں اگر میں عشق کروں تو کیا مجھ پر ہلاکت حرج ہوگی؟''

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں''۔ (حواشی قشیریہ میں ہے کہ بعض علماء کرام کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے)۔حضرت براء ابن عازبؓ سے مروی ہے کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ حسین بناؤ۔کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو بڑھا دیتی ہے۔'' اور حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر شے کا زیور ہے اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے اور لوگوں میں سے اچھی آواز والے پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ'' (فاطر:۱) (وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے زیادہ عطا فرماتا ہے اس کی تفسیر میں ''آواز'' کا بھی قول کیا گیا ہے (یعنی وہ اچھی آواز جسے چاہتا ہے زیادہ عطا فرماتا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے بری آواز کی مذمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾'' (لقمان:۱۹) ''بے شک آوازوں میں سے بدترین آواز گدھے کی آواز ہے۔'' اچھی آواز سے دلوں کو چین، محبت اور لذت کا حصول ہوتا ہے۔جس کا کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا۔بچہ بھی اچھی آواز سے سکون حاصل کرتا ہے اور اونٹ اپنے سفر کی تھکاوٹ اور اپنے اوپر لادے ہوئے بوجھ کی مشقت کو ''حدی خوانی'' کے ذریعے دور کرتا ہے اور (اونٹ کا عقل مندوں کے لیے نشانی ہونے کے بارے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾'' (الغاشیہ:۱۷) کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس کی کس طرح تخلیق کی گئی۔

حضرت اسماعیل ابن علیہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ''میں ایک مرتبہ امام

شافعی علیہ الرحمہ کے ساتھ دو پہر ڈھلے جارہا تھا۔ ہمارا ایسی جگہ گزرہوا جہاں غناء کی سی آواز آرہی تھی آپ نے ہمیں فرمایا: "ٹھہر جاؤ" (غناء مکمل ہونے کے بعد ہم وہاں سے چل دیے) واپسی پر راستہ میں آپ نے مجھے فرمایا: "کیا تم کو اس سے لطف حاصل ہوا؟" "میں نے نفی میں جواب دیا" آپ نے فرمایا: "تم میں ذوقِ حس نہیں ہے۔" "حضرت داؤد علیہ السلام کی قرأت کے بارے منقول ہے کہ جن و انسان اور وحوش و طیور سب سنا کرتے تھے۔ آپ جب زبور شریف کی قرأت فرماتے تو سامعین سے چار چار سو افراد کے جنازے اٹھ جاتے۔"

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ انسان سماع سن کر کیوں مضطرب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو روزِ میثاق ذریت آدم کو بقول "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" مخاطب کیا تو ارواح کو کلام سننے کی ایسی چاشنی پیدا ہوئی کہ اب جب بھی وہ "سماع" سنتے ہیں تو ان پر وہی دیرینہ چاشنی اور تجلی حلاوت کی یاد اضطراب برپا کر دیتی ہے۔ حضرت جعفر ابن نصیر، حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ فقراء پر رحمت کے نزول کے تین مقام ہیں:

(۱) **سماع کے وقت** کہ وہ حق کے علاوہ کسی کا سماع نہ کریں اور اس میں کھڑے وجد کی وجہ سے ہی ہوں۔

(۲) **کھانا کھانے کے وقت** کہ وہ فاقہ کی حالت میں ہی کھانا کھاتے ہوں۔

(۳) **علمی مجلس کے وقت** جب وہ اولیاء اللہ کی صفات کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہ کریں۔"

حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ: "کہ سماع، طالب کے لیے آزمائش ہے اور اعراض کرنے والے کے لیے آرام دہ ہے۔" حضرت شیخ علی خواص علیہ الرحمہ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو شخص قرآن مجید کے علاوہ کسی ایسی چیز کو سن کر وجد میں

آئے، جو قرآن میں سے نہیں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ: "(قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا سننے والا حادث ہے اور حادث وقدیم میں کوئی مناسب اور تعلق نہ تھا سو) قرآن کے سننے میں ہیبت وجلال کا ظہور ہوتا ہے کلام الٰہی کے جلال کے غلبہ وصدمہ کی وجہ سے وہ دم بخود ہو کر اس میں رقص ومستی نہیں کر سکتا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت سہیل ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ: "سماع ایک ایسا علم ہے جس کا اثر اللہ تعالیٰ ہی پہنچاتا اور رجانتا ہے اس کے علاوہ اس کیفیت سرور کو کوئی نہیں جان سکتا۔"

حضرت ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمہ سے سماع کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ہر دل اچھی آواز کو چاہتا ہے سو وہ کمزور اس سے اپنا علاج کرتا ہے جیسا کہ بچے کو جب سلانے کا ارادہ کیا جائے تو اسے لوریاں دی جاتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوسلیمان نے فرمایا: اچھی آواز وہ دل میں کوئی شے باہر سے داخل نہیں کرتی بلکہ یہ تو دل میں لطائف ربانی کی تلاطم خیز موجوں میں طغیانی پیدا کرتی ہے۔"

حضرت ابن ابی الحواری علیہ الرحمہ نے یہ سن کر فرمایا: "قسم بخدا! ابوسلیمان نے سچ کہا۔"

امام جریری علیہ الرحمہ "اللہ تعالیٰ کے فرمان عالیشان: "كُونُوا رَبَّانِيِّينَ" (ال عمران: ۷۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سننے والے، اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہنے والے ہو جاؤ۔"

بعض حضرات نے آپ سے سماع کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "یہ ایک بجلی ہے جو چمکتی ہے پھر بجھ جاتی ہے اور انوار ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر چھپ جاتے ہیں اگر یہ تجلیات ایک جھپک باقی رہیں تو اس کا حامل ایک لحہ بھی چین سے نہ رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے:

خَطَرَتْ فِی السِّرِّ مِنْهُ خَطْرَةٌ
خَطْرَةَ الْبَرْقِ بَدَا ثُمَّ اضْمَحَلَّ
اَیُّ زُوْرٍ لَکَ لَوْ قَصْداً سَرٰی
وَسَلَامٌ بِکَ لَوْ حُبًّا فَعَلَ

ترجمہ: ''میرے دل میں ایک بجلی کی طرح کا خطرہ اٹھا وہ ظاہر ہو کر مٹ گیا۔ اگر یہ خطرہ وخیال بالفرض قصد وارادہ سے ہے تو تیرا کون سا جھوٹ ہے جو مجھ سے چھپا رہا تیرا اسلام محبت ہونے پر ہو گیا۔''

امام تاج الدین ابن تقی الدین بکی شافعی علیہما الرحمہ نے **''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ''** میں امام اسمٰعیل ابن یحییٰ المزنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں لکھا ہے کہ امام مزنی نے فرمایا میں اور ابراہیم ابن اسماعیل ابن علیہ، امام شافعی علیہم الرحمہ کے ساتھ جا رہے تھے ہمارا گزر ایک گھر سے ہوا وہاں ایک لونڈی پڑھ رہی تھی۔

خَلِیْلِیْ مَابَالُ الْمَطَایَا کَاَنَّنَا
نَرَاهَا عَلَی الْاَعْقَابِ بِالْقَوْمِ تَنْکِصُ

ترجمہ: آہ! میرے دوست کیا ہو گیا ہے سواریوں کو گویا ہم قوم کو ایڑیوں کے بل واپس مڑتا دیکھ رہے ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''ادھر مڑو! تاکہ ہم اسے سنیں۔'' جب ہم سن کر فارغ ہو کر واپس چلے تو امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت ابراہیم ابن اسماعیل سے فرمایا: ''کیا تم کو (سماع سے) کیفیت طاری ہوئی؟'' حضرت ابراہیم نے کہا: ''نہیں!'' امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''تم میں ذوق حس نہیں ہے۔'' حضرت ابن غانم المقدسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''حل الرموز'' میں کہا کہ ''بہت سے باریک بین محققین نے سماع کو ناپسند گردانا ہے اور اس

کا اصلاً وفرعاً اور حقیقتہً وشرعاً انکار کر دیا ہے اور یہ ان کی طرف سے بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ (وجد وسماع اولیاء اللہ کا معمول ہے تو) انکار سے کئی ایک اولیاء اللہ کی تفسیق ہوگی اور (معاذ اللہ) ان کو خطاوار ٹھہرانا لازم آئے گا۔ جب اس میں اختلاف نہیں ہے کہ انہوں نے راگ سنا اور وجد کیا اور ان امور نے انہیں چیخ، غشی اور موت تک پہنچا دیا تو ان کی طرف نقص کس طرح منسوب کیا جائے۔ حالانکہ وہ نفوس قدسیہ کامل الاحوال سالک ہیں۔

"بہر حال یہ تفصیل، سماع والوں میں نظر وفکر اور ان کے طبقات کے مختلف ہونے کی طرف محتاج ہوتی ہے کہ جس کی سوچ درست، ارادہ اچھا اور ریاضت نے اس کے آئینہ دل کو چمکا دیا ہو۔ عزیمت کے بادِ صبا کے جھونکوں نے اس کی دلی فضاء کو جلا بخش دی ہو پھر اس کی طبیعت کو اٹھتی کدورتوں سے صفائی میسر ہو، خیالات فاسدہ، وسوسوں اور بشریت کے پردوں سے نجات ملی ہو، شہوتوں کے حصول سے خالی اور شبہات کی میل سے پاک ہو تو ہم ایسے شخص کے بارے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا سماع حرام ہے اور اس نے مبنی بر خطاء کام کیا۔"

حضرت ابو طالب مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: "اگر ہم سماع والوں پر طعن کریں تو تحقیق ہم نے ستر (۷۰) صدیقوں پر طعن کیا۔"

ابو مروان قاضی علیہ الرحمہ کے بارے منقول ہے کہ ان کے پاس لونڈیاں تھیں جو انہیں راگ اور اشعار سناتیں اور آپ صوفیہ کرام کے سماع کے لیے ان کو تیاری کرواتے تھے اور حضرت عطاء علیہ الرحمہ کے پاس دو لونڈیاں تھیں اور آپ کے بھائی ان دونوں سے سماع سنتے تھے

امام عسقلانی علیہ الرحمہ کا سماع:

اور حضرت ابو الحسن عسقلانی علیہ الرحمہ سماع سنتے اور سماع سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ آپ نے منکرین سماع کے رد میں ایک مستقل کتاب بھی تصنیف فرمائی اور اسی طرح

علماء کرام کے ایک جم غفیر نے منکرین سماع کے رد میں بھی ایک کتب لکھیں۔

امام ابوالحسن عسقلانی علیہ الرحمہ ایک بزرگ کے بارے بیان فرماتے ہیں کہ: انہوں نے کہا میں نے جب ابوالعباس حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی۔ ان سے سماع کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کی اس بارے کیا رائے ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ ایک ایسا چکنا پتھر ہے جس پر علماء راسخین ہی ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔''

حضرت ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں: مجھے ایک رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے عرض کی یا حبیبی، یارسول اللہ ﷺ! ''کیا آپ اس سماع میں کچھ برائی سمجھتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا لیکن تم محفل سماع کے آغاز اور اختتام پر قرآن مجید کی تلاوت کرلیا کرو۔'' میں نے عرض کی یارسول اللہ! ''لوگوں نے تو مجھے اس مسئلہ کی وجہ سے بہت پریشان کر رکھا ہے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوعلی! ان کی پرواہ نہ کرو۔'' حضرت ابوعلی ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کلمہ کی وجہ سے خوشی کا اظہار فرماتے اور فخریہ انداز میں فرماتے کہ میری یہ (ابوعلی) کنیت حضور نے رکھی ہے۔''

حضرت طاہر ابن بلبل ہمدانی وراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو علم وفضل میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں، ''میں سمندر کے قریب واقع جدہ کی جامع مسجد میں معتکف تھا کہ مسجد کی ایک طرف چند لوگوں کو دیکھا جن میں کچھ لوگ (راگ آلاپ کر) اشعار کہہ رہے تھے اور بقیہ اس کو سن رہے تھے۔ میں نے اپنے جی ہی جی میں اس کا انکار کیا کہ خانہ خدا اور یہ طرز سے شعر کہہ رہے ہیں! اتنے میں مجھے نیند آگئی اسی رات سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں کیا دیکھتا ہوں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس گروہ کی مجلس کے ایک طرف تشریف فرما ہیں۔ آپ کے ایک طرف جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں۔(منظر یہ تھا کہ) جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ کلام فرماتے۔ادھر حضور ﷺ اس کلام کے سماع کی وجہ سے وجد و حال کرنے والے کی طرح اپنا دست اقدس سینہ مبارک پر رکھتے (میں نے اپنے دل میں لائے ہوئے پہلے خیال کی تردید کرتے ہوئے) اپنے دل میں کہنے لگا: "مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ سماع کرنے والوں کا انکار کروں حالانکہ خود رسول اکرم ﷺ نے سماع سنا اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے ایک طرف ہو کر کلام پیش کر رہے ہیں۔اتنے میں رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے:

هذا حق بحق او قال حق من حق (شك الراوی فی ذلك)

"یہ (سماع حق کے ساتھ حق ہے یا فرمایا یہ حق کی طرف سے حق ہے۔" (دو جملوں میں سے ایک آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا راوی کو اس بارے شک ہے)۔

حضرت خواجہ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب (قوت القلوب) میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ "ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک جماعت قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور ایک گروہ شعر کہہ رہا ہے۔اس نے بڑے تعجبانہ انداز میں عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! قرآن اور شعر؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "مِنْ هٰذَا مَرَّةٌ مِنْ هٰذَا مَرَّةٌ" ایک مرتبہ اس کی طرف اور ایک مرتبہ اس کی طرف" جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ "الجامع الصغیر" میں اپنی سند کے ساتھ اس لفظ کے ساتھ حدیث شریف بیان کی۔

"فِیْ هٰذَا مَرَّةٌ وَفِیْ هٰذَا مَرَّةٌ" ایک مرتبہ اس (قرآن) میں اور ایک مرتبہ اس (شعر) میں "الجامع الصغیر" کے شارح علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ طالب صادق کو چاہیے کہ اپنے ذہن پر بوجھ کو ہلکا کرنے

کے لیے شعر یا حکایات سے راحت پہنچائے کیونکہ انسانی ذہن کی فکری جب مغلق اور بند ہو جائے تو معانی کے تصور ختم ہو جاتے ہیں اور اس کیفیت سے کوئی بھی محفوظ نہیں اور کوئی انسان بھی معانی کو سمجھنے میں ذہنی مشقت کو برداشت کرنے اور معانی کے تصور میں اپنے دل کے (خیالات) غالب آنے پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ دل مجبور ہو جانے کے وقت ایسے کاموں سے انتہائی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دل کو جب ناپسندیدہ چیز پر مجبور کیا گیا تو اس نے (اپنی رغبتیں پوشیدہ رکھتے ہوئے) انکار کر دیا لیکن طالب صادق پر جو مشقت طاری ہوتی ہے اسے دور کرنے کے لیے شعر یا اس جیسے ادبی کلمات سے دل کو سکون پہنچایا جاتا ہے۔ جس کو دل اطاعت گزار بن کر قبول کر لیتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا:

وَلَيْسَ بِمُغْنٍ فِيْ الْمَوَدَّةِ شَافِعٌ
إِذَالَمْ يَكُنْ بَيْنَ الضُّلُوْعِ شَفِيْعٌ

ترجمہ: ''محبت و عشق میں کسی سفارشی کی سفارش فائدہ نہیں دیتی۔ جب تک دل میں کوئی سفارش کرنے والا نہ ہو۔''

دانش مندوں کا کہنا ہے کہ دلوں میں دوری اور نفرت پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ وحشی جانوروں کی طرح اشیاء سے بھاگتے ہیں۔ لہٰذا تم ان کو مانوس اور قائم رکھنے میں میانہ روی کے ساتھ الفت پیدا کرو تاکہ ان کی اطاعت اچھی ہو جائے اور ان کی نشاط و چستی ہمیشہ رہے اور اسی چیز کو حکماء کے ہاں "تحمیض" (سنجیدگی کے پردہ میں مزاح کی طرف جانا) کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد جب مسلسل مشقت کے ساتھ سبق پڑھنے میں مشغول رہتے تو آپ ان کو فرماتے "احمضوا" ''ذرا خوش طبعی کرلو'' یعنی

پھلوں کی طرف رغبت کرو، اپنے شعر پیش کرو کیونکہ دل بھی ظاہری اعضاء کی طرح تھک جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بندہ کو اپنی زندگی کا ٹائم ٹیبل تین اوقات میں مقرر کرنا چاہیے۔

پہلا وقت جس میں وہ اپنے رب کی بارگاہ میں مناجات اور گریہ زاری کرے۔

دوسرا وقت جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

تیسرا وقت جس میں وہ اپنی طبعیت کو حرام امور سے اجتناب کرتے ہوئے حلال کاموں سے خوش کرے۔

امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے **"طبقات الشافعیہ"** میں حضرت ابراہیم ابن منذر علیہ الرحمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم ابن منذر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام شافعی علیہ الرحمہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے سفیان ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ ایک درسگاہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے میں نے پوچھا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "مجھے ادارہ کے اس نوجوان سے اپنے رب تعالیٰ کے کلام کو سننا بہت اچھا لگتا ہے۔" شاید یہ نوجوان خوبصورت آواز والا قاری قرآن تھا۔

بہرحال اے میرے انصاف پسند بھائیو! جو جہالت اور تعصب کی تاریکیوں سے دور ہو۔ "جب تم ہماری بیان کردہ احادیث جان چکے اور ہماری ذکر کردہ اخبار و آثار سے واقفیت حاصل کر چکے اور جن عبارات کی ہم نے شرح کی اس کا تم بغور مطالعہ کر چکے اور تم ہمارے موقف کی تائید کرنے والے واضح اور بیش بہا دلائل منقولہ پڑھ چکے لہٰذا اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وہ بھلائی سکھا دے جس کا میں عنقریب ذکر کروں گا۔ لیکن اس شرط پر کہ تم میرے مدلل کلام کو نگاہِ تحقیق سے تسلیم کرو اور درست ہونے

پر میرے اس عندیے کی پیروی کرو جس کی میں نے اپنی سمجھ کے مطابق تمہارے لیے شرح کی اور تمہارے مطالبہ پر ستھری غزلوں کو آلاتِ مزامیر کے ساتھ سننے کے مسئلہ میں میرے نزدیک جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اسے ظاہر کروں اور بحمداللہ تعالیٰ جو میرے نزدیک ثابت ہوا میں اسے رب کریم کی بارگاہ میں مقبول پاتا ہوں اور انشاءاللہ تعالیٰ میرا آخری عمر تک اسی پر عمل رہے گا۔ میں اپنی ذات اور اپنے اعتقاد کے حق میں ان تمام حضرات کے بارے جنہوں نے مجھ سے پہلے سماع کیا اور میرے بعد جو سماع کریں گے سب کے بارے میرا ایک ہی فیصلہ ہے۔

تم اپنی فہم و فراست کے مطابق اس تمام تحقیق کو بیان کرو جو میں نے تمہارے سامنے بعض اخبار و آثار، صریح عبارات، منقول روایات اور مسئلہ سماع کی طرف کیے گئے اشارات پیش کیے ہیں۔ ان کے کلام سے جس کا رجحان سماع کو حرام کہنے کی طرف ہے اور وہ جس کا رجحان سماع کو مباح کہنے کی طرف ہے۔ جس پر بفضل خدا میں مطلع ہوا۔ "وَاللّٰهُ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَكِيْلٌ" اور اللہ تعالیٰ ہی کہنے والوں پر نگہبان ہے۔" اس رسالہ کو لکھنے سے قبل میں اس مسئلہ میں گفتگو کرنے کے بارے میں خود کو ان علماء اسلام اور سادات ائمہ فخام کے احترام کے پیش نظر نہایت کمتر سمجھتا ہوں (اور ان کو قابل تقلید سمجھتا ہوں)۔ کیونکہ انہوں نے مسئلہ سماع میں مجھ سے پہلے کئی ایک رسائل اور قابل اعتماد کتب لکھیں اور انہوں نے اپنی کتب کے باب بنا کر اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے (لیکن انہوں نے تو اپنے زمانہ کے مطابق لکھ دیا اب موجودہ جاہلوں کے لیے علماء حق کو کمر بستہ ہونا چاہیے تھا) مجھ سے اکثر طلباء اور مخلصین سماع کے متعلق بار بار سوال کرتے رہتے اور میں ان سائلین کو اسی تفصیل کے مطابق جواب دیتا جو محققین کے اقوال میں سے میرے نزدیک راجح تھی۔

اب کچھ حضرات تو اس وجہ سے مجھ پر راضی ہیں اور کچھ نالاں ہیں۔ ان ناراض ہونے والوں

کی خواہش یہ تھی کہ میں سماع میں حرمت کو اسی طرح مطلق رکھتا جیسا کہ اس زمانہ میں علم کو اپنی طرف منسوب کرنے والے جہلاء نے اسے مطلق رکھا ہے۔ (ہوسکتا تھا کہ میں ان کی خواہش کا احترام کر لیتا لیکن) مجھے حکمِ الٰہی آڑے آتا ہے کیونکہ کسی شئی کو اپنی طرف سے حلال یا حرام قرار دینا یہ تو (معاذ اللہ) رب ہونے کا دعویٰ کرنا ہے۔ جیسا کہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان عالیشان "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (التوبۃ:۳۱) (عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ "انہوں نے ان پادریوں کی اس چیز کو حرام کہنے میں اطاعت کی جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور شے کو حلال کہنے میں اطاعت کی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا یا وہ ان کو سجدے کرتے تھے۔" اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے کسی حکم کو چھپانا جائز نہیں خصوصاً جب اس مسئلہ کے متعلق کسی بندہ سے سوال کرلیا جائے جیسا کہ حق کو چھپانے والوں کی مذمت میں کلامِ الٰہی گواہ ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾" (البقرۃ:۱۵۹-۱۶۰)

"یعنی بیشک وہ لوگ ہماری اتاری ہوئی واضح نشانیاں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جبکہ ہم نے لوگوں کے لیے کتاب میں اسے واضح بیان کردیا۔ یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ و اصلاحِ نفس کی اور حق کو بیان کیا انہی پر میری توجہ رحمت ہوتی ہے اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہوں۔"

قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ کا کلام مکمل ہوا۔

اور لوگوں کو اس بات پر محمول کرنا بھی جائز نہیں کہ ہم انہیں اپنے برے گمان کی وجہ سے یہ کہتے پھریں کہ "یہ عوام (تو بے عقل اور ڈنگر لوگ ہیں یہ) اپنی حقیقت حال سے غافل ہوتے ہیں لہٰذا ان سے کچھ حق چھپایا جائے گا۔" یہ جان لو کہ بیشک مسلمان کے بارے برا گمان حرام ہے جیسا کہ پہلے بھی گزرا اور یہ کہیں وارد نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان احکام میں سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر لازم ٹھہرایا کسی حکم کی تبلیغ کو مطلقاً ہونے اور تفصیلاً ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو حتیٰ کہ ہم بھی ایسا عمل کرنے میں آپ ﷺ کی اقتداء کریں۔ (بلکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہر حکم کی تبلیغ فرمائی) خواہ ان کی عقلیں اس حکمت کی متحمل ہوں یا نہ ہوں۔ جیسا کہ خود رسول اکرم ﷺ نے معراج اور اسراء کی خبر امت کو دی اگرچہ عقلیں اس کی متحمل نہ تھیں اور اس میں کم عقلوں کی قطعاً رعایت نہیں کی گئی جیسا کہ اسراء و معراج کے واقعات کو بہت عقلوں نے بعید از قیاس جانا حتیٰ کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اسی بات پر مرتد ہو گیا لیکن حضور ﷺ نے اس بارے کسی قسم کی پرواہ نہیں فرمائی۔ کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مومن ہے وہ ہمیشہ مومن رہے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر ہے وہ ہمیشہ کافر رہے گا۔ اگرچہ دنیا میں اس کا برعکس ہی ظاہر کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا:

"وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ" (الکہف:۲۹)

"اور محبوب کہہ دو! حق تمہارے رب کی طرف سے ہی ہے اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔"

لیکن اس کے برعکس آج کل کے "کمرشلی فقہاء" اللہ تعالیٰ کے بندوں سے یہ گمان کرتے ہوئے احکام شرعیہ کو چھپاتے ہیں کہ یہ علم ہی ایسا ہے جو بندگان خدا سے چھپایا جائے اور خود کو علم کا کوہ ہمالیہ سمجھتے ہیں اور جس علم کو چھپایا گیا ہے وہ بنی آدم کے لیے ننگ و عار کے

باعث اور رذیلہ خصائل "ملاؤں" کے فہم و ادراک سے. بہت دور ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کتمانِ علم کی علت بھی مخلوق کے بارے برے گمان کو بناتے ہیں کہ مکلفین پر لازم احکام میں سے خود کچھ جان لیتے ہیں لیکن عوام کے بارے کہتے ہیں: "ان احکامات کی معرفت پر قدرت عوام نہیں رکھ سکتی۔"

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عوام کو علماً و عملاً مکلف بنایا ہے اور یہ ان کی بہت بڑی حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے احکام شرع سے عاجز کو مکلف ہی نہیں بنایا اور تمام مکلفین عوام ہو یا خواص سب کے سب اللہ تعالیٰ کے مکلف کردہ احکام پر قدرت رکھتے ہیں خواہ علم و عمل کے اعتبار سے ہو یا فرض و نفل کے اعتبار سے ہو۔ میں نے بعض حضرات کے بارے سنا ہے کہ وہ میرا بندگانِ خدا کے لیے علم و عمل اور اعتقادیات کے اعتبار سے لازم احکامِ خداوندی کی صراحت کرنے کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کر رہے ہیں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کا بیان اور عوام کو جن احکام شرعیہ کے ساتھ مکلف کیا گیا ہے۔ اسے مثالوں سے واضح کر کے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی کی خاطر میں نے جو عوام و خواص کو کئی درسوں اور لیکچروں میں بیان کیا۔ یہ جاہل طبقہ اس کا بلادلیل انکار کیے ہوئے ہیں اور اپنے بے جا موقف پر ڈٹے ہوئے استدلال میں جو بیان کر دیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ "حدیث" ہے اور اپنے وعظوں میں کہتے ہیں۔ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاطِبُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ" کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق خطاب کرو۔ (یہ کسی دانش مند کا قول تو ہو سکتا ہے حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں) اگر بالفرض اس کو صحیح حدیث مان بھی لیا جائے تو یہ قول، حضور ﷺ کی حالت مبارکہ کے مناقض ہو جائے گا کیونکہ آپ ﷺ لوگوں کو اس چیز کا بھی خطاب فرماتے جو وہ سمجھتے اور اس کا بھی جو وہ نہ سمجھتے تھے یعنی واقعہ معراج وغیرہ کی خبریں جیسا کہ ہم نے اس کے بارے ابھی ابھی ذکر کیا اور یہ بات بھی جان لی جائے کہ ہمارا دین

اسلام عقل کا محتاج نہیں کہ اس کے اچھا اور برا کہہ دینے پر ہی شریعت کا مدار ہو حتی کہ دین متین کے عالم پر یہ بات لازم ٹھہرا دی جائے کہ وہ لوگوں کو شریعت کا وہی حکم بتائے جسے وہ عقلی طور پر سمجھ جائیں اور دین حق کوئی عقلی پیمانہ نہیں کہ مخلوق کو عقلی اور فلسفی دلیلوں سے سمجھایا جائے۔

البتہ جو حدیث انہوں نے پیش کی ہے بفرض تسلیم اس کا معنی یہ ہوگا کہ علماء میں سے جو لوگوں کو خطاب کرتے ہیں۔ وہ ان احکامات کا خطاب نہ کریں۔ جو ثابت نہیں ہیں کیونکہ اس وقت وہ احکام الٰہیہ کو سمجھانے پر قدرت نہیں رکھیں گے۔ جبکہ شرعی مسائل کو بیان کرنے کا مقصد ان کو سمجھانا، مثالیں دے کر سکھانا، کلام میں فکر پیدا کرنا، مسائل کو دلائل وہ براہین کے ذریعے واضح کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ ان کے ذہن میں احکام نقش ہو جائیں اور وہ ان کو سمجھ لیں۔

عوام سے ظاہر شریعت کا علم نہیں بلکہ حقیقت شرعیہ کا علم چھپایا جائے گا۔

یہ معنیٰ نہیں ہے کہ مکلف عوام سے احکام الٰہیہ کو مطلقاً اور تفصیلاً چھپا لیا جائے خواہ وہ احکام امر ہو یا نہی، قطعی ہو یا ظنی اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ علم شریعت کو چھپانے کے بارے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے قطعاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی بلکہ (چھپانے کی بات وہ علم الشریعۃ کے بارے نہیں بلکہ) حقیقت شریعت کے علم میں سے بعض کو چھپایا جاتا ہے اور بعض کو ظاہر کیا جاتا ہے البتہ بعض آثار اور متقدمین کے کلام میں سے جو کتمان علم پر ابھارا گیا ہے اس سے مراد حقیقت شرعیہ کے علم کی ایک نوع اور قسم کو چھپانا ہے۔ جس کی معرفت (ہر کس و ناکس کو نہیں دی جاتی کیونکہ وہ اس کے مکلف ہی نہیں بلکہ) اہل ذوق اور مراتب عالیہ پر فائز لوگ ہی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن غانم المقدسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''حل الرموز'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ" (الطلاق:۱۲) (حکم زمین و آسمان کے درمیان اترتا ہے) کے بارے وہ کچھ جانتا ہوں اگر میں کہہ

دوں تو تم مجھے کافر کہہ دو اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے" میں نے رسول اکرم ﷺ سے علم شریف میں سے دو توشہ دان لیے ایک کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اور دوسرے کو اگر میں ظاہر کروں تو تم لوگ مجھے قتل کر ڈالو۔"

منبع علم و ولایت حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ فرماتے تھے "میرے دل میں ایک ایسا علم ہے اگر میں اس کو ظاہر کروں تو تم لوگ اس کی وجہ سے اس جان کو رنگ دو (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔)" (شیخ مقدسی کا کلام مکمل ہوا)

اس کتمان علم کی مثالیں حکایات و آثار میں بہت سی ہیں لیکن مراد اس علم سے "علم الاسرار" ہے جو انوار کے لوامع میں سے ہونے کی بناء پر اپنی ذات میں تو حق سچ ہوتا لیکن کوئی عبارت اس کی ادائیگی نہیں کر سکتیں۔ اشارات اسے کھول نہیں سکتے بلکہ یہ تو علم (حقیقت) والوں کے سینوں میں روشن نشانیاں ہیں۔ (جو اس کے حقداروں کو ہی مل سکتی ہے) اگر وہ اس کو واضح عبارتوں اور کھلے اشاروں سے سمجھانے کی کوشش کریں بھی تو عبارات اس کی وضاحت کرنے سے قاصر ہیں اور اشارات اپنی مراد کو حقیقی طور پر ظاہر نہیں کر سکیں گی۔ جس سے عاجز اور نااہل (مرزا قادیانی کی طرح) غیر مقصودی مطلب سمجھ لے گا اور ذوق و وجدان کی نعمت سے محروم (بغیر مرشد کامل کے) ان عبارات میں رہنمائی کے راستہ پر بہت مشکل چل سکتا ہے۔

کلام الٰہی اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے مستفاد اس علم (حقیقت) کو متشابہات کے ساتھ بھی موسوم کیا گیا ہے علماء کرام کے متشابہات کے بارے کئی ایک اقوال ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب "**المطالب الوفیہ**" میں مکمل طور پر بیان کر دیا ہے۔ (خلاصۃ یہ کہ) ان میں سے بعض نے تو متشابہات کے بارے تاویل کی ہے اور بعض نے انہیں اللہ تعالیٰ کی مراد پر تسلیم کیا ہے اور معرفت الٰہی رکھنے والے علماء کرام میں سے بھی بعض نے کلام متشابہات

کے بارے گفتگو فرمائی بعض نے اسے تسلیم کیا اور بعض نے اس کی تاویل کی۔ جبکہ دوسرے افراد نے ان پر اعتراض کیا ہے اور انصاف وحق تسلیم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے اور حق یہ ہے کہ عارفین کا اس علوم الاسرار سے کلام کرنا جسے قاصرین نہیں سمجھ پاتے اس پر قطعاً اعتراض نہیں بن سکتا (کہ عارفین کلام کرتے ہیں اور ان کا مکتوب کلام، قاصر اپنی فہم کے مطابق ڈھال کر کہے کہ صوفیہ چونکہ علم الاسرار کے بارے بحث کرتے ہیں لہٰذا ہم بھی کریں گے۔ تو اس کا یہ اعتراض واستدلال غلط ہوگا) کیونکہ متشابہات کے بارے گفتگو کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے لیکن جہلاء اور قاصر لوگ اپنے اندازوں اور پیمانوں میں سے حد سے بڑھ گئے اور اپنی حیثیتوں اور اوقات سے بے خبر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے دنیا وآخرت میں درگزر فرمائے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ "سماع بالآلات" کا مسئلہ علم حقیقت کی قسم نہیں بلکہ اس کا تعلق علم شریعت سے ہے لہٰذا اس کا بیان خاص وعام میں سے ہر مکلف کے لیے عام ہے۔"

مسئلہ سماع میں تفصیل ہی فیصلہ کن بات ہے:

درست اور فیصلہ کن اس مسئلہ میں یہی بات ہے کہ اس کی تفصیل بیان کی جائے (مسئلہ کو مجمل نہ رکھا جائے) اور حرمت واباحت کے مسائل کو مطلقاً بیان کرنا (شرعی قواعد کی رو سے بھی) درست نہیں' جیسا کہ اس کا بیان عنقریب ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہی آسانی فرمانے والا ہے۔

اے میرے مخلص بھائیو! میں نے تمہارے لیے اس رسالہ میں بعض وہ منقولی روایات وعبارات تمہارے سامنے پیش کر دی ہیں جو اس مسئلہ میں میرے پاس موجود تھی۔ میں نے ان کا خلاصہ کیا اور تمہارے سامنے بیان کر دیا۔ پھر اگر تم نے اسے میری طرف سے قبول کر لیا تو تم نے (حق کو تسلیم کرنے والا) وعدہ پورا کر دیا اور اگر تم نے اس حق بیانی کو چھوڑ دیا اور اس میں پائے جانے والے امور کو قابل عمل تسلیم نہ کرو گے اور میرے علاوہ ان کم فہم نام نہاد

جاہل فقہاء کی اور وہ جس پر اکثر جاہل عوام ہے کی پیروی کرو گے جن میں سے بعضوں نے تو اہل حق کے بارے بدگمانی کا داغ ماتھے کا جھومر بنایا ہے۔ بلکہ سماع والوں کو مطلقاً ہر زمانہ میں قطعی فاسق ٹھہراتے ہیں۔

فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ (یونس:۴۱)

سوتم کہو تمہارے لئے تمہارے اعمال اور میرے لئے میرے عمل (کی جزا) ہے۔تم میرے کاموں سے بری ہو اور میں تمہارے کاموں سے بری ہوں)

مسئلہ سماع میں میرے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ''سماع بالآلات'' یہ تفصیل کا تقاضا کرتا ہے حلال وحرام میں مطلق نہیں ہے۔جس کو انشاء اللہ تعالیٰ میں بطور تمہید ایک مقدمہ کے بعد ایک نہایت جامع کلمہ قریب ہی ذکر کروں گا اور یہ مقدمہ لفظ سماع (کی تحقیق) کے بارے ہے۔''

لفظ ''سماع'' کی تحقیق اور خلاصہ سماع کی تمہید:

یہ بات ذہن نشین کرلو کہ! ''محققین کی اصطلاح میں سماع لفظ عام ہے جو زہدیات اور غزلیات میں غناء کے سماع کو شامل ہے خواہ وہ معین ہو یا غیر معین نغمہ کے ساتھ ہو یا بلا نغمہ بغیر آلات کے ہو یا آلات کے ساتھ ہو یا محض آلات کا سماع ہو اور اس میں کوئی امتیاز نہیں کہ وہ آلہ دف ہو یا مزامیر یا محض جھانجھ (چنگ) ہو اور جھانجھر والی دف ہو یا بلا جھانجھر اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ دف کو نغمات کے ساتھ بجایا جائے یا بغیر نغمات کے اس محفل میں رقص وتواجد کا شمول ہو یا نہ ہو یہ بھی پابندی نہیں کہ یہ تمام کا تمام شادی میں ہو یا ولیمہ میں ہو، عید کے دن ہو یا کسی گمشدہ کی واپسی پر، ذکر وتہلیل اور نبی اکرم ﷺ کے درود پاک پر سماع ہو یا کوئی اور ذکر ہو۔اور یہ بھی قید نہیں کہ انسان تنہا ہو یا مسجد کے اندر علماء وزاہدوں کی مجلس میں ہو یا کسی اور مجلس میں، خواہ یہ بغیر ارادہ کے اچانک واقع ہو جائے یا لوگوں کو جمع

کیے جانے کا اہتمام ہی اس ارادہ کے پیش نظر ہو۔وقت مقررہ کیا جائے یا نہ کیا جائے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے اجازت عامہ ہو یا خاص مردوں کے لیے یا خاص عورتوں کے لیے۔سب صورتوں کو سماع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور لفظ "سماع" جب مطلق بولا جائے تو اس سے ایسا ہی سماع مراد ہوگا اور شرع میں اس کا ایک ہی حکم ہے (جیسا کہ عنقریب ذکر کریں گے) کسی اور صورت کے سماع کا یہ حکم نہیں جو اس سے جدا ہو۔

اصولی لحاظ سے سماع کا جواز:

اگر کوئی ہم سے سوال کرے کہ "آپ نے سماع کے لفظ میں "مسئلہ سماع" کو کیسے مطلق کر دیا اور مذکورہ تمام صورتوں کو سماع کا نام دے کر ایک ہی حکم کی لڑی میں پرو دیا؟"

(اس کی وضاحت تو مزید آگے آرہی ہے) البتہ ان میں سے ہر ایک قسم کا علیحدہ حکم ہے۔

چنانچہ شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے "کف الرعاع" اور ان کے علاوہ شوافع نے بھی اس تقسیم کی صراحت کی ہے کہ "بعض مقام میں سماع حرام، بعض میں مباح اور بعض میں مکروہ ہو جاتا ہے۔" ہمارا تفصیلی جواب عنقریب بیان ہوگا جو علماء ربانین کا مقصود اور محققین و انصاف پسند حضرات کی اس تقسیم میں مراد ہے۔اگر اس طرح نہ مانا جائے تو ہمیں علماء کرام کے بارے (معاذ اللہ) طعن دینا لازم آئے گا کیونکہ حلال و حرام تو اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ہیں۔کسی شخصیت اور عقل کے فیصلہ پر موقوف نہیں۔اصولی علوم میں یہ بات جانی پہچانی ہے کہ اسلام کے حسن و قبح کی بنیاد نظر عقل اور ذاتی رائے کو نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔جب بھی کوئی حلال و حرام کے بارے حکم لگائے گا تو اس کے نزدیک بنیاد یقیناً ایسی دلیل صحیح ہوگی جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ سے منقول ہوگی یا ایسے حکم کی بنیاد اجماع پر ہوگی۔یا قیاس پر ہوگی لہٰذا اگر دلیل ظنی ہو جیسا کہ قابل تاویل آیات، اخبار احاد، اجماع سکوتی یا قیاس تو اس وقت حرمت ظنی ہوگی قطعی نہیں سو ایسی حرمت سے ثابت ہونے والا حکم ہمارے ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

میں سے امام محمد علیہ الرحمۃ کے علاوہ سب کے نزدیک مکروہ کے درجہ پر تو ہو سکتا ہے اس سے اوپر کا حکم حرام نہیں ہو سکتا اور دلیل عام حنفیہ کے نزدیک قطعیت اور یقین کا فائدہ دیتی ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک دلیل ''عام'' ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

البتہ جو تقسیم اور مختلف صورتیں شیخ ابن حجر شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ''**کف الرعاع**'' میں ذکر کی ہیں اگر تو ان کا ماخذ اخبار احاد ہیں یا دلیل عام تو یہ شافعیہ کے نزدیک دلائل ظنیہ میں سے ہے اور اگر ان کے ماخذ کی بنیاد قیاس شرعی پر ہے تو یہ بھی ظنی شے ہے اور اگر یہ تقسیم ان مفاہیم اور نتائج پر مبنی ہے جو اس پر مرتب ہوتے ہیں تو پھر اس کی بنیاد ہماری عنقریب آنے والی تفصیل پر ہوگی اور جو شخص رسول اکرم ﷺ سے اس مسئلہ کے بارے کامل طریقہ پر احادیث منقولہ حاصل کر کے تامل اور غور وفکر کرے تو وہ یقیناً اس میں ملاھی، خمر، گانے والی لونڈیاں، فساق وفجار ایسی قیود کے ذکر سے مقید ہی پائے گا اور تقریباً کوئی حدیث شریف بھی خصوصاً ان قیود سے خالی نہ ہوں گی۔ اور ''**مطلق**'' شافعیہ کے اصول کے مطابق مقید پر محمول ہوتا ہے اور وہ احادیث جن میں یہ قید ملحوظ نہیں ہے وہ تمام کی تمام اخبار احاد 'مفید ظن' ہیں ان میں ایسی قطعیت نہیں پائی جاتی (کہ جس سے سماع کو حرام کہا جا سکے) لہٰذا کسی بھی حال میں ایسے دلائل ظنیہ سے حرمتِ قطعی ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ حرمت اس محرمات قطعیہ کے سبب سے ہو جو اس سماع پر ادلہ متواتر یا ادلہ مشہورہ سے مترتب ہو سو سارا معاملہ اس تفصیل کی طرف لوٹتا ہے جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

اس تفصیل کی مؤید شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے کہ ''رقص اس وقت حرام ہے جب وہ ڈانس اور بھنگڑے کے طریقہ پر ہو۔ لہٰذا مطلق رقص حرام نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مسجد میں حبشیوں نے حضور ﷺ کے سامنے ڈھال کے ساتھ رقص کیا (جیسا کہ پیچھے بیان ہوا) اس لئے کہ ڈانس بھنگڑا یہ رقص کے ساتھ فاحشات کے ملنے پر دلالت کرتے ہیں۔ عام ازیں کہ یہ فحش مجلس میں ہو یا قصد ونیت میں ہو بہر صورت فواحش و بے حیائی قطعاً

حرام ہے۔اسی طرح داعی الی الفواحش امور یعنی بے حیائی کی طرف لے جانے والے کام بھی حرام ہیں۔ورنہ محض ناچ، ڈانس (میں جسم کو ہی بل دینے ہوتے ہیں اگر اس کے ساتھ ایسے فواحش یا داعی الی الفواحش امور نہ ہوں تو اس) کے بارے کوئی قرآن وسنت میں منع کی نص وارد نہیں ہوئی اور عنقریب جس تفصیل کو ہم ذکر کریں گے وہ تمام اقوال کی بنیاد ہوگی اور اسی پر ہی اس مسئلہ کی تقسیمات اور تفریعات میں اعتماد کرنا چاہیے۔

شریعت میں حلت وحرمت کا دارومدار:

(مخفی نہ رہے!) کسی مسئلہ میں بھی حرمت کا دارومدار عقلی قیاس اور ذاتی رائے نہیں ہوسکتی کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ زَادَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذَا شَیْئًا فَهُوَ رَدٌّ"

یعنی جس نے ہمارے دین میں کسی (خلافِ دین) شئی کی زیادتی کی وہ کام مردود ہے۔اس حدیث شریف کا مطلب ہے کہ دلیل شرعی کے بغیر دین میں زیادتی یہ ہمارے خلاف ہے یا دین کے خلاف ہے۔جو غیر مقبول اور مردود ہے۔کیونکہ حرام وحلال کے مسئلہ میں کمی زیادتی نہیں کی جاسکتی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

"اَلْیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ" (مائدة، آیہ ۳)

"آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔"

البتہ علماء مجتہدین علیہم الرحمہ کا اشیاء کی حرمت کے (مسائل فرعیہ واصول کی) زیادتی فرمانا وہ اس زیادتی کے زمرہ سے باہر ہے۔کیونکہ یہ زیادتی دین کے حرام کی نشاندہی کرنے کے لیے علت وعلامت ہے۔یہ نہیں کہ وہ زائد شے ہی بعینہ حرام ہے بلکہ جب حرام کی علت اسی شئی پر اثر انداز ہوگی تب وہ زائد شے حرام ہوگی (لہٰذا ہر شے حرام نہیں ہے) اسی واسطے امانت الٰہی کے امین علماء کرام علیہم الرحمہ کے حلال وحرام کے بارے اقوال کو سمجھنا واجب

ہے۔ ورنہ غور تو کرو اللہ کے پیغمبر امین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔ جو امت کے لیے حلال وحرام کے احکام بیان فرما کر شریعت بنانے والے ہیں۔ اس کے باوجود خمر وشراب کی حرمت کے بارے نزول آیت سے قبل توقف فرمائے رکھا۔ اپنی یا کسی اور کی ذاتی رائے سے اسے حرام قرار نہیں دیا حتی کہ شراب کی حرمت کے بارے اشارۃً کنایۃً احکام نازل ہونے شروع ہوگئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی۔ یا الٰہی! ہمارے لئے شراب کے بارے واضح بیان فرما۔ تب شراب کی حرمت میں صریح حکم نازل ہوا۔ صحابہ کرام نے شراب کے مٹکوں کو بہا دیا اس دن سے ان کے نزدیک اس کی حرمت قطعی ویقینی ہوگئی۔

ایسے ہی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے پردہ وحجاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ: ازواجِ مطہرات کو "حجاب" کا حکم دیجیے! جبکہ نبی پاک ﷺ اس (گھریلو) مسئلہ میں بھی اپنی طرف سے کوئی حکم بیان نہیں فرمارہے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ (بلکہ بارگاہِ خداوندی کی طرف متوجہ ہیں) حتیٰ کہ آپ پر ازواجِ مطہرات کے "حجاب" کے بارے وحی، قرآن مجید کی صورت میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے اس دن سے پردہ کرنے کا حکم دے دیا۔ (بخاری شریف)

(جب سید الکائنات اور سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس یہ ہے کہ وہ اپنی ذاتی رائے سے کوئی حکم بیان نہیں فرماتے تو حضور ﷺ کے علاوہ امت میں سے کسی اور کیلئے گنجائش کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ حلال وحرام کی پہچان میں محض عقلی دلیل کے ذریعے مسئلہ میں غور وخوض کرے؟ ایسا دعویٰ تو کوئی مافوق الجنون شخص ہی کرسکتا ہے۔)

"ربیع الابرار" میں علامہ زمخشری اپنی سند کے ساتھ امام زہری سے روایت کرتے ہیں "آپ نے فرمایا: مجھ سے خلیفہ ہارون الرشید نے سوال کیا کہ "مدینہ شریف میں کون ہے جو غناء کو حرام کہتا ہے؟" میں نے کہا جسے اللہ تعالیٰ نے رسوائی میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمایا

ہو۔" خلیفہ نے کہا! "مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت مالک ابن انس اسے حرام کہتے ہیں۔" حضرت ابراہیم نے ہارون الرشید سے کہا: "مالک کو حلال وحرام کرنے کا اختیار کس نے دے دیا؟ قسم بخدا! یہ بات تو تمہارے (بڑوں کے) چچا کے بیٹے" حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی وحی الٰہی کے بغیر حاصل نہ تھی۔ حالانکہ آپ تمام مخلوق سے اکرم وافضل ہیں تو کیا مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا اختیار ہاتھ میں لینا جائز ہے؟"

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب سماع کی تمام اقسام کا لحاظ رکھتے ہوئے سماع میں حرمت ان محرمات قطعیہ کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہوگی۔ جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہ تمام احادیث جن میں دف، ساز اور آلاتِ لہو کی حرمت کے بارے صریح نص موجود ہے وہ غیر معمول ہو جائیں گی۔ کیونکہ حرمت ان احادیث میں اس کی ذات کے اعتبار سے تو ہے بھی نہیں بلکہ یہ تو ان خرابیوں کی وجہ سے ہے جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ جن کا بیان آگے آتا ہے۔ سو ان احادیث سے جو سمجھا جا رہا ہے اس پر تو عمل نہ رہا لہٰذا اس وقت ان احادیث کا کیا فائدہ ہوگا؟ کیا آپ کے پاس شرع شریف میں اس کی کوئی مثال ہے؟"

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ تمام احادیث جس میں اوتار اور معازف (ایسے آلاتِ مزامیر) کی حرمت وارد ہے وہ ملاھی، گانے والی لونڈیاں، شرابیوں اور فاسقوں کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا یہ اوتار ومعازف ان محرمات قطعیہ کے ساتھ ملنے کی وجہ سے حرمت میں مؤکد ہو گئے اور "لہو وملاھی" سے مراد یہی محرماتِ قطعیہ ہیں جو اس سماع کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ بیشک شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ ان محرمات کی تصریح فرما دی اور دوسری مرتبہ ان محرمات کا نام "لہو وملاھی" کے ساتھ مقرر کر کے ان کی قباحت بیان فرما دی (جس سے معلوم ہوا کہ حرمت مزامیر کا مدار "لہو وملاھی" کے وجود پر ہے) اور (رہا اس کی مثال اور نظیر کا سوال تو) شرع میں اس کی نظیر موجود ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے

اللہ تعالیٰ کے فرمان:

"وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ" (الاعراف:۱۵۷)

(اور وہ نبی امی) ان پر گندی چیزیں حرام فرمائیں گے) کے تحت اپنی مشہور زمانہ تفسیر بیضاوی شریف میں اس کی یوں تفسیر فرماتے ہیں: "جیسا کہ خون، خنزیر کا گوشت، سود اور رشوت۔"

قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں اس بات کا اشارہ دیا کہ آیت کریمہ "ویحرم علیھم الخبائث" میں الخبائث پر الف لام عہد کا داخل ہے جیسا کہ علمائے اصول نے الف لام میں عہد کے لیے "اصل" ہونے کے بارے صراحت فرمائی ہے اور خبائث سے مراد وہ محرمات ہیں جس کی صراحت مکلفین کے نزدیک معہود اور معین ہے سو اس اعتبار سے یہ تاکید کے طریقہ پر حرمت ہوگی اور ان محرمات کا نام خبائث رکھنا ایسا ہے جیسے ان آلات کا محرمات قطعیہ کے ساتھ ملنے کے وجہ سے "ملاھی و معازف" نام رکھنا ہے۔ (یعنی جس طرح اوتار و معازف محرمات قطعیہ کے ساتھ ملے تو ان کی حرمت تاکید کے طریقے پر ہے بذاتہ نہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے خبائث کی حرمت کی تاکید الف لام عہد خارجی کے ساتھ ہو رہی ہے اور دونوں میں وجہ شبہ تاکید کے طریقے پر ہونے میں ہے فقط ۱۲ "مرتضائی غفرلہ") جیسا کہ احادیث و اخبار میں (لھو و ملاھی کی قید یا قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے) وارد ہے۔ لہٰذا یہ نصوص آلات کے محض آلات ہونے کے اعتبار سے مطلق حرمت پر دلالت نہیں کرتیں اور امر و نہی میں احکام شرع کی تاکید صریح عبارات سے ہٹ کر دوسری عبارتوں میں کرنا کثیر ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان:

"اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" (غافر:۶۰)

کی تفسیر کی أي أعبدوني أثبكم یعنی "تم میرے عبادت کرو میں تمہیں اس کی جزا دوں گا۔" اس تفسیر کا قرینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ" (المومن:۶۰)
(بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں)

اس آیہ کریمہ میں "عبادتی" کی جگہ "دعائی" نہیں فرمایا جس سے معلوم ہو جائے کہ دعا عبادت کے معنیٰ ہیں اور استجابت عبادت و ثواب کے معنیٰ میں ہے۔ (یعنی "ادعونی" صیغۂ امر ہے اور اس میں تاکید لفظ دعاء کے اندر نہیں کی جا رہی بلکہ اس صریح عبارت سے ہٹ کر لفظ عبادت میں تاکید کی جا رہی ہے۔ سو اگر امر و نہی پر مشتمل عبارات کی تاکید ان صریح عبارات سے ہٹ کر ہو سکتی ہے جس میں وہ استعمال ہوئی ہیں تو فقط حرام امور کے ساتھ ملنے کی وجہ سے حرمت میں تاکید پر دلالت کرنے والی عبارات "لہو و ملاحی" کے مفہوم کا لحاظ رکھتے ہوئے حرمت کا حکم کیوں نہیں لگایا جا سکتا اور اس سے احادیث غیر معمول بہا کیسے ہو جاتی ہیں؟ اگرچہ اس میں صریح الفاظ سے ہٹ کر بیان ہے لیکن مقصودِ نص سے ہٹا ہوا نہیں ہے۔ ۱۲ "مرتضائی غفرلہٗ")

اسی پر ملاحی، معازف اوتار اور مزامیر کو قیاس کر لیجیے اور ان آلات کے ساتھ شرابیں، زنا اور فسق و فجور وغیرہ کے ملنے کا ارادہ بھی ہو۔ (محض آلات اور محرمات دو الگ الگ چیزیں ہیں) ورنہ محرمات سے خالی مطلق لہو حرام نہیں بلکہ مباح ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے "کف الرعاع" میں کہ کہ ایسا لہو مباح ہے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ کی طرف سے اجازت دی گئی ہو اور لہو بعض احوال میں منافی کمال بھی نہیں۔

کچھ "لہو" مباح بھی ہوتے ہیں

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "مومن کا بہترین لہو تسبیح کرنا اور عورت کا بہترین لہو چرخہ کاتنا ہے۔"

امام بیہقی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لہو ولعب کرو میں تمہارے دین میں محض سختی کو ناپسند سمجھتا ہوں۔''

امام حاکم علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (انصار کی ایک شادی کے موقع پر مجھے) ارشاد فرمایا:

"هَلْ كَانَ مَعَكُمْ مِنْ لَهْوٍ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُحِبُّونَ اللَّهْوَ"

یعنی کیا تمہارے ساتھ لہو کا سامان تھا؟ کیونکہ انصار لہو کو پسند کرتے ہی۔ امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت روح بنت ابولہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا کوئی سامان لہو موجود ہے؟''

پھر علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ نے کہا کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان عالیشان ''تم لہو ولعب کرو۔'' اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نفوس کو اکتاہٹ وتھکاوٹ اور مرجھا جانے کے وقت مباح لہو ولعب کے ذریعے راحت اور جلا بخشی کی جاسکتی ہے۔ اور علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ کی اس مباح لہو ولعب سے وہ ہے جو محرمات قطعیہ مثلاً شراب، زنا، لواطت اور حرام کی طرف لے جانے والے امور یعنی شہوت کے ساتھ چھونا، بوسہ لینا، شہوت کے ساتھ دیکھنا اور باقی تمام فسق وفجور کی اقسام سے خالی ہوں۔ علامہ ابن حجر نے لہو کو مذکورہ محرمات سے خالی ہونے کے بارے مطلق رکھا۔ کسی نوع کے ساتھ خاص نہیں کیا (جس میں ہر قسم کے محرمات سے خالی ہونے کا بیان ہے)

جب آپ یہ پہچان چکے اور اس مقدمہ کو ذہن میں سمیٹ چکے جو ہم نے لفظ سماع کی مراد کو پہچاننے کے لیے بیان کیا اور آپ کے نزدیک یہ بات بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی کہ ''لفظ سماع'' ہمارے ذکر کردہ تمام اقسام کو شامل ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان تمام اقسام کا شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام میں ایک ہی حکم ہے کہ تمام علماء کرام کے اقوال اسی

ایک ہی حکم کی طرف لوٹتے ہیں اور یہی تمام اقسام مذکورہ کے احکام کی بنیاد ہے۔

سماع کے بارے فیصلہ کن امر:

توجہ کیجیے! اب ہم آپ کے لیے اس کا ایک ہی حکم بیان کرتے ہیں اس کو دھیان سے پڑھو۔ ان شاء اللہ ہدایت پا جاؤ گے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس مسئلہ میں وہ جو ستھرے نغمات کے ساتھ ساز وموسیقی کے آلات کو سننے کے مسئلہ میں ہے مطلقاً ہے جیسا کہ گذشتہ اقسام جو ہم نے بیان کیں اس کے مطلق ہونے کا تقاضا کررہی ہیں۔ پھر اگر یہ آلات اور مذکورہ سماع اپنی تمام اقسام سمیت شراب پینے، زنا یا لواطت یا ان برائی کی طرف ابھارنے والے امور مثلاً اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ شہوت کے ساتھ کسی کو چھونے، بوسہ لینے یا شہوت کے ساتھ دیکھنے کے ساتھ ملا ہوا ہو یا ایسی محفل محرمات سے تو پاک ہو۔ لیکن سماع اور آلات طرب سننے والے کے مقصد اور نیت میں یہ خرابیاں پائی جارہی ہیں اور وہ دل ہی دل میں ان حرام امور اور شہوتوں والی اشیاء کا تصور کیے بیٹھا ہو اور ان برائیوں کا اس مجلس سماع میں ہونے کو اچھا سمجھتا ہو تو ایسا سماع اس وقت خاص اس شخص کے ارادہ ونیت کے اعتبار سے اس کے حق میں حرام ہوگا کیونکہ مجلس میں حرام چیز کے واقع ہونے کی تمنا اس کے اپنے حق میں ہے اور ان محرمات کا تصور اس کا اپنی ذات کے بارے میں ہے۔ اور وہ مجلس میں ان محرمات کے وجود کو اچھا سمجھتا ہے۔

حالانکہ ہر وہ شے جو حرام کی طرف ابھارنے والی ہو وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ اور جب یہ مفہوم موجودہ زمانہ میں اکثر لوگوں میں پایا جارہا ہے تو ہم کسی ایک کے بارے میں اپنی سمجھ اور اندازہ سے قطعی حرمت کا حکم نہیں لگا سکتے اور اس وجہ سے فسق کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی طرف اس وقت تک منسوب نہیں کریں گے جب تک مذکورہ محرمات کھلے عام اس مجلس میں کسی تاویل اور احتمال کے بغیر نہ پائے جائیں۔

(لہٰذا ثابت ہوا کہ سماع صوفیہ عظام کے بارے مطلقاً حکم جواز کا ہے اور فقہاء کرام نے جو عدم جواز کے حوالے سے فرمایا ہے تو وہ سماع کا مطلقاً حکم نہیں بلکہ دیگر قیود و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ خاص اور مقید حکم ہوتا ہے اور ناجائز کا معاملہ ہر ایک کے قلبی رجحان پر ہے جس پر جاسوسی کرنا درست نہیں۔ چنانچہ اس بارے ارشاد فرماتے ہیں)

اور ہر انسان اپنے بارے اچھی طرح جانتا ہے اور جو بھی احکام شرعیہ کا مکلف ہے وہ اپنی ذات کو آخرت میں ہلاک کرنے والے محرمات سے بچا سکتا ہے جیسا کہ دنیا میں ہر مکلف اپنے آپ کو امور مہلکہ سے بچاتا ہے۔

نظام جاسوسی کا شرعی حکم:

مسلمانوں کے خفیہ معاملات میں جاسوسی کرنا اور ان کے پوشیدہ معاملات کی دھاگ میں رہنا جائز نہیں البتہ شریعت کے حکام (یعنی مفتیان کرام) اور عامۃ الناس کا ایسے کاموں سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ بلکہ ایسی امور کی اجازت فقط حکام سیاست کے لیے ہے کیونکہ حکام سیاست مخلوق خدا کی درستگی اور تمام حالات میں ان کی تربیت پر مامور ہوتے ہیں اور حکام سیاست کے لیے ان احکام کی گنجائش ہوتی ہے جو دوسروں کے لیے نہیں ہوتی اور میں نے اس سلسلہ میں ایک بلند پایہ حنفی عالم دین کا رسالہ پایا جس میں انہوں نے سیاست کے ایسے مسائل بیان کیے ہیں جن کا علم مکلفین میں سے ہر ایک کو ہونا چاہیے۔

انہوں نے اس رسالہ میں فرمایا: ''تم اچھی طرح سمجھ لو کہ حکام اور سلاطین کو جو اختیارات ملے ہیں، وہ شریعت کے خلاف نہیں بلکہ ادلہ اور قواعد شرعیہ اس کی گواہی دیتے ہیں۔'' جن کا بیان باعث طوالت چھوڑا جاتا ہے۔ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ آلات مطرب اور نغمات طیبہ کو سننے سے جو شخص حرام قطعی میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ حرمت لعینہ نہیں بلکہ لغیرہ ہے البتہ یہ عمل مباح ہوگا اگر مجلس سماع، شراب، زنا، لواطت اور اپنی بیوی ولونڈی کے علاوہ غیر محرم کو شہوت

کے ساتھ چھونے، بوسہ لینے اور دیکھنے وغیرہ محرمات سے خالی ہو اور اس وجہ سے سامع کا ارادہ اچھا، نیت عمدہ، باطن ستھرا اور ناجائز شہوتوں پر ابھارنے والے امور سے پاک ہوتا ہے۔

جیسا کہ زنا، لواطت کی شہوت، شراب نوشی کی شہوت یا کوئی بھی نشہ آور شی (بھنگ، چرس، شراب وغیرہ) اور سستی ڈالنے والی اشیاء سے محفوظ رہتا ہے اور وہ اپنے دل کو کنٹرول کرنے پر قادر اور دل میں اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ خیالات کے لانے سے محفوظ رہنے والا ہے اور جب بھی کوئی خیال ایک لحہ کے لیے کھٹکتا ہے تو وہ اس کے اپنے دل سے دور کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور فوراً اپنے دل کو ایسے خیال کی میل سے دھو ڈالتا ہے اور ان وسوسوں کا دل میں بار بار روکنے کے باوجود آتے رہنا کوئی مضر نہیں ہے ان وساوس سے بچنے والے کے لیے اس وقت تمام اقسام کا سماع جائز ہو جاتا ہے اور وہ جب تک ہماری اس بیان کردہ صحت کے ساتھ موصوف ہے اس پر یہ سماع مطلقاً حرام ہے نہ مکروہ تحریمی۔ کیونکہ اس وقت اس کا ظاہر و باطن، طہارت و نظافت سے بھرپور ہے۔

سو یہ سماع اس کو اللہ تعالیٰ کی ممنوع کردہ حدود میں بھی نہیں ڈالتا تو اس وقت سماع اس کے لیے مباح ہے۔ اگر سماع کرنے والا اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور معرفت الٰہی سے فیضیاب نہیں ہے۔ مثلاً عام لوگ جاہل، غافل حضرات یا ہو تو عالم لیکن وہ اپنے علم کی وجہ سے کشف و شہود کے لطائف سے بے خبر ہے اور اگر وہ ایسا شخص ہے جو معرفت و شہود کے سمندر میں غوطہ زن ہے (اور یہ مخفی نہ رہے کہ) اللہ تعالیٰ کی زمین ہر زمان و مکان میں قیامت تک ایسے نیک لوگوں سے خالی نہیں ہوگی۔ اگرچہ غافل لوگ بصارتوں کے مٹنے اور دلوں سے یقین کے مفقود ہونے کی وجہ سے انکار کردیں تو ایسے شخص کے لیے سماع مستحب و مندوب ہو جاتا ہے جس پر وہ ثواب و جزاء کا مستحق ہے کیونکہ وہ اس سماع کی وجہ سے حقیقت الٰہیہ اور معارف ربانیہ کے لطائف حاصل کرنے اور وحدانیت کے معانی و اشارات ربانی کو اس سماع کے

ساتھ سمجھنے میں مدد حاصل کرتا ہے اور میں نے بعض احباب کی درخواست پر رسالہ "تحفة أولی الالباب فی العلوم المستفادة من النائی و الشباب" تصنیف کیا ہے۔

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا سماع پر اپنا عمل اور اس کے فوائد

اس رسالہ کے اندر میں نے اللہ تعالیٰ کے ان علوم و اسرار اور معارف توحیدیہ کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص مجھ بندہ پر "ان آلات مطربہ کی وجہ سے" ظاہر فرمائے حالانکہ میں اللہ والوں میں سے کم حال اور کوتاہ ہمت ہوں (یہ جملہ قصر نفسی کے اعتبار سے ہے ورنہ ہم نے مقدمہ میں آپ کے حالات میں جلیل القدر ائمہ کی آپ کے حق میں تعریفی کلمات کی تصریح پیش کردی ہے، ۱۲ مرتضائی غفرلہ) اور بھلائی ان شاء اللہ تعالیٰ اس امت مسلمہ میں تاقیامت باقی رہے گی۔

سماع میں افراط کرنے والوں کے ایک اشکال کا جواب

بسا اوقات میری اس تحقیق پر معترض کہتا ہے کہ حرام شہوات مثلاً زنا، لواطت کی شہوت، شراب پینا اور دیگر محرمات کے خیالات دل میں جب اٹھتے ہیں تو وہ شریعت میں معاف ہوتے ہیں ان کی وجہ سے بندہ گناہ گار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علماء کرام نے اسے اپنے مقام پر خوب واضح فرمایا ہے لہٰذا مذکورہ سماع کی اباحت کو شریعت میں دل کے اندر پیدا ہونے والے مباح خیالات کے زائل ہونے کی شرط لگانے کا کیا مطلب ہوا؟ کیا آپ کے پاس شریعت میں اس کی نظیر ہے؟

سماع کے دوران آنے والے خیالات کا شرعی حکم:

ہم ان حضرات کو جواب میں گزارش کرتے ہیں کہ یہ بات تو درست ہے کہ دل میں پیدا ہونے والے ان وساوس سے بندہ نہ تو گنہگار ہوتا ہے اور نہ اس کے خلاف گناہ تحریر میں آتا ہے اگرچہ یہ وساوس دل میں باقی رہیں اور اس کو شک میں ڈالے رکھیں جب تک ان خیالات میں

عزمِ مصمم اور پختہ ارادہ نہ کرنے والا نہ ہو جائے لیکن جب خوش کن سماع کا سرور و کیفیت کسی بندہ پر طاری ہوتا ہے جس سے اس کے دل میں وسواس مچلنے لگتے ہیں اور وہ اپنے دل میں ان وسوسوں پر اپنا عزم قوی کر لیتا ہے اور اس سماع میں اس کی طبیعت کی آگ ان امور محرمہ کی طلب کے لیے جوش مارتی ہے تو بندہ اس وقت ان کو دور کرنے پر قدرت نہیں رکھتا جس کی وجہ سے وہ دل میں گھر کیے ہوئے امور محرمہ کو محفلِ سماع سے باہر ان پر قدرت ہونے کے باعث بسا اوقات وہ زنا یا لواطت سے منہ کالا کرلے گا یا شراب نوشی کی لعنت میں جا گرے گا اور اگر یہ ان امور پر قدرت نہ رکھے گا تو ان خیالات فاسدہ کی محبت اس کے دل میں سماع کی وجہ سے قوی اور مضبوط ہو جائے گی۔ جس سے وہ محض حرص قسم کا آرزو کرنے والا ہوگا سو بندے کی آرزوئیں اور امنگیں ان محرمات میں باقی رہ جائیں گی اور کچھ نہ ہی تو اس کے دل کے تختہ کی صفائی اور اطاعت ربانی کے لئے اس کے دل کی فراغت ضرور مکدر اور گدلی ہوگی بس اس معنی کی وجہ سے ہم نے ذکر کردہ سماع کے مباح ہونے کے لیے یہ شرط لگائی ہے ہماری اپنی ذات کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ میں تمام صریح عبارات وہی ہیں جو ہمارے نزدیک ثابت ہیں جن میں سے کچھ کا بیان ہم نے کر دیا۔

محفلِ سماع میں اعتبارِ نیت پر فقہی نظائر:

اور شریعت میں اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ قرآن کو جنبی (جس پر غسل کرنا فرض ہو) یا حائض و نفاس والی عورت اگر قرآن کی نیت کر کے پڑھے تو یہ حرام ہے اور اگر ذکر و دعا کی نیت سے پڑھے تو حرام نہیں حالانکہ قرآن کی نیت یا ذکر و دعا کی نیت اس کے لیے (بالقوۃ) ہر حالت میں جائز ہے لیکن (ایک خاص حالت میں یعنی) جب پڑھنے والا جنبی یا حائض و نفاس والی عورت ہو تو اس وقت (بالفعل) نیت بدلنے سے حرمت اور عدم حرمت کا حکم مرتب ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ خوب وضاحت سے موجود ہے۔

سو اس طرح اس سماع میں بھی حرام شہوتوں کی نیت اور دل میں ان کے ارادہ کی پختگی اور قرار یہی سماع کی حرمت کا سبب ہے اگرچہ یہ تنہا نیت اس وقت تک حرام نہیں جب تک وہ ان برے خیالات کو جوارح اور اعضاء کے ذریعے عملی جامہ نہیں پہنا دیتا۔ (لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح تلاوتِ قرآن مجید شرعی مسئلہ ہے اس میں نیت معتبر ہے اسی طرح سماع بھی شرعی مسئلہ ہے اس میں بھی نیت معتبر ہوگی اور نیت والے مسئلہ شرعی میں ہر ایک کے بارے اپنی ذات کے بارے خود حکم معتبر ہوتا ہے ایسے مسائل میں اس کا دل مفتی ہوتا ہے۔ ۱۲م)

اس جگہ اس کی اور بھی کئی ایک نظائر ہیں جن کو علماء دین نے یہاں بیان فرمایا ہے۔

ہمارے (افراط و تفریط سے پاک متوسط) مذہب کی تائید شیخ امام ابو عبداللہ محمد ابن الخضیری دمشقی علیہ الرحمہ کی کتاب "الامتناع بحکم السماع" میں اس قول سے ہوتی ہے کہ "میرے نزدیک اس بیان کردہ سماع کے بارے حق یہ ہے کہ اگر سماع محرمات سے خالی، شبہات سے سالم اور اکثر اوقات میں اسی کو ہی مشغلہ بنانا نہ ہو تو فارغ اور غافل لوگوں کے لیے یہ انس و محبت والی چیز ہے اور نفوس قدسیہ کے لیے ریاضت کا تختۂ مشق ہے اور بعض حالات میں کوئی حرج نہیں ہے اور بسا اوقات سماع اخلاص نیت، ارادہ کے اچھا ہونے اور زمین و آسمان اور ساری مخلوق کے خالق کے ذکر کرنے اور لغزشوں کو مٹانے والے کی بارگاہِ بے نیاز میں عاجزی اور حاجتمندی کو ظاہر کرنے کے وقت اور گذشتہ گناہوں کو آنسوؤں کی جھڑی لگا کر توبہ کی وادی میں بہا کر یاد کیا جائے تو اس وقت تو یہ عظیم عبادات میں سے ہو جاتا ہے۔" (یعنی عالم وجد و کیف میں حکم اور ہوتا ہے)۔ جب آپ اس مسئلہ کی علتوں، دلائل اور براہین کے بارے ذرا تامل اور غور و فکر کریں گے تو جو دلائل سماع کی حرمت کے قائلین ذکر کرتے ہیں۔ ہماری اس مسئلہ میں تفصیل کو انصاف کے زیادہ قریب پائیں گے۔ اس سے آپ کو سماع کے بارے جائز و حرام کہنے والوں کے قول میں فرق بھی معلوم ہو جائے گا۔ خیال

رہے ہم نے سماع کو شہوات محرمہ کے ساتھ مقید کیا تھا جیسا کہ اس کا بیان پیچھے ہو چکا۔ یہ قید احترازی ہے یعنی شہوات مباحہ مثلاً لذیذ کھانے، حلال پرلطف مشروبات یا حلال مقاربت خواہ اپنی بیوی کے لحاظ سے ہو یا اپنی لونڈی کے اعتبار سے ہو یا ایسے دیگر مباح امور کی خواہش کے خیالات جب سماع کے وقت دل میں واقع ہوں تو اس کی حرمت کو واجب نہیں کرتے بلکہ یہ اباحت پر باقی رہیں گے۔

لہٰذا اس مسئلہ کے بارے دریافت شدہ سوال کے جواب میں آپ نے غیر معمولی تحقیق کو جب جان لیا تو حق وانصاف یہی ہے کہ آپ اس حالت میں جس کسی کو بھی پاؤ تو اس کے بارے یہ مت کہو کہ یہ شخص تو فاسد نیت اور گندے ارادے والا ہے۔ سو تم اپنے اس برے گمان کی پاداش میں اس بیچارے کو غلط حکم کی سولی پر مت چڑھاؤ تمہارا برا گمان ان کے بارے اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ یا تو لشکریوں اور آمریت کا لبادہ اوڑھنے کی سی ہیئت بناتے ہیں یا ان کا لباس فاسقوں جیسا ہے۔

(یہ تو کوئی معیار نیت کی کسوٹی نہیں بلکہ معیار یہ ہے کہ) تو کہے ان پر سماع اگر حرام ہے تو ان کے اپنے برے ارادہ وغلط نیت سے ہے (ورنہ نہیں) کیونکہ شریعت ایسے امور میں محض ہیئت اور شکلوں پر گرفت کرنے والی نہیں۔ اور نہ ہی محض گمانوں پر حکم وارد کرتی ہے۔ جبکہ امور قلبیہ کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے (ایسی چیزوں کا مقام الزام وحجت میں اعتبار شرع شریف کے اندر کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے) جبکہ مسلمانوں کے بارے تجھ پر لازم ہے کہ اچھا گمان کرے اور اہل قبلہ میں سے کسی کے بارے اپنے آپ کو برے گمان میں ڈالنے کی اجازت نہیں ہے اور اس وقت برے گمان کی بجائے اس امر کی تاویل اور محامل حسنہ پر بات کو محمول کرنا واجب ہے ہر انسان اپنی ذات کے بارے اچھے طریقہ سے جانتا ہے اور ہماری اس مسئلہ میں بیان کردہ تفصیل کے مطابق خود اپنی ذات پر میزان شرعی قائم کرسکتا ہے "وَمَنْ

شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ" (الکہف:۲۹) (اور جو چاہے یقین کرلے اور جو چاہے انکار کردے) اور قیامت کے دن ہر انسان سے اسی کے گناہوں کی پرسش ہوگی۔

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ط" (فاطر:۱۸) (اس دن کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی) اکثر اوقات بعض جاہل قسم کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں ہمارے جواب کی گفتگو پر مطلع ہونے کے بعد کہتے ہی کہ یہ جواب فقیہانہ طرز پر نہیں ہے بلکہ اس میں (معترض کو) ہماری طرف سے صوفیہ کے طریقے کی طرف میلان نظر آتا ہے اور وہ جاہل لوگ حلت وحرمت میں دل کے خیال اور بندۂ مسلم کے ارادہ کو فقہاء کرام کے نزدیک بیشتر مسائل میں شرط قرار دینے سے منکر ہیں۔ ہم ان عقل کے اندھوں کو شریعت مطہرہ کی نظیروں سے نظارہ کراتے ہیں۔ انہیں سے ایک مسئلہ تو وہ جس کا بیان ہو چکا ہے کہ جنبی یا حیض ونفاس والی عورت کے لیے قرات قرآن بالاجماع حرام ہے لیکن پڑھنے والا جب الفاظ قرآنیہ کو بطور ذکر الٰہی، تسبیح وتہلیل اور تحمید کے لیے استعمال کرے اور قرآن مجید کو بطور قرآن نہ پڑھے تو اس وقت یہ حرام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے یہ عمل جائز ہے حالانکہ تمام کتب فقہ جنبی وحائض ونفساء کے لیے قرات قرآن کی حرمت پر متفق ہیں لیکن فقہاء کرام کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید کو غیر قرآن کا ارادہ کرکے الفاظ قرآنی کو بقیہ اذکار کی طرح بطور وظائف پڑھے تو وہ خاص اس پڑھنے والے کے حق میں قرآن کا پڑھنا نہیں کہا جائے گا (حالانکہ مستمع کے لیے یہ قرآن ہی ہے اور سجدہ تلاوت پر مستمع سجدہ بھی کرے گا) لہذا پڑھنے والا حرمت کے حکم سے نکل گیا جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کی بھی تصریح فرمائی ہے۔ (مطالعہ بھی ضرور فرمائیے)۔

اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھ لیجیے کہ فقہاء کرام نے سماع بالآلات کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے اور ساتھ ہی "لہو" کی قید ذکر کرکے قرینہ لفظی رکھتے ہوئے "الملاھی" یا "آلات

اللھو" کہہ دیتے ہیں۔ یہ قید اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ اگر سماع لہو سے نکل جائے تو اس پر یہ سماع حرام نہیں رہتا اور لہو سے ان کی مراد وہ امور ہیں جو فسق وفجور، فحاشی یا اس جیسی دیگر خرافات کو پیدا کرے جیسا کہ ہم نے اس سے قبل اس بات کا بیان کیا یہ نہیں کہ یاد الٰہی سے مطلق غفلت ہو کیونکہ یہ سب تو مباح اشیاء میں بھی پائی جا سکتی ہیں۔

ان نظائر میں سے ایک مثال یہ ہے کہ"چار رکعت والی نماز میں قصر واجب ہے اور شہر سے بستی کی طرف جانے والے کے حق میں مکمل نماز ادا کرنا واجب ہے البتہ اگر اس نے دوسری جگہ جانے کا ارادہ کیا اور ان دونوں مقاموں کے درمیان تین دن (57½ میل شرعی بمطابق 103.5 کلومیٹر)[1] کی شرعی مسافت ہے اس کے لیے دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے اور جب اس نے سفر کا قصد نہیں کیا تو اس پر یہ حرام ہے اور صرف قصر کر کے دو رکعتوں کی ادائیگی کرنے والا نماز کو چھوڑنے والا ہوگا۔ (یعنی بندہ اپنے مقام سے نکلا اور سفر کا قصد وارادہ نہ کیا تو نیت نہ ہونے کی بنا پر سفر ہزار میل ہی کیوں نہ کر لے وہ مسافر نہ ہوگا سو نیت بدلنے سے عمل میں تبدیلی رونما ہوتی ہے)۔

اسی طرح موزوں پر مسح مسافر کے لیے تین دن کی گنجائش ہے (لیکن مقیم ایسے کرے گا تو گناہگار ہوگا، سفر کے لیے قصد وارادہ ضروری ہے)۔

رمضان شریف میں مسافر کے لیے روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے (لیکن مقیم چھوڑے تو سخت گناہگار ہوگا) اسی طرح فقہاء کرام نے پیٹ بھر کھانا تناول کرنے کے بعد اس سے زیادہ کھانا حرام قرار دیا ہے لیکن اگر اس کی نیت آنے والے دن کے روزہ رکھنے میں قوت

---

[1] سفر شرعی کی مسافت 103.5 کلومیٹر ہے جو اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق 57½ میل شرعی کے مطابق ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس پر مکمل تحقیق ہو چکی ہے اور صحیح وراجح قول یہی ہے جسے ہم نے اپنے رسالہ "التحقیق الجساس فی مسافۃ السفر بالمقیاس" میں لکھ دیا ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے۔ فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ

حاصل کرنا ہو یا مہمان کی اچھی طرح مہمان نوازی کرنا ہے تو یہ اس کے حق میں جائز ہے۔
دوستو! ذرا آنکھیں تو کھولو! فقہاء کرام کا ایک شے کے بارے کیسا صریح حرمت کا حکم ہے لیکن دل کے ارادہ بدلنے سے ہی وہ حلال ہوگیا ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ حرام لعینہ نہیں بلکہ حرام لغیرہ ہے جس میں نیت بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔

اس کے علاوہ کئی ایک فقہ کی نظائر مذاہب اربعہ کے مطابق شرع شریف میں وارد ہوئی ہے۔ جن کو احاطہ شمار میں لایا نہیں جاسکتا جس میں فقہاء کرام نے دل کے ارادہ کا اعتبار کیا ہے اور "نیت" ہی حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے والی کسوٹی بن گئی۔

ہمارے قول کی تائید "احیاء العلوم" میں امام غزالی علیہ الرحمہ کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ "قصائد واشعار میں عورتوں کے ذکر کرتے ہوئے ان کے رخساروں، کنپٹیوں، قد و قامت کی خوبصورتی اور عورتوں کے تمام اوصاف کا ذکر کرنا درست ہے کہ ان کی نظم اور ان کا اشعار پڑھنا راگ کے ساتھ یا بغیر راگ کے حرام نہیں ہے۔" اور سننے والے پر لازم ہے کہ ان اوصاف کو کسی معینہ عورت پر فٹ نہ کرے اور اگر یہ اوصاف اپنی بیوی یا لونڈی پر فٹ کرے تو جائز ہے اور اگر اجنبی عورت کے بارے کہے تو ایسے تصور سے وہ گناہگار ہوگا اور جو شخص عورتوں کو ایسے وصف کے ساتھ موصوف کرتا ہو تو مناسب یہ ہوگا کہ ایسی محفل سماع سے اجتناب کیا جائے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ "کف الرعاع" میں اسی بات کو ذکر کیا اور اس میں مزید تشبیہات اور شراب کے بارے استعارات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ سماع میں حاضر ہو خواہ آلات کے ساتھ ہو یا بغیر آلات کے ہو کوئی انسان عوام میں سے ہو یا خواص میں سے اب اس زمانہ میں اکثر لوگوں کے نزدیک خواص وعوام میں امتیاز محض شکل وصورت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور علم کے طلباء کرام کے نزدیک امتیاز لسان ولہجہ کے ذریعے ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک امتیاز ادراک قلبی اور اطلاع شہودی کے ذریعے ہوتا ہے۔ جو شخص بیان کردہ محرمات میں سے کسی شی کو حاضر کیے بغیر سماع کرے اور

اپنے دل کو گندے خیالات اور بری شہوتوں سے محفوظ رکھنے والا ہو تو جو شخص جب تک ایسی حالت پر رہے گا اس پر سماع حرام نہیں ہے اور جونہی وہ اس حالت سے پلٹا غافل ہو گیا، بری شہوتوں نے اس کے دل میں گھر کر لیا اسی وقت اس پر سماع حرام ہو جائے گا۔

خلاصہ کلام:

سو سماع کا معاملہ دل کے ارادوں پر انحصار رکھتا ہے کہ وہ ارادے حلال ہیں یا حرام۔ جب دل حرام کی طرف مائل ہو گا تو سماع بھی فقط اسی شخص کے حق میں حرام ہو گا اور اس کا حکم اس کے علاوہ پر فٹ کرنا جائز نہیں اور جب دل حرام سے مباح کی طرف پلٹے تو سماع خاص اس کے حق میں بھی مباح ہو جائے گا۔ یہی درست میزان اور سیدھا راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کو جاننے والا ہے۔

یہ وہ تحقیق ہے جو اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک ہے۔ اے انصاف کرنے والے! انگشت بدنداں ہو کر سوچو کہ اس مسئلہ میں ہماری کی ہوئی تحقیق کے علاوہ اور کوئی نکلنے کا راستہ ہے؟ وہ تمام فقہاء کرام جنہوں نے اپنی عبارتوں کو حرمت کے ساتھ مطلق رکھا ان کی بنیاد ہمارے بیان کردہ مفاسد پر ہی ہیں۔ (جو اس کے مطلق ہونے کی نفی کرتی ہیں)۔ اسی طرح احادیث و آثار میں وہ تمام دلائل جو حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کو انہی مفاسد مذکورہ پر ہی محمول کیا جائے گا اور اس برے قصد پر محمول کیا جائے گا جو مذکورہ سماع کرنے والوں کے دل میں ہے اور اسی طرح وہ تمام فقہاء کرام جنہوں نے اپنی عبارتوں کو جائز ہونے کے بارے مطلق رکھا تو ان کی بنیاد مقاصد حسنہ پر ہے اور ہر وہ سماع جو صحابہ کرام، تابعین عظام و علماء و عاملین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں وارد ہوا ہے اس میں ان کی مراد اچھی تھی اور ان کی نیتیں درست تھیں اور جس نے متقدمین و متاخرین میں سے سماع کا انکار کیا ہے ان کی اس سے یہی فاسد قسم مراد ہے۔

(لہٰذا اس تطبیق اور موافقت کے مطابق) اس مسئلہ کے بارے اللہ تعالیٰ کے دین

میں اس ملت اسلامیہ کے علماء کرام کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہ رہا۔ ہمیشہ کاملین فقہاء کرام احکام کو درست کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں اور محققین صوفیہ کرام ظاہری احکام اور باطنی احوال کی درستگی میں کوشاں رہتے ہیں۔

اس کے برعکس فقہاء قاصرین وصوفیہ ناقصین ان کا مقصد ہمیشہ کلام کو زیادہ اور جھگڑے کو طول دینا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی معاملات کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے اور وہی ذات اقوال سے بے نیاز ہے اس بین المذاہب مسئلہ میں موافقت پیدا کرنا بندہ ناچیز کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کی محتاجی اور عطاء خداوندی کے فیضان کی وجہ سے ہے۔ اس قدر گفتگو ماننے والے منصف مزاج شخص کے لیے تو ہو سکتی ہے۔ بے راہروی اختیار کرنے والے جاہل ہٹ دھرم کے لیے کافی نہیں ہے۔ سو میں نے اس رسالہ کو نہ تو اس جاہل کے لیے اور نہ ہی اس جیسے دیگر ہٹ دھرموں کے لیے معرض وجود میں لایا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راہ کی ہدایت فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

تحقیق ہم اس رسالہ سے پیر کی رات ۲۷ شعبان المعظم ۱۰۸۸ ہجری کو فارغ ہوئے اور اس رسالہ کو ہم نے تین دن میں تصنیف کر لیا تھا۔ پھر اسباق اور مطالعہ کی مصروفیت کے ساتھ ساتھ اس کی کانٹ چھانٹ کر دی۔ (جواب آپ کے سامنے حاضر ہے) اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو نفع عظیم عطا فرمائے ہمارا اور ان کا خاتمہ اچھا فرمائے۔

والحمدللہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی الہ و صحبہ اجمعین

مترجم: آج ۱۰ر صفر المظفر بروز پیر بوقت تقریباً ۱۰ بجے صبح ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۸-۲-۲۰۰۸ کو ترجمہ مکمل ہوا) ختم اللہ لنا بالحسنی و صلی اللہ تعالیٰ علی

حبیبه سیدنا و مولانا محمد و اله و سلم الصلوة والسلام علیك یاسیدی رسول اللهﷺ۔

بحمداللہ تعالیٰ تین دن میں نظرثانی مکمل ہوئی، ۴ شوال بروز پیر بوقت ۴:۱۵، ۱۴۳۴ھ بعدازنمازِظہر بمطابق ۱۱-۰۸-۲۰۱۳ء

صاحب سیر المشائخ فرماتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری اور دیگر مشائخ کبار نامدار علیہم الرحمہ خانقاہ قاضی حمیدالدین میں مجلس سماع میں حاضر تھے اور قوالوں نے شعر

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

پڑھا اس شعر پر حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کو وجد ہوا چاہتے تھے کہ نعرہ ماریں مگر قاضی حمیدالدین علیہ الرحمہ نے آپ کے منہ کے آگے ہاتھ دے دیا اور کہا کہ جہان جل جائے گا۔ یہی شعر سن کر حضرت خواجہ حلقۂ سماع میں وجد کی حالت میں ہی جان بحق ہو گئے۔
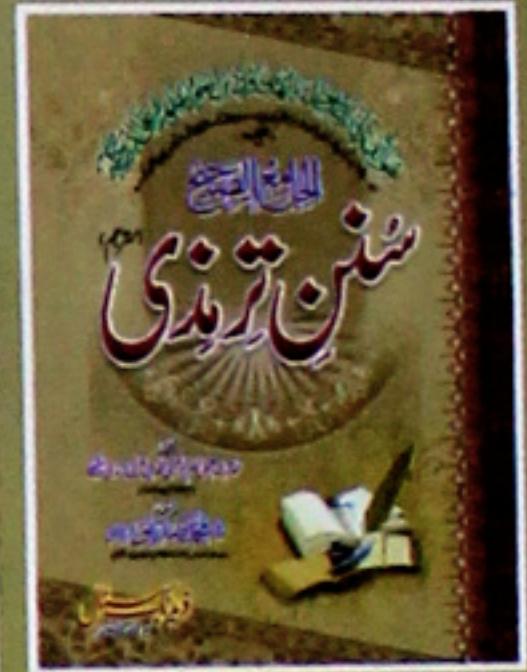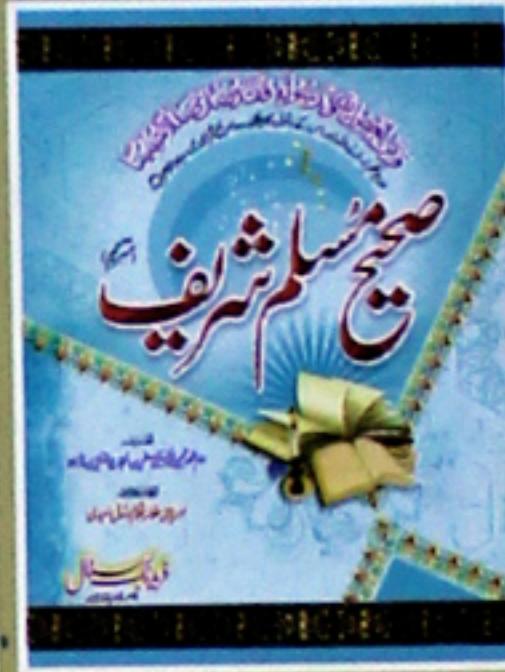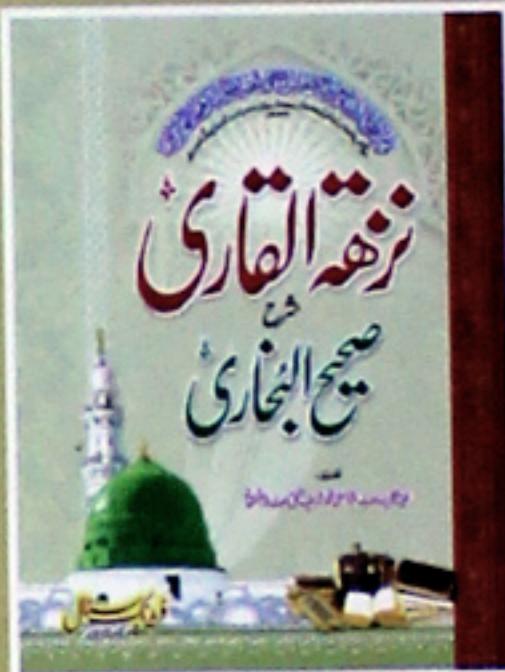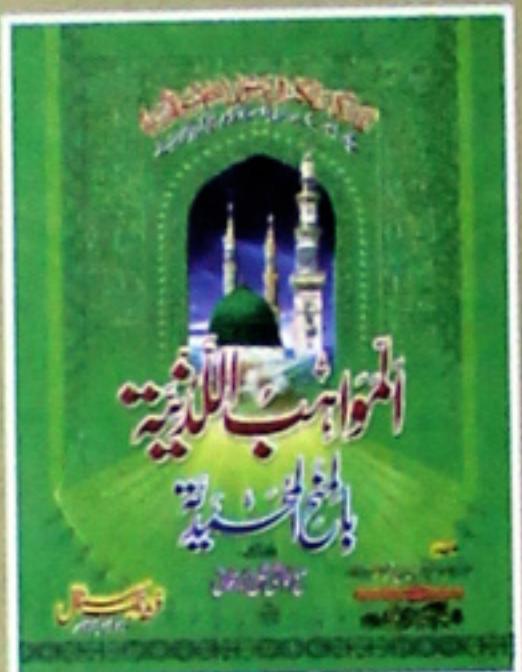
(تحقیق الوجد ص ۵۴، مطبوعہ انجمن نقشبندیہ مرتضائیہ عثمان گنج لاہور)

(تذکرہ خواجگان چشت، ص ۲۵، مطبوعہ مطبع آگرہ اخبار آگرہ ہند)
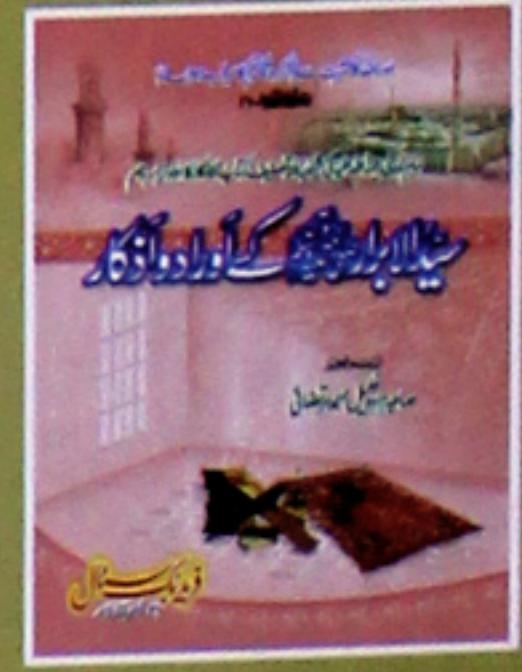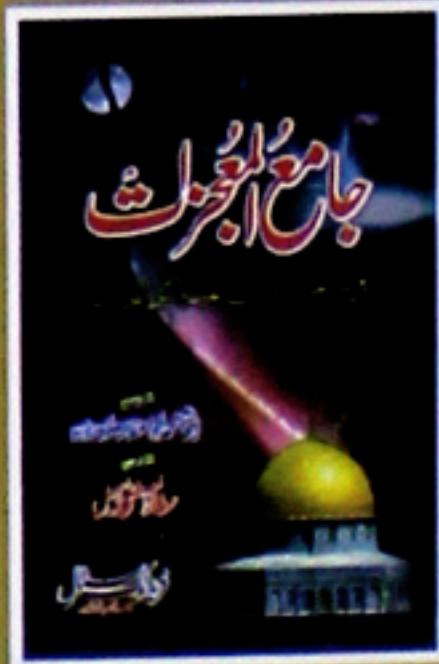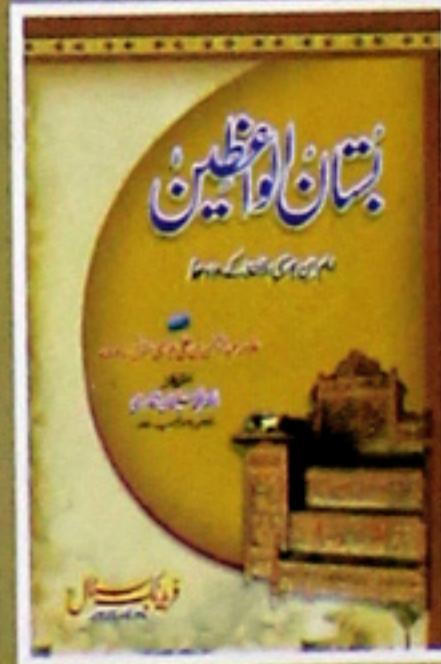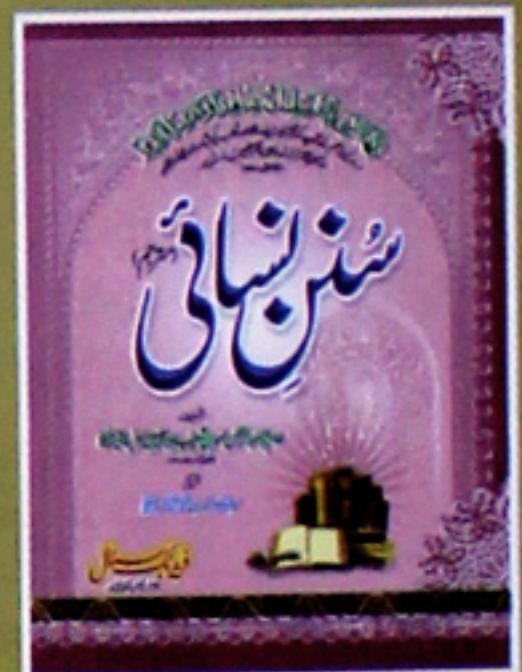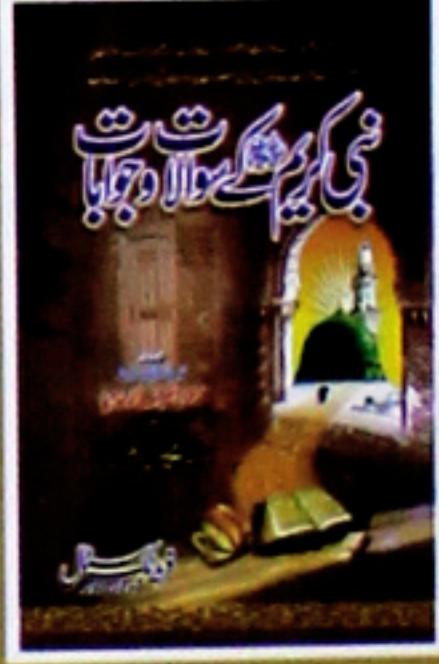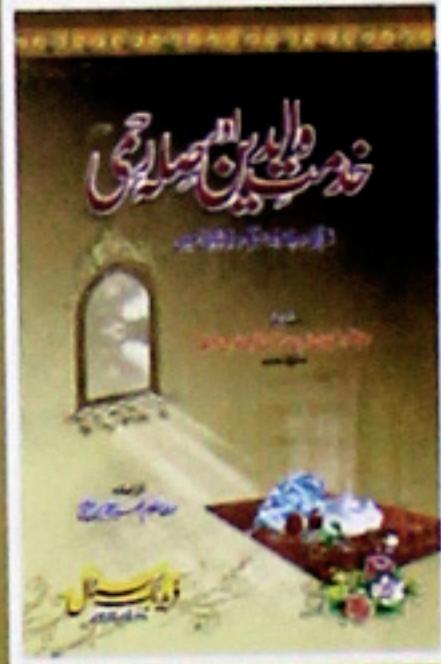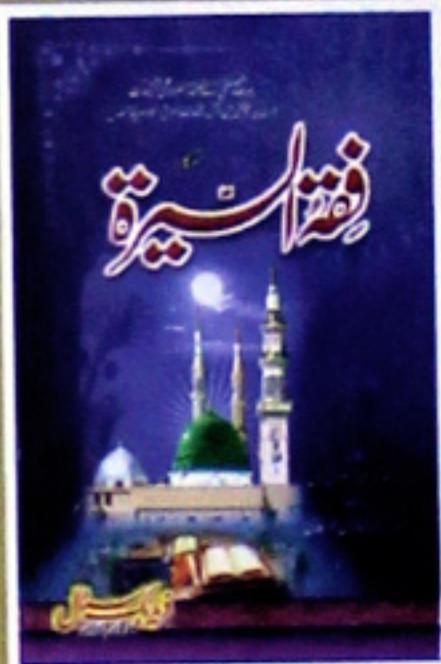
(سیرالاولیاء، ص ۱۱۴، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور)

❁❁❁❁

آخر میں بندہ اپنے والدین، اساتذہ و مشائخ کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور خاتمہ بالایمان کی دولت عطا فرمائے۔ خصوصاً میرے پیارے ماموں جان استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ **میاں خلیل احمد مرتضائی** حفظہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

تحقیقی و دلکش طباعت